گمراہی کے اسباب، اثرات اور تدارک

(قرآن و سنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

مرزا فیصل بیگ

ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ

نمل، اسلام آباد

نگران مقالہ

ڈاکٹر نور حیات خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ

نمل، اسلام آباد

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن: 2021-2017ء

گمراہی کے اسباب، اثرات اور تدارک

(قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

مرزا فیصل بیگ

ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ

نمل، اسلام آباد

نگران مقالہ

ڈاکٹر نور حیات خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ

نمل، اسلام آباد

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن: 2021-2017ء

©

مرزا فیصل بیگ

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
.1	فہرست عنوانات(Table of Contents)	III
.2	مقالہ کی منظوری کا فارم(Thesis Acceptance Form)	VI
.3	حلف نامہ (Declaration)	VII
.4	انتساب (Dedication)	VIII
.5	اظہار تشکر(A word of thanks)	IX
.6	ملخص مقالہ(Abstract)	X
.7	مقدمہ	XI
.8	**باب اول: قرآن وسنت کی روشنی میں ہدایت وگمراہی کا تصور**	1
.9	**فصل اول: ہدایت وگمراہی کا مفہوم**	2
.10	مبحث اول: ہدایت کا مفہوم	3
.11	مبحث دوم: گمراہی کا مفہوم	11
.12	**فصل دوم : تصور ہدایت وگمراہی**	18
.13	مبحث اول: قرآن وسنت کی روشنی میں تصور ہدایت	19
.14	مبحث دوم: قرآن وسنت کی روشنی میں تصور گمراہی	45
.15	**باب دوم: قرآن وسنت کی روشنی میں گمراہی کے اسباب**	54
.16	**فصل اول: معاشرتی گمراہیاں اور ان کے اسباب**	55
.17	مبحث اول: معاشرہ–ایک تعارف	56
.18	مبحث دوم: معاشرتی اقدار	59
.19	مبحث سوم: معاشرتی گمراہیاں اور ان کے اسباب	72
.20	**فصل دوم: معاشی گمراہیاں اور ان کے اسباب**	82
.21	مبحث اول: معیشت–ایک تعارف	83
.22	مبحث دوم: اسلام اور معیشت	85

.23	مبحث سوم: معاشی گمراہیاں اور ان کا بنیادی سبب	93
.24	**فصل سوم: سیاسی گمراہیاں اور ان کے اسباب**	98
.25	مبحث اول: سیاست-ایک تعارف	99
.26	مبحث دوم: اسلام اور سیاست	101
.27	مبحث سوم: سیاسی گمراہیاں اور ان کے اسباب	105
.28	**باب سوم: انسانی زندگی پر گمراہی کے اثرات**	111
.29	**فصل اول: انفرادی زندگی پر اثرات**	112
.30	مبحث اول: فرد-ایک تعارف	113
.31	مبحث دوم: مثالی فرد کی خصوصیات	119
.32	مبحث سوم: انفرادی زندگی پر گمراہی کے اثرات	124
.33	**فصل دوم: اجتماعی زندگی پر اثرات**	130
.34	مبحث اول: اجتماعیت-ایک تعارف	131
.35	مبحث دوم: مثالی اجتماعیت کی خصوصیات	135
.36	مبحث سوم: اجتماعی زندگی پر گمراہی کے اثرات	138
.37	**فصل سوم: اخروی زندگی پر اثرات**	142
.38	مبحث اول: اخروی زندگی -ایک تعارف	143
.39	مبحث دوم: انسانی زندگی پر فکر آخرت کے اثرات	147
.40	مبحث سوم: اخروی زندگی پر گمراہی کے اثرات	154
.41	**باب چہارم: گمراہی سے بچاؤ اور تدارک کے لیے مجوزہ لائحہ عمل**	159
.42	**فصل اول: عقیدہ و فکر کی اصلاح**	162
.43	مبحث اول: عقیدہ و فکر-ایک تعارف	163
.44	مبحث دوم: عقیدہ و فکر کی گمراہیاں	167
.45	مبحث سوم: عقیدہ و فکر کی اصلاح سے گمراہی کا تدارک	176
.46	**فصل دوم: نظام تعلیم وتربیت کی اصلاح**	182
.47	مبحث اول: تعلیم وتربیت-ایک تعارف	183

191	مبحث دوم: تعلیم و تربیت کے انسانی زندگی پر اثرات	.48
197	مبحث سوم: نبوی طرز تربیت سے گمراہی کا تدارک	.49
205	**فصل سوم: ریاست کی ذمہ داریاں**	.50
206	مبحث اول: اسلام کا تصور ریاست و حکومت	.51
212	مبحث دوم: گمراہی کے تدریجی مراحل اور ریاست	.52
216	مبحث سوم: گمراہی کے تدارک کے لیے ریاستی اقدامات	.53
223	نتائج و سفارشات	.54
227	فہارس	.55
228	فہرست آیات قرآنیہ	.56
237	فہرست احادیث مبارکہ	.57
241	فہرست اعلام	.58
242	فہرست مصادر و مراجع	.59

منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

عنوان مقالہ: **گمراہی کے اسباب، اثرات اور تدارک (قرآن و سنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)**

Gumrahi kay Asbaab, Asraat aur Tadaaruk

(Quran wa Sunnat ki Roshni mein Tajziati Mutala)

Causes, Impacts and Remedies of Misguidance

(An Analytical Study in the Light of Quran & Sunnah)

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: مرزا فیصل بیگ

رجسٹریشن نمبر: 1417-MPhil/IS/F17

ڈاکٹر نور حیات خان
(نگران مقالہ) ________________ نگران مقالہ کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی
(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ________________ ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اعوان
(پروریکٹر اکیڈمکس) ________________ پروریکٹر اکیڈمکس کے دستخط

تاریخ: ________________

حلف نامہ

(Candidate Declaration Form)

میں مرزا فیصل بیگ ولد مرزا اسمٰعیل بیگ

رول نمبر: MP-IS-AF17-ID-013 رجسٹریشن نمبر: 1417- MPhil/IS/F17

طالبعلم، ایم فل شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ

بعنوان: **گمراہی کے اسباب، اثرات اور تدارک (قرآن و سنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)**

Gumrahi kay Asbaab, Asraat aur Tadaaruk

(Quran wa Sunnat ki Roshni mein Tajziati Mutala)

Causes, Impacts and Remedies of Misguidance

(An Analytical Study in the Light of Quran & Sunnah)

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور ڈاکٹر نور حیات خان کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: مرزا فیصل بیگ

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

انتساب

اللہ رب العزت کا بے پایاں شکر کہ اس نے اس تحقیق کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اس تحقیق کو پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے نام منسوب کرتا ہوں جنہوں نے ہدایت کا چراغ روشن کیا اور انسانیت کو گمراہی کے اندھیروں سے نکالا۔ نیز نبی کریم ﷺ سے لے کر تاقیامت آنے والے ہر اس شخص کے نام جس نے اس چراغ کو روشن رکھنے کی کوشش میں کسی بھی قسم کا حصہ ڈالا۔

اظہار تشکر

رب کریم کا بے حد شکر کہ جس نے اس بندہ ناچیز کو تحقیق جیسے اہم کام کے لیے چنا اور اس کو بھرپور طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بھی بخشی۔ اس کے بعد محترم جناب ڈاکٹر نور حیات خان صاحب کا شکر گزار ہوں جن کی راہنمائی کا سایہ ہر لمحہ میرے ساتھ تھا۔ آپ نے بہترین انداز میں سپر وائز کیا۔ یہ بھی ایک حسن اتفاق اور میری خوش بختی ہے کہ میں نے اصول تحقیق بھی انہی سے سیکھے اور تحقیق کا کام بھی انہی کی زیر نگرانی انجام دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں تمام قابل قدر اساتذہ کرام کا شکر گزار ہوں جن کی بدولت اس راستے پر چلنا آسان ہوا۔ خصوصا ڈاکٹر محمد ذوالقرنین صاحب کا جنھوں نے موضوع کے انتخاب کے حوالے سے خصوصی راہنمائی فرمائی۔ اس کے علاوہ تمام لائبریریوں کے عملے اور نمل یونیورسٹی کے منتظمین کا شکر گزار ہوں جنھوں نے شام کے اوقات میں یہ سہولت مہیا کی۔

ملازمت پیشہ بال بچے دار افراد کے لیے تمام تر گھریلو اور دفتری ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھنا ایک صبر آزما اور مشکل کام ہے، لیکن حصول علم کا شوق، اور بحیثیت مسلمان انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے حصول علم کی اہمیت کا ادراک انسان کو کہاں چین سے بیٹھنے دیتا ہے۔ گھریلو ذمہ داریوں کے ضمن میں خصوصی طور پر والدین، اہلیہ اور بھائیوں کا شکر گزار ہوں جن کی دعائیں، تعاون اور حوصلہ افزائی اس دوران ہر پہلو سے شامل حال رہی۔ دفتری ساتھیوں میں سے جناب حامد شاہ صاحب کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اکثر اوقات اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ میرے حصے کا بوجھ بھی اٹھایا۔

بالخصوص محترم نعمان واجد عزیز صاحب کا شکر گزار ہوں جن کے مشورے سے اس میدان میں قدم رکھا۔ انھوں نے نہ صرف ہر ہر قدم پر راہنمائی فراہم کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بصیرہ انسٹیٹیوٹ راولپنڈی میں ایسا ماحول بھی فراہم کیا جہاں اطمینان کے ساتھ تحقیقی کام سر انجام دینا ممکن ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام کو دنیا و آخرت میں کامیابی سے نوازے۔ آمین!

ABSTRACT

Misguidance is a multi-faceted evil that enters human life in various shapes and affects it badly. Therefore, an equally comprehensive framework is needed to prevent and address this, which not only identifies its various forms but also ensures its elimination and prevention.

Basic sources such as the Qur'an and Sunnah are in Arabic, and depending on the depth of the Arabic language, the word ضلال is used in many different meanings. Therefore, in the first chapter, in the light of Arabic and Urdu dictionaries and opinions of the commentators, those meaning of misguidance have been clarified which is contrary to guidance i.e the right path. At the same time, examples have been taken from the Qur'an and Sunnah where the word ضلال has been used in the sense of misguidance and contrary to guidance.

The second chapter not only identifies social, economic and political errors, but also clarifies the causes of these errors. Third chapter explains how misguidance affects a person's individual, collective and otherworldly life. In the fourth and final chapter, a strategy has been proposed for the prevention and remediation of misguidance. In formulating this strategy, special emphasis has been made to implement a remedial program in a pragmatic manner under the auspices of the state.

There are many aspects of this topic and each aspect is worth researching to make the best plans against the misguidance. So, different types of misguidance, such as denial of God in terms of beliefs and thoughts, obscenity in terms of society, and absolute dictatorship in terms of politics, as well as, causes and sources of these errors, all of these issues are so wide-ranging and these topics seems to be a vast field of research. By closely examining them, humanity can be saved from their perditions. Key Words: Guidance, Misguidance, cuases, remedies, social, economic and political.

مقدمہ

تمام تعریفیں اور شکر اللہ رب العزت کے لیے جو ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ جس نے نہ صرف ہر چیز کو تخلیق کیا بلکہ تمام مخلوقات کے وجود کو بر قرار رکھنے کے لیے تمام تر ضروریات بھی مہیا فرمائیں۔ جس نے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف بخشا اور اس شرف کی بقاء کے لیے خیر و شر کا شعور اور انبیاء کرامؑ اور الہامی کتب وصحائف کی صورت میں مکمل نظام ہدایت عطا فرمایا۔

ابتدائے انسانیت سے ہی خیر و شر، اچھائی و برائی اور ہدایت و گمراہی کا معرکہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت یعنی اطاعت وبندگی کو قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾(1)

"اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں"

اس عبادت یعنی بندگی کے عملی مظاہر شرعی احکامات ہیں جن کی پابندی اور عملدرآمد کی بنیاد پر انسان کو آزمایا جاتا ہے اور اسی بنیاد پر فیصلہ ہو گا کہ کون کامیاب رہا اور کون ناکام۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَوٰةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾(2)

"جس نے پیدا کیا موت کو اور حیات کو تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون شخص عمل کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے"

انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی شیطانی قوتوں نے اس کے خلاف منصوبہ سازی شروع کر دی اور پورا زور لگانے کی ٹھان لی کہ کسی بھی طرح یہ کامیاب ہو کر اللہ کی رضامندی حاصل نہ کر سکے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ﴾(3)

"ابلیس نے کہا سو آپ کی عزت کی قسم میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا"

جبکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی انسان کی راہ نمائی کا پورا پورا بندوبست کیا گیا ہے اور واضح فرما دیا گیا ہے کہ جو اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ کامیاب ٹھہرے گا اور شیطان کو نامراد کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور جو اس خدائی ہدایت کے بر خلاف عمل کرے گا وہ ناکام ونامراد قرار پائے گا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

1) سورۃ الذاریات:51/56

2) سورۃ الملک:67/2

3) سورۃ ص:38/82

﴿ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝٣٨ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ﴾[1]

"پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے سو جس نے میری ہدایت کا اتباع کیا تو ان پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ رنجیدہ ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور میری آیتوں کو جھٹلایا، یہ لوگ دوزخ والے ہیں"

بس اسی خدائی راہ نمائی کے خلاف چلنا اور بتائی گئی راہ سے ہٹ جانا ہی گمراہی کہلاتا ہے۔ گمراہی ایک ہمہ جہت خباثت ہے جو مختلف راستوں سے بھیس بدل بدل کر انسانی زندگی میں داخل ہو کر اسے بری طرح متاثر کرتی ہے۔ لہذا اس سے بچاؤ اور تدارک کے لیے بھی اتنے ہی ہمہ جہت فریم ورک کی ضرورت ہے جو نہ صرف یہ کہ اس کی مختلف صورتوں کی نشاندہی کرے بلکہ اس کے خاتمہ اور اس سے بچاؤ کو بھی یقینی بنائے۔

قرآن و سنت جیسے بنیادی مصادر عربی زبان میں ہیں اور عربی زبان میں گمراہی کے لیے ضال اور ہدایت کے لیے ھدی کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں لیکن عربی زبان کی وسعت کے باعث ضال کا لفظ کئی طرح کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لہذا پہلے باب میں لغوی و اصطلاحی اعتبارات سے عربی و اردو لغات اور مفسرین کرام کی روشنی میں ضال کے صرف اس معنی کو واضح کیا گیا ہے جو اردو زبان میں گمراہی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو کہ ہدایت کی ضد ہے اور ہدایت کے متضاد کے طور پر سامنے آتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن و سنت سے ایسی مثالیں لی گئی ہیں جہاں ضال کا لفظ گمراہی اور بر خلاف ہدایت کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں انسانی تمدن کو واضح کرنے والے بڑے نظاموں یعنی معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظاموں کو بنیاد بناتے ہوئے نہ صرف معاشرتی، معاشی اور سیاسی گمراہیوں کی نشاندہی کی گئی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان گمراہیوں کے اسباب و وجوہات کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح گمراہی انسان کی انفرادی، اجتماعی اور اخروی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہوئے اسے برباد کرتی ہے اور چوتھے اور آخری باب میں گمراہی سے بچاؤ اور اس کے تدارک کے لیے لائحہ عمل تجویز کیا گیا ہے اور اس لائحہ عمل کو مرتب کرتے ہوئے قابل عمل تدریج یعنی عقیدہ و فکر، تربیت اور پھر ریاستی سرپرستی میں اصلاحی پروگرام کے نفاذ کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔

---

1) سورۃ البقرۃ: 38،39/2

موضوع کی اہمیت اور ضرورت

قرآن و سنت کی روشنی میں ان اسباب کو اجاگر کرنا انتہائی اہمیت کا حامل ہے جو بنی نوع انسان کی انفرادی واجتماعی گمراہی کی وجہ بنتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کا واضح ہونا بھی بہت ضروری ہے کہ گمراہی کی وجہ سے انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی پر کیا کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں تاکہ گمراہی سے بچنے اور اس کا تدارک کرنے کی شعوری کوشش کی جاسکے اور اس کے مضر اثرات سے خود کو بچا کر اللہ کی رضا اور دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کی جا سکے۔

یہ موضوع اپنے دامن میں کئی پہلو سمیٹے ہوئے ہے اور ہر پہلو اس امر کا متقاضی ہے کے اس پر تحقیق کے ذریعے بہترین منصوبہ بندی ترتیب دی جائے۔ چنانچہ ایک طرف تو گمراہی کی مختلف اقسام جیسے عقائد و فکر کے اعتبار سے انکار خدا، شرک و بدعات۔ معاشرت کے اعتبار سے فحاشی و بے حیائی، معیشت کے اعتبار سے سود اور ذخیرہ اندوزی اور سیاست کے اعتبار سے مطلق العنانیت وغیرہ ہیں اور دوسری طرف ان گمراہیوں کی وجوہات اور ذرائع جیسے حب جاہ، حب مال اور عقیدہ و فکر کا بگاڑ ہے۔ یہ تمام معاملات اپنے اندر اتنی وسعت رکھتے ہیں کہ ان کی جتنی بھی وضاحت کی جائے وہ کم ہے گویا کہ یہ عنوانات تحقیق کا ایک وسیع میدان ہیں جن کا باریک بینی سے جائزہ لے کر انسانیت کو ان کی ہلاکت خیزی سے بچایا جاسکتا ہے۔

اس موضوع کا سب سے زیادہ قابل توجہ پہلو گمراہی کی وجوہات و ذرائع اور اس کے ہلاکت خیز نتائج و اثرات ہیں جو انسان کی دنیوی واخروی زندگی کو تباہ کرتے ہیں۔ موضوع کے یہ دونوں پہلو گمراہی کے تدارک اور اصلاح کے لیے محرک کا کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ مقالہ گمراہی کے انہی پہلوؤں کو سامنے لانے کی ایک کاوش ہے جو قرآن سنت کی روشنی میں دعوت غور و فکر دیتا ہے۔ اور انشاء اللہ گمراہی کی مختلف صورتوں سے نمٹنے اور ہدایت کی راہ دکھانے کا سبب بھی بنے گا۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

مقالہ اپنے عنوان کے نقطہ نظر سے کافی وسعت کا حامل ہے۔اس موضوع پر بہت سی کتابیں شائع ہوتی رہی ہیں۔ لیکن گمراہی کی ہمہ جہت نوعیت کے سامنے بہر حال کم ہیں۔ پاکستان کی کچھ یونیورسٹیوں میں درج ذیل عنوانات کے تحت اس موضوع کی مختلف جہات پر ضمنی گفتگو کی گئی ہے:

- **الهدایه والضلاله تشکیلاومفهومافی ضوء القرآن الکریم (دراسه صرفیه و بلاغیه):** اس مقالہ میں ہدایت اور گمراہی کے لغوی پہلوؤں جیسے صرف، نحو اور بلاغت وغیرہ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے[1]۔
- **مکافات عمل:** اس مقالہ میں خیانت، سود اور کرپشن وغیرہ جیسی معاشرتی، معاشی اور سیاسی برائیوں اور ان کے نتیجہ میں ملنے والی سزا کو موضوع بحث بنایا گیا ہے[2]۔
- **امتوں پر آنے والے عذاب کے اسباب کا تحقیقی مطالعہ:** اس مقالہ میں سابقہ گمراہ اقوام کے حالات وطرز عمل اور اس کے نتیجے میں ان پر نازل ہونے والے عذاب کی مختلف شکلوں کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے[3]۔
- **قرآن مجید کا تصور ہدایت و فوزوفلاح:** اس مقالہ میں ہدایت کے مختلف پہلوؤں جیسے ہدایت کے ذرائع اور موانع ہدایت کے ساتھ ساتھ سابقہ گمراہ اقوام کے احوال وانجام کا تذکرہ کیا گیا ہے[4]۔
- **انسان کی اخلاقی اقدار پر معاشرتی ماحول کے اثرات:** اس مقالہ میں امور تربیت کو زیر بحث لایا گیا ہے جس کے ذریعے اخلاقی اقدار کو مؤثر انداز میں پروان چڑھایا جا سکتا ہے[5]۔
- **اسباب زوال امت اور انکے حل کے لیے مسلم مفکرین کی آراء:** اس مقالہ میں امت مسلمہ کے زوال کے اسباب ووجوہات اور ان کے حل کے لائحہ عمل کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔[6]
- **الحاد اور لادینیت:** اس مقالہ میں فکری و نظریاتی گمراہی یعنی الحاد و لادینیت کے اسباب و وجوہات وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔[7]

درج بالا مقالہ جات میں گمراہی کے لغوی و اصطلاحی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف شکلوں کو بعض دیگر عناوین کی وضاحت کے طور پر تو استعمال کیا گیا ہے لیکن گمراہی کو ایک مستقل رجحان کے طور پر اصولی انداز میں

---

1) محمد ابو بکر بھٹہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، نمل، اسلام آباد، 2014ء
2) حافظ محمد فاروق، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، نمل، اسلام آباد، 2014ء
3) محمد ساجد خان، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، کراچی یونیورسٹی، 2015ء
4) محمد نجیب، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، نمل، اسلام آباد، 2016ء
5) فاطمہ نورین، مقالہ برائے ایم فل، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، 2005ء
6) محمد زمان، مقالہ ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 2005ء
7) ابو بکر صدیق، مقالہ برائے ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 2011ء

موضوع بحث بناتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں اس کے اسباب و وجوہات، اسے تقویت دینے والے ذرائع، انسانی زندگی پر اس کے اثرات اور اس کے تدارک اور بچاؤ کے حوالے سے گفتگو نہیں کی گئی۔

موضوع کی وجہ انتخاب

گمراہی کے خلاف میدان عمل کے دو بڑے محاذ ہیں۔ عام فہم انداز میں ان دو محاذوں کو احتیاط اور علاج (Care & Cure) کہا جا سکتا ہے۔ ان میں سے ایک تو گمراہی سے بچاؤ کا محاذ ہے کہ انسان اور معاشرہ میں گمراہی کے خلاف ایسی قوت مدافعت پیدا ہو جائے کہ وہ اس میں آسانی سے مبتلا نہ ہو سکیں جیسے کسی بیماری سے بچاؤ کے لیے حفظ ماتقدم کے طور پر ویکسین (Vaccine) دی جاتی ہے۔ جبکہ دوسرا محاذ گمراہی کے تدارک کا محاذ ہے کہ جس کے ذریعے ان گمراہیوں کا تعین اور خاتمہ کیا جاتا ہے جن میں افراد اور معاشرہ مبتلا ہو چکے ہوتے ہیں۔ یعنی اس محاذ کو مرض کی تشخیص (Diagnosis) اور علاج یعنی دوا (Medicine) تجویز کرنے کا مرحلہ کہا جا سکتا ہے۔ لہذا گمراہی کے خلاف ہمہ جہت نوعیت کے مضبوط فریم ورک کی ضرورت کے پیش نظر مقالہ ہذا میں اس مسئلہ کو مرکز تحقیق بنایا گیا ہے۔

تحقیق کے مقاصد

۱۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں تصور ہدایت و گمراہی کو واضح کرنا۔

۲۔ قرآن و سنت کی روشنی میں گمراہی کے اسباب و وجوہات کو اجاگر کرنا۔

۳۔ فرد و معاشرے پر گمراہی کے اثرات کو واضح کرنا۔

۴۔ عصر حاضر میں پائی جانے والی گمراہی کی مختلف صورتوں کا تجزیہ کرنا۔

۵۔ قرآن و سنت کی روشنی میں گمراہی سے بچاؤ اور تدارک کے لیے موثر لائحہ عمل پیش کرنا۔

سوالات تحقیق

۱۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں گمراہی سے کیا مراد ہے؟

۲۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق گمراہی کے اسباب و وجوہات اور ان کی معاصر صورتیں کیا ہیں؟

۳۔ قرآن و سنت کے تناظر میں فرد و معاشرے پر گمراہی کیسے اثر انداز ہوتی ہے؟

۴۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گمراہی سے بچاؤ اور تدارک کے لیے کیا اقدامات کیے جا سکتے ہیں؟

اسلوب تحقیق وطریقہ کار

تحقیق کے لیے بیانیہ اور تجزیاتی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ جس میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے استفادہ کرتے ہوئے عصر حاضر کے تناظر میں تجزیہ کیا گیا ہے۔ نیز مواد کو بنیادی مصادر سے جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم بوقت ضرورت ثانوی مصادر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دور حاضر کے مصنفین کی کتب و آرٹیکلز اور جدید تحقیق کے ذرائع جیسے انٹرنیٹ، ویب سائٹس اوراسلامی سافٹ ویئرز وغیرہ کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حواشی وحوالہ جات کے لیے یونیورسٹی کا طے شدہ فارمیٹ مدنظر رکھا گیا ہے۔

ابواب وفصول

باب اول: قرآن وسنت کی روشنی میں ہدایت وگمراہی کا تصور

فصل اول: ہدایت وگمراہی کا مفہوم

فصل دوم: تصور ہدایت وگمراہی

باب دوم: قرآن وسنت کی روشنی میں گمراہی کے اسباب

فصل اول: معاشرتی گمراہیاں اور ان کے اسباب

فصل دوم: معاشی گمراہیاں اور ان کے اسباب

فصل سوم: سیاسی گمراہیاں اور ان کے اسباب

باب سوم: انسانی زندگی پر گمراہی کے اثرات

فصل اول: انفرادی زندگی پر اثرات

فصل دوم: اجتماعی زندگی پر اثرات

فصل سوم: اخروی زندگی پر اثرات

باب چہارم: گمراہی سے بچاؤ اور تدارک کے لیے مجوزہ لائحہ عمل

فصل اول: عقیدہ وفکر کی اصلاح

فصل دوم: نظام تعلیم وتربیت کی اصلاح

فصل سوم: ریاست کی ذمہ داریاں

باب اول

قرآن و سنت کی روشنی میں ہدایت و گمراہی کا تصور

فصل اول: ہدایت و گمراہی کا مفہوم

فصل دوم: تصور ہدایت و گمراہی

فصل اول
ہدایت وگمراہی کا مفہوم

مبحث اول: ہدایت کا مفہوم

مبحث دوم: گمراہی کا مفہوم

مبحث اول

ہدایت کا مفہوم

اگرچہ مقالہ کا موضوع اور عنوان گمراہی سے متعلق ہے لیکن چونکہ لغوی اور اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ہدایت اور گمراہی ایک دوسرے کی ضد ہیں لہذا تعرف الاشیاء باضدادھا کے مصداق گمراہی کی بہتر وضاحت کے لیے ہدایت کی وضاحت بھی ضروری ہے تاکہ گمراہی کا مفہوم مزید نکھر کر سامنے آسکے۔

لغوی مفہوم:

ہدایت کا لفظ اردو زبان میں مستعمل ہے جبکہ اس کے لیے عربی زبان میں ھدایہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کا مادہ ھ د ی ہے۔

اردو لغات کی روشنی میں:

- فیروز اللغات کے مطابق ہدایت سے مراد راہنمائی، رہبری، فہمائش ہے[1]۔
- فرہنگ آصفیہ میں ہدایت سے مراد راہ نمائی، رہبری، راہ دکھانا، سیدھا راستہ بتانا، راہ راست، رشد، فہمائش اور راہ نیک ہے[2]۔
- علمی اردو لغت کے مطابق ہدایت کا معنی راہ نمائی، سیدھے راستے پر لے جانا رستہ دکھانا، رہبری، فہمائش اور راہ نیک ہے[3]
- مولانا وحید الزمان قاسمی[4] ہدایت کی لغوی تفصیل کچھ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ھدی و ھدایۃ سے مراد ہدایت پانا، راہ نمائی حاصل کرنا اور صحیح راہ پر ہونا ہے۔ جیسے ھدی فلانا الطریق کسی کو راستہ بتانا۔

عربی لغات کی روشنی میں:

- تاج العروس میں ہدایت کے معنی کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے

---

1) فیروز اللغات، فیروز الدین، مولوی، فیروز سنز، پاکستان، ص:1434

2) فرہنگ آصفیہ، دہلوی، سید احمد، مولوی، اردو سائنس بورڈ، لاہور، پاکستان، ص:706

3) علمی اردو لغت، سرہندی، وارث، فصل (ہ-د)، علمی کتاب خانہ، لاہور، پاکستان، ص:1580

4) مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی (1930ء– 1995ء) عربی سے اردو لغت القاموس الوحید کے مؤلف ہیں اور آپ کا شمار دار العلوم دیوبند کے اکابر علماء و اساتذہ میں ہوتا ہے۔

(الهدى: الرشاد و الدلالة، بلطف الى ما يوصل الى المطلوب)[1]

یعنی ہدایت سے مراد لطف وکرم کے ساتھ ایسی راہ نمائی ہے جو مطلوب سے ملادے۔

- لسان العرب میں ابن منظور کے مطابق هدى سے مراد

(الهدى ضد الضلال وهو الرشادوالدلالة) ہے[2]

یعنی ہدایت الضلال کی ضد ہے اور اس سے مراد رشد اور راہ نمائی ہے۔

- المنجد کے مطابق

(هدى يهدى هدى و هدايا هدية و هداية - رشده- وهو ضد اضله)[3]

یعنی اس سے مراد رشد وہدایت ہے اور یہ گمراہی کی ضد ہے۔

- مفردات القرآن کے مطابق

(الهداية دلالة بلطف)

یعنی الهداية کے معنی لطف وکرم کے ساتھ کسی کی راہنمائی کرنے کے ہیں[4]۔

اصطلاحی مفہوم:

اصطلاحی اعتبار سے ہدایت سے مراد سیدھی راہ اختیار کرنا، اصولوں کی پابندی کرنا اور ہر کام کو کرنے کے لیے درست طریقہ اختیار کرنالیا جاتاہے۔ ہدایت یافتہ انسان اسے سمجھا جاتاہے جو ہر کام کو درست انداز سے کرنے کا عادی ہو، اصولوں کا پابند ہو اور اس سے خیر ہی بر آمد ہوتی ہو۔

ہدایت کے اصطلاحی مفہوم کے حوالے سے اہل علم حضرات کی کچھ آراء درج ذیل ہیں:

- امام جرجانی الهدایہ یعنی ہدایت کا اصطلاحی مفہوم کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

(الهدايه الدلالةعلى ما يوصل الى المطلوب وقد يقال هى سلوک طريق يوصل الى المطلوب)[5]

یعنی ہدایت سے مراد صحیح اور درست راستہ اختیار کرنا ہے جو مطلوبہ منزل تک پہنچادے۔

---

1) تاج العروس من جواھر القاموس، الزبیدی الحسینی، محمد مرتضی، الطبعۃالاولی الکویت، 1422ھ، الجزءالاربعون، ص:282

2) لسان العرب، ابن منظور، المجلد الخامس عشر، دار صادر، بیروت، ص:353

3) المنجد فی اللغۃ، معلوف لوئیس، دارالمشرق، بیروت، ص:859

4) مفردات القرآن، الاصفہانی، حسین بن محمد، ترجمہ: مولانا محمد عبدہ، اسلامی اکادمی، لاہور، پاکستان، 590/2

5) التعریفات، الجرجانی، علی بن محمد، دارالکتاب العربی، بیروت، 1405ھ، ص:250

- علامہ محمد علی تھانوی کے نزدیک ہدایت کا اصطلاحی مفہوم کچھ اس طرح ہے:

(الهداية: الدلاله على طريق يوصل الى المطلوب)[1]

یعنی ہدایت اس راستے کی طرف راہنمائی ہے جو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

- اردو شاعری میں بھی ہدایت کو گمراہی کے مقابلہ میں مثبت معنوں میں استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ جیسا کہ میر تقی میر کے اس شعر سے واضح ہے کہ ہدایت مقصود ہے اور یہ گمراہی کی ضد ہے:

مت چلا عشق کی راہ کہ کہے ہے یاں خضر

آپ ہی گمراہ ہیں ہم کس کو ہدایت کیجیے[2]

شرعی مفہوم:

ہدایت کا لفظ اللہ رب العزت کی طرف سے ملنے والی راہ نمائی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ہر وہ فرد اور اجتماعیت جو اللہ کے احکامات کی پابند ہو، اور اپنے تمام معاملات خواہ وہ انفرادی نوعیت کے ہوں یا اجتماعی نوعیت کے، انھیں اللہ تعالی کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ادا کرتے ہوں، ہدایت یافتہ کہلاتے ہیں۔

- امام ماوردی فرماتے ہیں اهدنا: معناه ارشدنا و دلنا، یعنی ہدایت سے مراد راہ نمائی ہے[3]۔
- مفتی محمد شفیع صاحب ہدایت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ ملنے کا نام ہے[4]۔
- مولانا امین احسن اصلاحی ہدایت کے مختلف معنوں میں استعمال پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ھدی کا لفظ قرآن مجید میں کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے[5]۔ اس حوالے سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

➢ **قلبی نور و بصیرت:**

قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ وَٱلَّذِينَ ٱهْتَدَوْا۟ زَادَهُمْ هُدًى ﴾[6]

"اور جو لوگ ہدایت کی راہ اختیار کرتے ہیں اللہ ان کی قلبی بصیرت میں اضافہ فرماتا ہے"

---

1) موسوعہ کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، تھانوی، محمد علی، بیروت، 1996ء، ص:1737

2) کلیات میر، تقی میر، میر، دیوان اول، حصہ اول، سن ن، غزل نمبر:599

3) النکت والعیون تفسیر الماوردی، الماوردی، علی بن محمد بن حبیب، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1/58

4) تفسیر معارف القرآن: 3/ 562

5) تدبر قرآن، اصلاحی، امین احسن، مولانا، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان، 2009ء، 1/87

6) سورۃ محمد: 47/17

- **دلیل وحجت:**

قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَٰبٍ مُّنِيرٍ ﴾[1]

"بغیر کسی علم بغیر کسی دلیل اور بغیر کسی کتاب روشن کے"

- **نشان راہ:**

قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ أَوْ أَجِدُ عَلَى ٱلنَّارِ هُدًى ﴾[2]

"یا مجھے آگ کے پاس پہنچ کر کوئی نشان راہ مل جائے"

- **سیدھا اور صاف راستہ:**

قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ﴾[3]

"بے شک تم ایک سیدھے راستے پر ہو"۔

یہیں سے یہ لفظ طریقہ اور شریعت کے معنی میں استعمال ہوا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقْتَدِهْ ﴾[4]

"پس ان کے طریقہ کی پیروی کر"

اور اسی طرح ﴿ إِنَّ ٱلْهُدَىٰ هُدَى ٱللَّهِ ﴾[5]

"اور شریعت تو بس اللہ کی کی شریعت ہے"

- **فعل ہدایت:**

قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿لَّيْسَ عَلَيْكَ هُدَىٰهُمْ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِى مَن يَشَآءُ ﴾[6]

"تمہارے ذمے ان کو ہدایت دینا نہیں ہے بلکہ اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے"

- تفسیر قرطبی کے مطابق ھدی کا معنی دلالت (راہ نمائی) ہے۔ جیسے قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِىٓ إِلَىٰ

---

1) سورۃ الحج: 22/8
2) سورۃ طہٰ: 20/10
3) سورۃ الحج: 22/67
4) سورۃ الانعام: 6/90
5) سورۃ ال عمران: 3/73
6) سورۃ البقرۃ: 2/272

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾[1] "اور بلاشبہ آپ راہ نمائی فرماتے ہیں صراط مستقیم کی طرف"[2]

- تفسیر احسن البیان (تفسیر مکی) کے مطابق ہدایت کے کئی مفاہیم ہیں، جیسے راستے کی طرف راہنمائی کرنا، رستے پر چلا دینا اور منزل مقصود تک پہنچانا وغیرہ۔ اسے عربی زبان میں توفیق، ارشاد، دلالت اور الہام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے[3]۔
- تفسیر فتح المنان (تفسیر حقانی) کے مطابق عرب کی زبان میں ہدایت کا معنی مقصود کا راستہ دکھانا یا مطلوب تک پہنچا دینا ہے[4]
- تفسیر ضیاء القرآن کے مطابق ہدایت کا معنی ہے لطف و عنایت سے کسی کو منزل مقصود تک پہنچانا، یعنی الهداية دلالة بلطف[5]
- تفسیر السعدی کے مطابق الھدی وہ چیز ہے جس کے ذریعے گمراہی اور شبہات کی تاریکی میں راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے اور جو فائدہ مند راستوں پر گامزن ہونے میں راہنمائی فراہم کرے[6]
- تفسیر بصیرت قرآن کے مطابق ھدی کا معنی منزل کی راہ بتانا، منزل تک پہنچا دینا، ہدایت ، راہ نمائی ہے[7]۔

مترادفات:

عربی اور اردو زبانوں میں مستعمل ہدایت کے چند مترادفات کی تفصیل درج ذیل ہے:

الرشد:

ہدایت کے مترادف کے طور پر عربی زبان میں رشد استعمال ہوتا ہے جس کا مادہ ر ش د ہے۔ مصباح اللغات میں رشد رشدا او رشادا کا معنی ہدایت پانا، راہ راست پر چلنا، الرشد کا معنی ہدایت، راہ راست اور الرشید کا

---

1) سورۃ الشوریٰ:42/52
2) تفسیر قرطبی، قرطبی، محمد بن احمد، ترجمہ: پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2012ء، 1/177
3) تفسیر احسن البیان، یوسف، صلاح الدین، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، ص5
4) تفسیر حقانی (فتح المنان)، حقانی، عبد الحق، مولانا، مرکز علم و ادب، کراچی، پاکستان، 1/256
5) تفسیر ضیاء القرآن، الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، 1995ء، 1/25
6) تفسیر السعدی، السعدی، عبد الرحمن، الشیخ، دار السلام، پارہ نمبر 1، ص:74
7) تفسیر بصیرت قرآن، قاسمی، محمد آصف، مولانا، مکتبہ بصیرت قرآن، کراچی، پاکستان، 1/28

معنی سیدھے راستے پر چلنے والا اور ہدایت یافتہ بیان کیا گیا ہے[1]۔ قاموس القران میں رشد اور رشاد کا معنی نیکی، راستی، بھلائی، سمجھ بوجھ بیان کیا گیا ہے۔[2]

اس ضمن میں کچھ قرآنی مثالیں درج ذیل ہیں:

- ﴿وَٱذۡكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلۡ عَسَىٰٓ أَن يَهۡدِيَنِ رَبِّي لِأَقۡرَبَ مِنۡ هَٰذَا رَشَدٗا﴾[3]

"اور اپنے رب کو یاد کر جب تو بھول جائے اور کہہ امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے قریب تر بھلائی کی **ہدایت** دے گا"۔

- ﴿لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِۖ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّ﴾[4]

"دین میں کوئی زبردستی نہیں، بلاشبہ **ہدایت** گمراہی سے صاف واضح ہو چکی"۔

الدّلالۃ:

عربی زبان میں الدلالۃ کا لفظ بھی ہدایت کے مترادف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جس سے مراد کسی طرف راہنمائی کرنا ہے۔ الدالالۃ کا مادہ د ل ل ہے۔ مصباح القرآن میں الدلالۃ کے معنی کی تفصیل کے بیان میں راہ نمائی کا لفظ بھی ذکر کیا گیا ہے جو کہ ہدایت کے مترادفات میں سے ایک ہے[5]۔ اور قاموس القران کے مطابق دلیل کا معنی راہ نما اور نشانی ہے جو کہ دلالۃ سے صفت مشبہ ہے جس کی جمع ادلۃ ہے[6]۔

اس ضمن میں کچھ قرآنی مثالیں درج ذیل ہیں:

- ﴿هَلۡ أَدُلُّكُمۡ عَلَىٰٓ أَهۡلِ بَيۡتٖ يَكۡفُلُونَهُۥ﴾[7]

"کیا میں راہنمائی کروں تمہاری ایک گھر والوں پر (جو) پرورش کریں اس کی تمہارے لیے"

- ﴿هَلۡ أَدُلُّكُمۡ عَلَىٰ تِجَٰرَةٖ تُنجِيكُم مِّنۡ عَذَابٍ أَلِيمٖ﴾[8]

---

1) مصباح اللغات، بلیاوی، عبدالحفیظ، مولانا، المصباح، لاہور، پاکستان، ص:293

2) قاموس القرآن، میرٹھی، زید العابدین، قاضی، دارالاشاعت، کراچی، 2011ء، ص: 249

3) سورۃ الکھف: 18/24

4) سورۃ البقرۃ: 2/256

5) مصباح القرآن، طاہر، عبدالرحمان، پروفیسر، بیت القرآن، لاہور، پاکستان، 2011ء، پارہ 16، ص:116

6) قاموس القرآن، ص:37

7) سورۃ القصص: 28/12

8) سورۃ الصف: 61/10

"کیا میں راہنمائی دوں تمہیں ایک (ایسی) تجارت پر (جو) نجات دے تمہیں دردناک عذاب سے"

- ﴿ هَلۡ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ ٱلۡخُلۡدِ ﴾[1]

"کیا میں دلالت کروں تجھے ہمیشگی کے درخت پر"

الْفَهْم:

دیگر مترادفات کی طرح فہم کا لفظ بھی ہدایت کے مترادف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔یعنی جب یہ کہا جائے کہ "اس معاملہ کی فہمائش درکار ہے" تو گویا کہ اس سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ اس معاملہ پر ہدایت درکار ہے تاکہ اسے درست طور پر سمجھا جاسکے۔ اردو زبان کی مستند و مشہور لغت علمی اردو لغت کے مطابق فہمائش کا لفظ ہدایت کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے [2]۔ تاج العروس میں فہم کی تفصیل کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

(الفهم: تصور المعنى من اللفظ، وجودة الذهن من جهة تهيئه لاقتناص مايردعليه من المطالب)[3]

"یعنی فہم سے مراد لفظ کو دیکھ کر اس کے معنی کو سمجھنا اور ایسی معیاری ذہنی صلاحیت ہے جو لفظ کے اس معنی کو گرفت میں لے سکے جو مطلوب ہے"

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ کچھ اس طرح سے آیا ہے:

﴿ فَفَهَّمۡنَٰهَا سُلَيۡمَٰنَ ﴾[4]

"سو ہم نے سمجھادیا وہ معاملہ سلیمانؑ کو"

المَعْرِفَةُ:

معرفت کا لفظ بھی ہدایت کے مترادف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔کسی چیز کی پہچان حاصل ہونا یا صحیح ادراک ہونا معرفت کہلاتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ علم اصل میں اللہ کی معرفت حاصل ہونے کا نام ہے۔یعنی وہی شے علم کہلانے کی مستحق ہے جو اللہ کی پہچان کروادے۔ معرفت کو ہدایت کی ایک قسم بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہ بھی ایک طرح کی ہدایت اور راہ نمائی ہی ہے کہ انسان کسی چیز کی حقیقت کو پہچان لے۔ جیسا کہ تاج العروس میں ہے کہ

---

1) سورۃ طٰہٰ: 20/12

2) علمی اردو لغت، ص:1580

3) تاج العروس، الجزء الثالث والثلاثون، 1421ھ، ص:224

4) سورۃ الانبیاء: 21/79

معرفة البشر للہ تعالی ھو تدبرآثارہ دون ادراک ذاتہ[1] یعنی آدمی کے لیے اللہ تعالی کی معرفت جو اس کی ذات کا ادراک نہ ہونے کے باوجود اس کی نشانیوں پر غور کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس لفظ کا استعمال موجود ہے۔ جیسا کہ یہ فرمان باری تعالیٰ:

﴿تَرَىٰٓ أَعۡيُنَهُمۡ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُواْ مِنَ ٱلۡحَقِّ﴾[2]

”آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلتے ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے ہیں“

---

1) تاج العروس، الجزء الرابع والعشرون، 1408ھ، ص:133

2) سورۃ المائدۃ:5/73

مبحث دوم

گمراہی کا مفہوم

لغوی مفہوم:

گمراہی کا لفظ اردو زبان میں مستعمل ہے جبکہ اس کے لیے عربی زبان میں الضلال کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کا مادہ ض ل ل ہے۔

اردو لغات کی روشنی میں:

- علمی اردو لغت کے مطابق گمراہی گمراہ کا اسم کیفیت ہے جبکہ اسی لغت میں گمراہ کا معنی بھٹکنے والا، راستہ بھولا ہوا، بد دین اور منحرف دیا گیا ہے[1]۔
- گمراہی کے لفظ کی تفصیل فرہنگ آصفیہ کے مطابق بے راہی، کج روی، انحراف، روگردانی، بد دینی، لامذہبی اور بدعت ہے[2]
- مولوی فیروز الدین گمراہی کا معنی یوں بیان فرماتے ہیں: بے راہی، کجروی، انحراف، بے دینی، بدعت، گم شدہ، کھویا ہوا یا ضائع شدہ، بھولا ہوا، مفرور، بھاگا ہوا اور حواس باختہ[3]
- مولانا وحید الزمان قاسمی نے گمراہی کی لغوی تفصیل یوں بیان فرمائی ہے: ضل ضللا و ضلالۃ بمعنی ضل اضلہ: گمراہ کرنا، چھپانا، ضائع کرنا، ہلاک وبرباد کرنا، غائب کرنا۔ اسی طرح الضلالہ الضلال: بے راہ روی اور گمراہی[4]

عربی لغات کی روشنی میں:

- تاج العروس کے مطابق لفظ الضلال کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(الضلال: ضد الهدى والرشاد، الضلال فقد ما يوصل الى المطلوب، وقيل: سلوک طريق لا يوصل الى المطلوب)[5]

---

1) علمی اردو لغت، ص:1239

2) فرہنگ آصفیہ، 4/ 7

3) فیروز اللغات، ص:1105

4) القاموس الوحید، ص:975

5) تاج العروس، الجزء التاسع والعشرون، ص:283

یعنی گمراہی رشد وہدایت کی ضد ہے، مطلوب تک پہنچنے کا راستہ کھو دینا / گم کر دینا گمراہی ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایسے راستے پر چلنا جو مطلوب تک نہ جاتا ہو گمراہی ہے۔

- ابن منظور فرماتے ہیں:

(الضلال والضلالة: ضد الهدى والرشاد) یعنی گمراہی رشد وہدایت کی ضد ہے۔ اس کے ایک معنی بے خبر اور ناواقف ہونے کے بھی ہیں، جیسے ضللت المسجد والداراذالم تعرف موضعها یعنی اگر تم مسجد اور گھر کی جگہ سے واقف نہ ہو تو یوں کہو گے کہ میں مسجد اور گھر سے ناواقف رہا(1)۔

- مفردات القرآن کے مطابق:

(الضلال العدول عن الطريق المستقيم ويضاده الهداية)(2)

یعنی ضلال کا معنی سیدھی راہ سے ہٹنے کے ہیں۔ اور یہ ہدایت کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے۔

- المنجد میں ضل کی تفصیل کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

(ضلالاوضلالة: ضد اهتدى اى جار عن دين او حق او طريق فهو ضال)(3)

یعنی گمراہی ہدایت کی ضد ہے یعنی دین، حق اور راستہ سے ہٹنا گمراہی ہے۔

اصطلاحی مفہوم:

گمراہی کی اصطلاح راستہ بھٹکنے کے معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ گمراہ انسان اسے ہی کہا جاتا ہے جو کسی قاعدہ اور ضابطے کا پابند نہ ہو، بنیادی اخلاقی اصولوں کی پابندی نہ کرتا ہو اور اس کی ذات خیر کی بجائے شر کا سرچشمہ ہو۔ گمراہی کے اصطلاحی مفہوم کی وضاحت کے لیے چند اہل علم حضرات کی آراء درج ذیل ہیں:

- امام جرجانی الضلال یعنی گمراہی کا اصطلاحی مفہوم کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

(الضال المملوك الذى ضل الطريق الى منزل مالكه من غير قصد)(4)

یعنی غلام کا اپنے مالک کی طرف سے مقرر کردہ مقام کی طرف جانے والے راستے سے غیر ارادی طور پر بھٹک جانا گمراہی کہلاتا ہے۔

---

1) لسان العرب، ص:390

2) مفردات القرآن:5/2

3) المنجد فی اللغۃ، ص:452

4) التعریفات، ص:199

- علامہ محمد علی تھانوی کے نزدیک گمراہی کا اصطلاحی مفہوم کچھ اس طرح ہے:

(الضلال فی مقابلة الهدی، الضلال ان لا يجد السالک الی مقصده طريقا اصلا)(1)

یعنی گمراہی کا لفظ ہدایت کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے، اور راہ چلنے والے کو منزل کی طرف جانے والا اصل راستہ نہ ملنا گمراہی کہلاتا ہے۔

- پیر کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں کہ عام طور پر ضلالت کا یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے کہ راہ راست سے بھٹک جانا، گمراہ ہونا، عقیدہ و عمل میں غلط راستہ اختیار کرنا۔ ضلالت کا لفظ غفلت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ایسا درخت جو کسی وسیع صحرا میں تنہا کھڑا اور مسافر اس کے ذریعے اپنی منزل کا سراغ لگائیں اس کو بھی عربی میں الضال کہتے ہیں۔ اسی طرح حیران اور محبت میں وارفتہ بھی اس کے معنی میں سے ہیں(2)

- اردو شاعری میں بھی گمراہی کو سیدھے راستے سے بھٹکنے کے معنوں میں استعمال کیا جاتا رہا ہے جیسا کہ منیر نیازی کے اس شعر سے واضح ہے کہ سیدھے راستے سے بھٹک جانا گمراہی ہے جو کہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے:

راہبر میرا بنا گمراہ کرنے کے لیے

مجھ کو سیدھے راستے سے دربہ در اس نے کیا(3)

شرعی مفہوم:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کردہ سیدھے راستے یعنی صراط مستقیم کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلنا گمراہی کہلاتا ہے۔ خواہ فرد ہو یا اجتماعیت جو بھی اللہ رب العزت کے احکامات کی پابندی نہیں کرتا اور اپنے معاملات کو ادا کرنے میں اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ کے خلاف چلتا ہے، گمراہ کہلاتا ہے۔ گمراہی کے شرعی مفہوم کے بارے میں چند آراء درج ذیل ہیں:

- امام ماوردی کے مطابق الضلال ضد الهدی یعنی گمراہی ہدایت کی ضد ہے(4)۔
- امام قرطبی فرماتے ہیں کہ الضلال کا معنی ہے "حق کے راستے سے دور چلے جانا"(5)

---

1) موسوعہ کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، ص:1119
2) تفسیر ضیاء القرآن: 5/589
3) منتخب اشعار، منیر نیازی، ریختہ اردو ویب سائیٹ
4) النکت والعیون: 1/61
5) تفسیر قرطبی، 1/167

- مولانا عبد الرحمان کیلانی لفظ گمراہی کے حوالہ سے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ضل کے درج ذیل چھ معنی ہیں:

➢ **راستہ گم کر دینا یا کھو دینا:** کسی شخص کا اس طرح راہ گم کر دینا کہ راستہ کا نشان گم ہو جائے یا ایک راستے کے کئی راستے بن جائیں اب وہ اس سوچ میں ہو کہ کون سا راستہ اختیار کرے۔

➢ **کسی غلط راستے پر جا پڑنا (سہوا):** اگر یہ غلط راستے پر پڑنا غیر ارادی طور پر غلطی سے ہوا ہو تو اس صورت میں ضل کے معنی بھولنا ہونگے۔ جیسے قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿أَن تَضِلَّ إِحۡدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحۡدَىٰهُمَا ٱلۡأُخۡرَىٰ﴾[1] یعنی ان دونوں میں سے اگر ایک بھولے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔

➢ **کسی غلط راستے پر جا پڑنا (عمدا):** اگر یہ غلط راستے پر پڑنا اور سیدھے راستے سے ہٹ جانا ارادی طور پر یعنی عمدا ہو تو یہ گناہ ہے جیسے قرآن مجید میں ہے کہ ﴿غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ﴾[2] یعنی نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ہی گمراہوں کا۔ اور احادیث سے واضح ہے کہ مغضوب سے مراد یہودی اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔

➢ **اپنا وجود کھو کر کسی دوسری چیز میں مل جانا:** جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کا یہ قول بیان فرمایا کہ ﴿أَءِذَا ضَلَلۡنَا فِي ٱلۡأَرۡضِ أَءِنَّا لَفِي خَلۡقٖ جَدِيدِۭ﴾[3] یعنی جب ہم زمین میں مل کر زمین ہی بن جائیں گے تو کیا از سر نو پیدا ہوں گے؟

➢ **ایسا کام جس کا کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہو رہا ہو:** یعنی جس مقصد کے لیے کوئی کام کیا جائے وہ پورا نہ ہو۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ٱلَّذِينَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا﴾[4] یعنی ایسے لوگ جن کی کوشش دنیا میں برباد ہوگئی اور وہ سمجھ رہے ہیں گویا وہ اچھے عمل کر رہے۔

➢ **کسی کی محبت میں فریفتہ ہونا:** جیسا کہ برادران یوسفؑ کا اپنے والد کے بارے میں قول جسے اللہ

---

1) سورۃ البقرۃ: 2/282

2) سورۃ الفاتحہ: 1/7

3) سورۃ السجدۃ: 32/10

4) سورۃ الکھف: 18/104

تعالیٰ نے اس طرح ذکر فرمایا ہے﴿تَٱللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَٰلِكَ ٱلۡقَدِيمِ﴾[1] یعنی اللہ کی قسم تم تو یوسف کی اسی پرانی محبت میں مبتلا ہو[2]۔

- مفتی احمد یار خان نعیمی کے مطابق ضال کے پانچ معنی ہیں۔ کافر و گمراہ، بے خبر، ناواقف، کھویا ہوا یا گم شدہ، نشان ہدایت جیسے اونچا درخت یا بلند عمارت جو مسافر کے لیے رہبر ہو[3]
- مولانا مودودی کے مطابق یہ لفظ بہت سے معنوں میں استعمال ہوا ہے جیسے راستہ نہ جاننا، کھویا ہوا، ضائع ہونا اور غفلت وغیرہ۔ اس کا ایک معنی گمراہی بھی ہے[4]۔

مترادفات:

عربی و اردو زبانوں میں مستعمل گمراہی کے چند مترادفات درج ذیل ہیں:

الغی:

عربی زبان میں گمراہی یعنی ضلال کے مترادف کے طور پر غی یا غوی کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جس کا مادہ غ و ی ہے۔ قاموس القران کے مطابق غی سے مراد گمراہی اور ضلالت ہے[5]۔ اس ضمن میں کچھ قرآنی مثالیں درج ذیل ہیں:

- ﴿ لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِۖ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّ﴾[6]

  "دین میں کوئی زبردستی نہیں، بلاشبہ ہدایت **گمراہی** سے صاف واضح ہو چکی"۔
- ﴿ قَالَ لَهُۥ مُوسَىٰٓ إِنَّكَ لَغَوِيّٞ مُّبِينٞ ﴾[7]

  "موسیٰؑ نے اس سے کہا کہ تو تو صریح **گمراہی** میں ہے"

---

1) سورۃ یوسف: 12/95
2) تیسیر القرآن: 4/ 657
3) تفسیر نور العرفان، نعیمی، احمد یار خان، مفتی
4) تفسیر تفہیم القرآن، مودودی، ابوالاعلی، سید، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، پاکستان، 6/372
5) قاموس القرآن، ص: 376
6) سورۃ البقرۃ: 2/256
7) سورۃ القصص:28/18

- ﴿ وَإِن يَرَوۡاْ سَبِيلَ ٱلۡغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلٗاۚ ﴾[1]

"اور اگر **گمراہی** کا راستہ دیکھیں تو اسے اپنا طریقہ بنالیں"

انحراف:

اردو زبان و ادب میں انحراف کا لفظ گمراہی کے مترادف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے راہ سے ہٹے ہوئے کے لیے منحرف کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دین کے مسلمہ احکامات اور طریقہ سے ہٹ کر کسی نئی راہ پر چلنا بدعت اور بنیادی تعلیمات سے انحراف کہلاتا ہے۔ علمی اردو لغت میں لفظ گمراہ کی لغوی بحث کے ضمن میں منحرف کا لفظ بھی ذکر کیا گیا ہے[2]۔ عربی زبان میں اس معنی میں استعمال ہونے والا لفظ التحریف ہے جس کا مادہ ح ر ف ہے۔ تحریف سے مراد بھی موقع و محل سے ہٹا ہوا ہونے کے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ يُحَرِّفُونَ ٱلۡكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ ﴾[3]

"یہ لوگ کلمات کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں"

عدول:

عدول کا لفظ بھی گمراہی کے مترادف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ بھی مطلوبہ راستے سے بھٹکنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حکم عدولی کا معنی ہے دیے گئے حکم سے ہٹ جانا اور اس کے خلاف عمل کرنا۔ فیروز اللغات میں عدول کا معنی منہ پھیر لینا، انکار اور روگردانی بیان کیا گیا ہے[4]۔ قرآن مجید بھی اس لفظ کا استعمال ہوا ہے، جیسے:

﴿ فَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلۡهَوَىٰٓ أَن تَعۡدِلُواْۚ ﴾[5]

"پس تم خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ حق سے ہٹ جاؤ"

الکفر:

اصطلاحی اعتبار سے کفر کا لفظ بھی گمراہی کے مترادف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کفر کی اصطلاح "حق کا

---

1) سورۃ الاعراف: 7/146

2) علمی اردو لغت، ص:1239

3) سورۃ النساء:4/46

4) فیروز اللغات، ص:1105

5) سورۃ النساء:4/135

انکار" کرنے کے معنی میں بھی استعمال کی جاتی ہے، اور حق کا انکار کرنا گمراہی ہے۔ مولانا مودودی اس آیت مبارکہ ﴿ قُتِلَ ٱلۡإِنسَٰنُ مَآ أَكۡفَرَهُۥ ﴾[1] کا ترجمہ اور تفسیر کچھ یوں بیان فرماتے ہیں کہ "لعنت ہو انسان پر کیسا سخت منکر حق ہے یہ"، اس جگہ کفر سے مراد حق کا انکار بھی ہے، اپنے محسن کے احسانات کی ناشکری بھی اور اپنے خالق و مالک کے مقابلے میں باغیانہ روش بھی[2]

خلاصہ بحث:

عربی و اردو لغات اور اہل علم کی آرا کے مطابق ہدایت کے لفظ کا بنیادی معنی راہ نمائی ہے۔ ہر وہ شے جو منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے درکار ہو یا ممد و معاون ہو، ہدایت کے زمرے میں آتی ہے۔ الغرض یہ کہ کسی معاملے کا ایسا فہم حاصل ہونا اور مطلوب و مقصود کو حاصل کرنے کے لیے ایسی راہ نمائی کا حاصل ہونا جس میں لطف و کرم یعنی خیر خواہی، محبت اور مہربانی کے جذبات شامل ہوں ہدایت کہلاتی ہے۔ اور رشد، فہم اور معرفت وغیرہ کے الفاظ ہدایت کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح گمراہی کا معنی اصل مطلوب و مقصود راستہ سے ہٹنا ہے اور یہ لفظ ہدایت کا متضاد ہے۔ اردو زبان و ادب اور لغت کے اعتبار سے گمراہی کا لفظ منفی اور ناپسندیدہ معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے انحراف، بے راہ روی وغیرہ جیسے الفاظ اس کی منفیت میں مزید زور پیدا کرتے ہیں۔ جبکہ عربی زبان میں دیکھا جائے تو اس لفظ میں کافی وسعت پائی جاتی ہے اور مطلوبہ راستے سے ہٹنے اور بھٹک جانے کو صرف اسی وقت منفی معنی میں لیا جاتا ہے جب یہ انحراف یا بھٹکنا ارادی طور پر یا سرکشی پر مبنی ہو بصورت دیگر اگر صورت حال راہ حق کی تلاش یا ناواقفیت و معصومیت پر مبنی ہو تو لفظ تو گمراہی یا ضلال کا ہی استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس میں اس طرح کی شدید منفیت نہیں پائی جاتی جیسا کہ اردو زبان میں گمراہی کے لفظ کے استعمال میں پائی جاتی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اردو زبان میں اس سے کم شدت کے الفاظ جیسے بھٹک جانا، کھو جانا یا گم ہو جانا استعمال کیے جاتے ہیں۔

---

1) سورۃ عبس: 80/17

2) تفہیم القرآن: 6/256

فصل دوم
تصور ہدایت و گمراہی

مبحث اول: قرآن و سنت کی روشنی میں تصور ہدایت

مبحث دوم: قرآن و سنت کی روشنی میں تصور گمراہی

مبحث اول

قرآن وسنت کی روشنی میں تصور ہدایت

قرآن مجید میں ھ د ی مادہ کے تحت ہدایت کا لفظ تقریبا 316 مرتبہ آیا ہے[1] اور اگر ہدایت کے مترادفات کی تعداد کو بھی ساتھ ملایا جائے تو یہ تعداد اس سے بھی آگے بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ کی بھی ایک کثیر تعداد ہے جس میں ہدایت کے موضوع کو بیان کیا گیا ہے۔ ابتدائے انسانیت سے ہی اللہ تعالی کی طرف سے یہ واضح کر دیا گیا اس دنیا میں انسان مختصر مدت کے لیے آیا ہے اور مختصر قیام دنیوی کے دوران انسان کو بے یار و مدد گار نہیں چھوڑا گیا بلکہ اس پر واضح کر دیا گیا کہ اس کے پاس مسلسل اللہ کی طرف سے ہدایت آتی رہے گی۔ کامیابی اس پر عمل کرنے میں ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿قَالَ ٱهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيعَۢاۖ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوّٞۖ فَإِمَّا يَأۡتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدٗى فَمَنِ ٱتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشۡقَىٰ﴾[2]

"اللہ تعالی نے فرمایا کہ نیچے اترو یہاں سے تم دونوں، تم ہو گے دشمن ایک دوسرے کے پھر اگر پہنچے ہدایت تمہیں میری جانب سے تو جو کرے گا پیروی ہدایت میری کی وہ گمراہ نہیں ہو گا اور نہ گرفتار ہو گا کسی مشکل میں"

جیسا کہ اس روایت سے بھی واضح ہے:

"من اتبع كتاب الله هداه الله من الضلالة، ووقاه سوء الحساب يوم القيامة، وذلك أن الله يقول: (فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلا يَضِلُّ وَلا يَشْقَى)"[3]

"جس نے اللہ کی کتاب کا اتباع کیا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں گمراہی سے ہدایت دیں گے اور قیامت کے دن اس کو برے حساب سے بچائیں گے اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فمن اتبع هدای فلا یضل ولا یشقی"

قرآن مجید جہاں ہدایت کی اہمیت اور قدر و قیمت کی طرف اشارہ کرتا ہے وہاں اس بات کو بھی بیان کرتا ہے کہ ہدایت کا اصل سرچشمہ اور مالک کون ہے یعنی ہدایت دینے کا اختیار کس کے پاس ہے۔ اسی طرح یہ بھی بیان کرتا ہے کہ وہ کون سے ذرائع ہیں جن کے ذریعہ سے ہدایت ملتی ہے اور وہ کون سے عوامل ہیں جو ہدایت کی راہ میں

---

1) http://corpus.quran.com/qurandictionary.jsp?q=hdy (19 July 2020, 10:15 pm)

2) سورۃ طٰہ: 20/123

3) کنز العمال، 1/198 (حکم الالبانی: ضعیف جدا، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، 10/33)

رکاوٹ ہیں۔

ہدایت کی ضرورت اور اہمیت:

ہدایت انسانی زندگی میں بنیادی اہمیت کی حامل انتہائی ضروری چیز ہے جس کے بغیر کوئی خیر اصلا خیر نہیں ہے بلکہ دھوکہ ہے اور تباہی و بربادی ہے۔ قرآن مجید میں جابجا اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ جیسے دولت کے ساتھ اگر ہدایت میسر نہیں ہے تو دولت وبال ہے، اس کی مثال قارون ہے۔ حکومت کے ساتھ ہدایت نہیں ہے تو ایسی حکومت باعث تباہی ہے، اس کی مثال فرعون ہے۔ اور اسی طرح اگر علم کے ساتھ ہدایت نہیں ہے، تو ایسا علم وبال ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کے علماء سوء۔ یعنی ہدایت ہی وہ بنیادی شے ہے جو مغفرت و بخشش کی ضمانت ہے اور اس کے بغیر رضا ربانی کا حصول ناممکن ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا ثُمَّ ٱهْتَدَىٰ ﴾[1]

"اور بیشک میں بڑا بخشنے والا ہوں اس کو جس نے توبہ کی، اور وہ ایمان لایا اور اس نے عمل کیا نیک، پھر ہدایت پر رہا"

قرآن مجید کے آغاز میں ہی انتہائی خوبصورت دعائیہ انداز میں جو چیز مانگنے کا طریقہ سکھایا گیا وہ سیدھے راستے کی ہدایت ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ ﴾[2]

"ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما"

مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ "اِهدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ایک جامع اور اہم ترین دعا ہے جو انسان کو سکھلائی گئی ہے، کوئی فرد اس سے بے نیاز نہیں، دین اور دنیا دونوں میں صراط مستقیم کے بغیر فلاح و کامیابی نہیں دنیا کی الجھنوں میں بھی صراط مستقیم کی دعا نسخہ اکسیر ہے مگر لوگ توجہ نہیں کرتے"[3]۔

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے:

((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ- فقيل له في ذلك. فقال:إِنَّهُ لَيْسَ آدَمِيٌّ إِلاَّ وَقَلْبُهُ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللهِ، فَمَنْ شَاءَ أَقَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَزَاغَ)) [4]

---

1) سورۃ طہٰ:20/82

2) سورۃ الفاتحہ:1/6

3) تفسیر معارف القرآن:1/91

4) سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، البانی، محمد ناصر الدین، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض، 1422ھ- 2002م، حدیث:2091

” اے دلوں کو الٹ پلٹ کرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ “جب آپ ﷺ سے اس دعا کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا” :ہر آدمی کا دل ہوتا ہے درمیان دو انگلیوں کے اللہ کی، وہ جسے چاہے (ہدایت پر) ثابت رکھے اور جس کو چاہے گمراہ کر دے“

ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا:

((وَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِهُدَاكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ))[1]

”اللہ کی قسم، اگر تیری راہنمائی سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دیدے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹ (جو بہت قیمتی اور عزیز ہوتے ہیں) سے بہتر ہے“

مسنون دعاؤں میں بھی اللہ کے نبی ﷺ کی طرف سے بار بار ہدایت مانگنے کی ترغیب دینا ہدایت کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے[2]۔

ہدایت کے درجات:

تفسیر معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع صاحب ہدایت کے مختلف درجات کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

- **پہلا درجہ:**

ہدایت کا پہلا درجہ عام ہے، جو کائنات و مخلوقات کی تمام اقسام جمادات، نباتات اور حیوانات وغیرہ کے لیے ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُۥ ثُمَّ هَدَىٰ﴾[3]

” اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اس کی خلقت عطا فرمائی پھر اس خلقت کے مناسب اس کو ہدایت دی“۔

اسی عام ہدایت کا نتیجہ ہے کہ جو چیز جس کام کے لیے بنادی گئی ہے وہ اس کو انتہائی خوبی کے ساتھ ادا کر رہی۔ زبان سے نکلنے والی آواز کو ناک اور آنکھ نہیں سمجھ سکتے، یہ فریضہ اللہ تعالیٰ نے کانوں کے

---

1) سنن ابي داود، سلیمان بن اشعث، ابوداؤد، امام، كِتَاب الْعِلْمِ، باب فَضْلِ نَشْرِ الْعِلْمِ، حدیث:3661

2) جیسا کہ اس روایت کے الفاظ سے واضح ہے: رَبِّ أَعِنِّي وَلاَ تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي وَلاَ تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي وَلاَ تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي وَيَسِّرِ الهُدَى لِي، وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ، رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ شَكَّارًا، لَكَ ذَكَّارًا، لَكَ رَهَّابًا، لَكَ مِطْوَاعًا، لَكَ مُخْبِتًا، إِلَيْكَ أَوَّاهًا مُنِيبًا، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَأَجِبْ دَعْوَتِي، وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاهْدِ قَلْبِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ صَدْرِي۔ سنن الترمذی، کتاب: الدعوات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب: فِي دُعَاءِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، حدیث:3551

” ـــــــــــــــــــ ہدایت دے میرے دل کو، اور میرے سینے سے کھوٹ کینہ حسد نکال دے“

3) سورۃ طٰہٰ: 20/50

حوالے کیا ہے۔ اسی طرح کان سے دیکھنے یا سونگھنے اور ناک سے سننے کا کام نہیں لیا جا سکتا۔

- **دوسرا درجہ:**

ہدایت کا دوسرا درجہ ان چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے جو ذوی العقول کہلاتی ہیں۔ یعنی انسان اور جن، یہ ہدایت آسمانی کتابوں اور انبیاء کے ذریعہ ہر انسان کو پہنچتی ہے۔ پھر کوئی اسے قبول کر کے مومن ہو جاتا ہے اور کوئی رد کر کے کافر قرار پاتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں انبیاء کرامؑ کو ہادی قرار دیا گیا ہے، وہ اسی دوسرے درجے کے اعتبار سے ہے۔ جیسے یہ ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ وَجَعَلْنَٰهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا ﴾[1]

"اور ہم نے انھیں پیشوا بنا دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے"

- **تیسرا درجہ:**

ہدایت کا تیسرا درجہ مومنین و متقین کے ساتھ خاص ہے، اسے توفیق بھی کہتے ہیں۔ یعنی ایسے اسباب اور حالات پیدا کر دینا کہ قرآنی ہدایات کا قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا آسان اور ان کی خلاف ورزی دشوار ہو جائے۔ اس تیسرے درجے کی وسعت غیر محدود اور اس کے درجات غیر متناہی ہیں۔ اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ اس درجہ ہدایت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہی وہ میدان ہے جہاں ہر بڑے سے بڑے نبیؑ و رسولؑ اور ولی اللہ آخری عمر تک زیادتی ہدایت و توفیق کے طالب نظر آتے ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ ٱهْتَدَوْا۟ زَادَهُمْ هُدًى ﴾[2]

"اور وہ لوگ جو ہدایت پر ہیں اللہ نے ان کی ہدایت میں اور اضافہ کر دیا ہے"۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَٱلَّذِينَ جَٰهَدُوا۟ فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾[3]

"اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے ہم لازماً ان کی راہنمائی کریں گے اپنے راستوں کی طرف"

ہدایت کے یہ درجات ترتیبی نوعیت کے ہیں، یعنی جو پہلے درجہ کی ہدایت سے محروم ہوا اسے دوسرا درجہ

---

1) سورۃ الانبیاء: 21/73

2) سورۃ محمد: 47/17

3) سورۃ العنکبوت: 29/69

نہیں مل سکتا، بلکہ وہ شرعی طور پر مکلف بھی نہیں ہوتا۔ اور جسے دوسرا درجہ حاصل نہ ہو وہ تیسرا درجہ حاصل نہیں کر سکتا[1]۔

درجات ہدایت کے تفصیلی بیان کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہدایت ایک ایسی چیز ہے جو سب کو حاصل بھی ہے اور اس کے مزید درجات عالیہ حاصل کرنے سے کسی بڑے سے بڑے انسان کو بھی استغناء حاصل نہیں ہے۔ نیز زیر تجزیہ موضوع کی مناسبت سے اس مبحث میں ہدایت کے صرف اسی پہلو پر روشنی ڈالی جائے گی جس کا تعلق دوسرے اور تیسرے درجے کی ہدایت سے ہے، تاکہ غیر ضروری طوالت سے بچتے ہوئے مقالہ کا مطلوبہ ہدف حاصل کیا جاسکے۔ مزید یہ کہ دوسرے اور تیسرے درجہ کی ہدایت کے بیان میں بھی تیسرے درجہ کی ہدایت پر خصوصی توجہ دی جائے گی کیونکہ اس کا تعلق اعمال صالحہ، گمراہی کی نفی اور اللہ کے قرب کے درجات عالیہ حاصل کرنے سے ہے۔

سرچشمہ ہدایت:

ہدایت کا اصل سرچشمہ اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ وہی ہدایت کا مالک و مختار ہے اور ہر کوئی ہدایت کے لیے اسی کا محتاج ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ قُلْ هَلْ مِن شُرَكَآئِكُم مَّن يَهْدِيٓ إِلَى ٱلْحَقِّ ۚ قُلِ ٱللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ ﴾[2]

"ان سے پوچھئے کہ ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے جو حق کی طرف راہنمائی کر سکے؟ آپ کہیے کہ اللہ ہی ہے جو حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے"

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مولانا عبد الرحمن کیلانی فرماتے ہیں:

"ہدایت انسان کی اہم ضرورت ہے اور وہ صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔ ہدایت حق سے مراد زندگی گزارنے کا وہ صحیح راستہ ہے جس سے انسان کو ہر شعبہ حیات مثلاً تہذیب، اخلاق، تمدن و معاشرت، حکومت و سیاست، معرفت و روحانیت، معیشت و کسب حلال وغیرہ کے متعلق ایسے اصول بتلا دیئے جائیں جن میں فرد اور معاشرہ میں سے ہر ایک کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت ملحوظ رکھی گئی ہو اور ظاہر ہے کہ ایسی ہدایت، بے جان اور بے سمجھ معبود تو کجا سمجھ دار معبود بھی نہیں دے سکتے۔ ایسی جامع ہدایات کے لیے جس قدر وسیع علم و حکمت کی ضرورت ہے وہ اللہ کے علاوہ کسی کے پاس موجود نہیں اور اگر کوئی انسان یا سربراہ مملکت یا کوئی ادارہ ایسی ہدایات دینا بھی چاہے تو اس پر اس کی

---

1) تفسیر معارف القرآن: 1/88

2) سورۃ یونس: 10/35

اپنی قوم اور اپنے ماحول کے تاثرات وتعصبات کی چھاپ ضرور موجود ہو گی بس اللہ ہی کی ایک ایسی ذات ہے جس کی نظروں میں سب مخلوق اور سارے انسان یکساں ہیں لہٰذا وہی ایسی ہدایات اور احکام دینے کا حقدار ہے"[1]

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يَهْدِ ٱللَّهُ فَهُوَ ٱلْمُهْتَدِ ﴾[2]

"اور جسے اللہ ہدایت دیتا ہے بس وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے"

یعنی خدا کی توفیق و دستگیری ہی سے آدمی راہ حق پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ جس کی بد بختی کی وجہ سے خدا دستگیری نہ فرمائے اسے کون ہے جو ٹھیک راستہ پر لگا سکے[3]۔

اس حقیقت کو حدیث مبارکہ میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

"عن عبد الله عن النبي ﷺ قال:علمنا خطبة الحاجة، الحمد لله نستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور انفسنا وسيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له.........."[4]

"عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ آپؐ نے ہمیں خطبہ حاجہ سکھایا، ------------ جسے اللہ ہدایت دے، نہیں کر سکتا اسے گمراہ کوئی اور گمراہ کرے وہ جسے، نہیں دے سکتا اسے ہدایت کوئی۔-----"

اس مضمون کا قرآن مجید میں کثرت کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ ذیل میں چند آیات مثال کے طور پر دی گئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہدایت اصل میں اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور وہ بلاشرکت غیر اس کا مالک و مختار ہے:

- ﴿ ذَٰلِكَ هُدَى ٱللَّهِ يَهْدِى بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ﴾[5]

  "یہ اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس پر اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے چلاتا ہے"

- ﴿ لَّيْسَ عَلَيْكَ هُدَىٰهُمْ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِى مَن يَشَآءُ ﴾[6]

  "آپ کے ذمہ نہیں ہے کہ ان کو ہدایت دے دیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے"

---

1) تفسیر تیسیر القرآن:2/297

2) سورۃ الاسراء: 17/97

3) تفسیر عثمانی، عثمانی، شبیر احمد، مولانا، دارالاشاعت، کراچی، 2007ء، 2/419

4) سنن نسائی، النسائي، أحمد بن شعيب بن علي، كتاب الجمعة، بَابُ كَيْفِيَّةِ الْخُطْبَةِ، مكتب المطبوعات الإسلامية، حلب، الطبعة الثانية، 1406 – 1986، حديث:1404

5) سورۃ الانعام: 6/88

6) سورۃ البقرۃ: 2/272

- ﴿ إِنَّكَ لَا تَهۡدِي مَنۡ أَحۡبَبۡتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهۡدِي مَن يَشَآءُ ﴾[1]

”آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ چاہیں، بلکہ اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے“

- ﴿ قُلۡ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلۡهُدَىٰ ﴾[2]

”کہہ دیجیے یقیناً اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے“

جبری ہدایت کی نفی:

ہدایت کا کل اختیار تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ اگر وہ چاہتا تو کوئی بھی گمراہ نہ ہوتا بلکہ سب کے سب ہدایت یافتہ ہوتے[3]۔ لیکن ایسا کرنا اللہ کی منشا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ حق و باطل، ہدایت و گمراہی اور ایمان و کفر کو انسان کی سامنے واضح کر دیا جائے اور پھر انسان اپنے اختیار اور مرضی سے ہدایت کو اختیار کرے یا گمراہی کا انتخاب کرے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّا هَدَيۡنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرٗا وَإِمَّا كَفُورًا ﴾[4]

”ہم نے اس کو راہ سجھادی، اب چاہے تو وہ شکر گزار بن کر رہے چاہے ناشکرا ہو کر“

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”یعنی ہم نے اسے محض علم و عقل کی قوتیں دے کر ہی نہیں چھوڑ دیا، بلکہ ساتھ ساتھ اس کی رہنمائی بھی کی تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شکر کا راستہ کونسا ہے اور کفر کا راستہ کونسا، اور اس کے بعد جو راستہ بھی وہ اختیار کرے اس کا ذمہ دار وہ خود ہو“[5]

اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں مولانا عبد الرحمن کیلانی فرماتے ہیں:

”انسان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالی نے بہت سی صورتیں پیدا فرمائی ہیں جیسے فطرت سلیمہ، ضمیر، خالق کی طرف فطری رغبت، آیات آفاقی، جزا و سزا کا فطری شعور اور انبیاء و کتب وغیرہ۔ ان سب باتوں کے بعد انسان کو اس کے

---

1) سورۃ القصص: 28/56

2) سورۃ الانعام: 6/71

3) جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ لَجَعَلَكُمۡ أُمَّةٗ وَٰحِدَةٗ وَلَٰكِن يُضِلُّ مَن يَشَآءُ وَيَهۡدِي مَن يَشَآءُ ﴾ سورۃ النحل: 16/93

”اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے“

4) سورۃ الدھر: 76/3

5) تفہیم القرآن: 6/188

حال پر چھوڑ دیا کہ اب وہ اپنے اختیار کا صحیح استعمال کر کے اس کا فرمان بردار اور شکر گزار بندہ بننا چاہتا ہے یا دنیا کی دل کشی میں مست ہو کر اللہ کو بھول جاتا ہے اور اس کی سرکشی کی راہ اختیار کر کے نمک حرام بن جاتا ہے۔"[1]

اسی طرح سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَهَدَيۡنَٰهُ ٱلنَّجۡدَيۡنِ ﴾[2]

"اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتا دیئے ہیں"

"یعنی ہم نے صرف انسان کو حواس ظاہری اور باطنی ہی عطا نہیں فرمائے، بلکہ اپنے پیغمبروں کے ذریعے اس کے سامنے نیکی اور برائی کے راستوں کو واضح کر دیا ہے، اسے ارادہ اور اختیار کی آزادی دی ہے کہ اب جس راستے کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے اس پر گامزن ہو جائے"[3]

اسی مضمون کو ایک دوسرے مقام پر کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

قَالَ تَعَالَیٰ:﴿ فَأَلۡهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقۡوَىٰهَا ﴾[4]

"پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری (کی پہچان) اس کے دل میں ڈال دی"

"یعنی انسانی نفس میں اللہ نے اطاعت و گناہ دونوں مادے رکھ دیے ہیں اس کے بعد انسان کو خاص اختیار دیا ہے کہ وہ اس اختیار سے گناہ کا راستہ اختیار کرے یا اتباع کا۔ الہام فجور و تقویٰ سے مراد یہ لیا جائے کہ دونوں کے مادے اور استعدادیں حق تعالیٰ نے نفس انسانی کے اندر رکھ دیے ہیں مگر اس کو ان میں سے کسی ایک پر مجبور محض نہیں کیا بلکہ اس کو قدرت و اختیار دیا کہ ان میں سے جس کو جی چاہتا اختیار کر سکتا ہے"[5]

احادیث مبارکہ میں بھی اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ ہر انسان ہدایت واضح ہونے کے بعد اسے قبول یا رد کرنے کے لیے آزاد ہے۔ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ بھی یہی ہے اور مسلمانوں کو بھی یہی ہدایت دی گئی ہے کہ مجبور نہ کرو کسی کو اسلام لانے پر۔ جیسا کہ اس حدیث مبارکہ سے واضح ہے:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، فَلَمَّا أُجْلِيَتْ بَنُو النَّضِيرِ كَانَ فِيهِمْ مِنْ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ فَقَالُوا: لَا نَدَعُ أَبْنَاءَنَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ

---

1) تفسیر تیسیر القرآن:4/567

2) سورۃ البلد: 90/10

3) تفسیر ضیاء القرآن:5/567

4) سورۃ الشمس: 91/8

5) تفسیر معارف القرآن:8/756

عَزَّ وَجَلَّ: لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الغَيِّ (سورة البقرة)" [1]

"عبد اللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ جب بنی نضیر جلاوطن کرنے کا حکم ہوا تو ان میں چند لڑکے انصار کے بھی تھے، تو کہا انصار نے، کہ اپنے لڑکوں کو ہم نہیں چھوڑیں گے تو نازل کی اللہ نے یہ آیت کریمہ ﴿ لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِۖ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّۚ ﴾ [2] "دین میں زبردستی نہیں ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے"

سنن ابی داؤد میں اس حدیث کو باب "قیدی کو اسلام لانے کے لیے مجبور نہ کئے جانے کا بیان" کے تحت بیان کیا گیا ہے جس سے اس کا مفہوم واضح ہے۔ [3]

حصول ہدایت کے ذرائع:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت اور گمراہی کی وضاحت کر دی گئی ہے، اب یہ انسان پر ہے کہ وہ اپنے لیے کونسا راستہ پسند کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص ہدایت کا متلاشی ہے تو اس کے لیے پورا پورا انتظام کیا گیا ہے کہ ہدایت اس تک پہنچ جائے۔ وہ ذرائع جنھیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے مقرر فرمایا ہے، آیات قرآنیہ کی روشنی میں ان کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

- **انبیاء کرام علیہم الصلاۃ السلام:**

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں تک اللہ کی ہدایت اور راہ نمائی کو پہنچائیں اور عملی مثال بھی بن کر دکھائیں۔ جیسے ارشاد ہوا:

﴿وَوَهَبۡنَا لَهُۥٓ إِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَۚ كُلًّا هَدَيۡنَاۚ وَنُوحًا هَدَيۡنَا مِن قَبۡلُۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِۦ دَاوُۥدَ وَسُلَيۡمَٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَٰرُونَۚ وَكَذَٰلِكَ نَجۡزِي ٱلۡمُحۡسِنِينَ﴾ [4]

"اور ہم نے اسے اسحاقؑ اور یعقوبؑ عطا کیے، ان سب کو ہدایت دی اور اس سے پہلے نوحؑ کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو اور اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں"

اس ضمن میں مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں:

---

1) سنن ابی داؤد، كتاب الجهاد، باب فِي الأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الإِسْلَامِ، حدیث:2682

2) سورۃ البقرۃ: 2/256

3) سنن ابی داؤد، كتاب الجهاد، باب فِي الأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الإِسْلَامِ، حدیث:2682

4) سورۃ الانعام: 6/84

"ان آیتوں میں ایک طرف تو ان حضرات کا ہدایت پر ہونا، صالحین ہونا، صراط مستقیم پر ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ اور یہ بتلایا گیا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے دین کی خدمت کے لیے منتخب اور قبول فرمالیا ہے، دوسری طرف مشرکین مکہ کو یہ حالات سنا کر اس طرف ہدایت کرنا مقصود ہے کہ تم لوگ محمد مصطفیٰ ﷺ کی بات نہیں مانتے تو دیکھو جن کو تم بھی سب بڑا مانتے ہو یعنی حضرت ابراہیمؑ اور ان کا پورا خاندان وہ سب یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ قابل عبادت صرف ایک ذات حق تعالیٰ ہے، اس کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک کرنا یا اس کی مخصوص صفات کا ساجھی بتلانا کفر و گمراہی ہے، تم لوگ خود اپنے مسلمات کی رو سے بھی ملزم ہو"۔ (1)

اللہ کریم نے انبیاء کرامؑ اس لیے مبعوث فرمائے کہ لوگوں کو سیدھی راہ کی راہنمائی فراہم کریں۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کی اپنے والد سے گفتگو یوں بیان کی گئی ہے:

﴿يَٰٓأَبَتِ إِنِّي قَدۡ جَآءَنِي مِنَ ٱلۡعِلۡمِ مَا لَمۡ يَأۡتِكَ فَٱتَّبِعۡنِيٓ أَهۡدِكَ صِرَٰطٗا سَوِيّٗا﴾ (2)

"اے میرے والد! یقیناً مجھے ایسا علم عطا ہوا ہے جو آپ کو نہیں ملا، سو آپ میرا اتباع کریں میں آپ کو سیدھی راہ بتادوں گا"

پیر کرم شاہ الازہری نے اس کی وضاحت کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"حضرت ابراہیمؑ نے آذر کے سامنے یہ وضاحت کی کہ اگرچہ آپ بزرگ اور محترم ہیں لیکن توحید، رسالت اور حشر کے پیچیدہ مسائل میں جیسے اللہ نے مجھے آگاہی دی وہ آپ کے پاس نہیں۔" (3)

اس مضمون کو سورۃ الانبیاء میں کچھ یوں بیاں کیا گیا ہے:

﴿وَجَعَلۡنَٰهُمۡ أَئِمَّةٗ يَهۡدُونَ بِأَمۡرِنَا﴾ (4)

"اور ہم نے انھیں پیشوا بنایا، وہ ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے"

تفسیر ماجدی میں اس آیت کی تفسیر کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے:

"یہ حضرات تکمیل نفس کے مدارج طے کئے ہوئے تھے۔ اب بیان اس کا ہو رہا ہے کہ دوسروں کی بھی

---

1) معارف القرآن: 389/3
2) سورۃ مریم: 19/43
3) تفسیر ضیاء القرآن: 84/3
4) سورۃ الانبیاء: 21/73

تکمیل کر دیتے تھے۔ گویا اعلیٰ درجہ کے صالح ہی نہ تھے۔ اعلیٰ درجہ کے مصلح بھی تھے"۔[1]

- **حضرت محمد ﷺ کی خصوصی حیثیت:**

ہدایت پہنچانے کی ذمہ داری پر فائز اللہ تعالیٰ کے چنیدہ برگزیدہ بندوں نے اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچایا۔ اس سلسلے کی تکمیل آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر ہوئی۔ ختم نبوت کے تناظر میں دیکھا جائے تو آپؐ کو ایک امتیازی اور خصوصی حیثیت حاصل ہے کہ اب قیامت تک آپؐ کی لائی ہوئی ہدایت ہی نجات کی ضامن ہے اور آپؐ کا اسوہ ہی باعث تقلید ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلۡهُدَىٰ وَدِينِ ٱلۡحَقِّ ﴾[2]

"وہی ہے بھیجا جس نے رسول اپنے کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ کرے غالب اسے تمام دینوں پر"

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

" آپؐ کے آنے کا مقصد صرف دین کی تبلیغ نہیں تھا بلکہ اسے تمام نظامات زندگانی پر غالب کرنا تھا۔ دوسرے الفاظ میں آپ یہ دین اس لیے نہیں لائے تھے کہ زندگی کے سارے شعبوں پر غلبہ تو ہو کسی دین باطل کا اور اس کی قہرمانی کے تحت یہ دین ان حدود کے اندر سکڑ کر رہے جن میں دین غالب اسے جینے کی اجازت دے دے۔ بلکہ اسے آپ اس لیے لائے تھے کہ زندگی کا غالب دین یہ ہو اور دوسرا کوئی دین اگر جیے بھی تو ان حدود کے اندر جیے جن میں یہ اسے جینے کی اجازت دے"[3]

حضور کریم ﷺ کی خصوصی حیثیت اس حدیث سے واضح ہوتی ہے:

((قال رسول الله ﷺ: أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الأَنْبِيَاءِ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِي الأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلاَةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِي الغَنَائِمُ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ))[4]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء کو نہیں دی گئی

---

1) تفسیر ماجدی، دریا آبادی، عبد الماجد، مولانا، پاک کمپنی، لاہور، ص:691

2) سورۃ الفتح: 48/28

3) تفہیم القرآن:5/63

4) صحیح بخاری، البخاري، محمد بن إسماعيل، كتاب الصلاة، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "جُعِلَتْ لِي الأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا"، دار طوق النجاة (ترقیم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة الأولى، 1422ھ، حدیث:438

تھیں۔ ایک مہینے کی راہ سے میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی۔ میرے لیے تمام زمین میں نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ اس لیے میری امت کے جس آدمی کی نماز کا وقت جہاں بھی آجائے اسے وہیں نماز پڑھ لینی چاہیے۔ میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ پہلے انبیاء خاص اپنی قوموں کی ہدایت کے لیے بھیجے جاتے تھے۔ لیکن مجھے دنیا کے تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے۔ مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے"

- **آسمانی کتابیں:**

اللہ تعالیٰ کی ہدایت لوگوں تک پہنچنے کا دوسرا ذریعہ آسمانی کتابیں اور صحائف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں انبیاء کرامؑ کو مبعوث فرمایا وہیں ان میں سے بعض کو صحائف اور کتابیں بھی عطا کیں تاکہ بعد میں آنے والے بھی اس ہدایت سے بہرہ مند ہوتے رہیں۔ ان کتابوں میں تورات، زبور، انجیل، قرآن مجید اور صحائف ابراہیمؑ وغیرہ شامل ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّآ أَنزَلۡنَا ٱلتَّوۡرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٞ﴾(1)

"بیشک ہم ہی نے اتارا تورات کو، جس میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی"

اسی طرح فرمایا:

﴿ وَءَاتَيۡنَٰهُ ٱلۡإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٞ ﴾(2)

"اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی"

تفسیر ضیاء القرآن میں ان آیات کی تفصیل کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

"یہود کو تورات جس میں نور و ہدایت تھی، عطا کی گئی تھی۔ مدت دراز تک ان کے انبیاء، ان کے اولیاء اور ان کے علماء اس کے مطابق فیصلے کرتے رہے اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری جو ان پر عائد کی گئی تھی اس کو ادا کرتے رہے۔ لیکن بعد میں جب یہ ہدایت و نور کا صحیفہ دنیا پرست علماء اور نفس پرور زاہدوں کے قبضہ میں آگیا تو انھوں نے نہ اس پر عمل کیا اور نہ اس کی حفاظت کی۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد سلسلہ نبوت جاری رہا۔ مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔ ان کے پیچھے اور ان کے نقش قدم پر حضرت عیسیٰؑ تشریف لے آئے۔ انھوں نے تورات کی تصدیق کی۔ انھیں انجیل دی گئی۔ وہ بھی تورات

---

1) سورۃ المائدہ:5/44

2) سورۃ المائدہ:5/46

کی طرح سراپا ہدایت و نور تھی"[1]

- **قرآن مجید کی خصوصی حیثیت:**

جس طرح حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی ہونے کی وجہ سے ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے اسی طرح قرآن مجید کو بھی آخری آسمانی الہامی کتاب ہونے کی وجہ سے امتیازی اور خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ قرآن مجید اب قیامت تک کے لیے میزان اور فرقان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب حق وہی ہے جو ازروئے قرآن حق ہے اور باطل وہی ہے جو ازروئے قرآن باطل ہے۔ اسی طرح دنیوی اور اخروی نجات کے ضامن وہی ہدایت ہے جو قرآن فراہم کرتا ہے۔ قرآن مجید کے ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنَّ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ يَهْدِى لِلَّتِى هِىَ أَقْوَمُ ﴾[2]

"بیشک یہ قرآن اس راہ کی رہنمائی کرتا ہے جو سب سے سیدھی ہے"

اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں:

"اب راہ ہدایت وہی ہو گی جس کی نشان دہی یہ کتاب کرے گی جسے ہم اپنے آخری رسول ﷺ پر نازل کر رہے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے قصر رحمت میں داخل ہونے کا شاہدرہ ایک ہی ہے اور وہ ہے یہ قرآن۔ اب اگر تم اللہ کے دامن رحمت میں پناہ لینا چاہتے ہو تو اس قرآن کے راستے سے ہو کر آؤ۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ کی رحمت کے دروازے ایک بار پھر تمہارے لیے کھل جائیں گے اور جو رفعتیں اور برکتیں اس آخری نبی کی امت کے لیے لکھی گئی ہیں تم بھی ان میں حصہ دار بن جاؤ گے"[3]

قرآن مجید کی عظمت اور فضیلت کو بہت سی احادیث مبارکہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث مبارکہ سے واضح ہے:

((عَنِ ابْنِ أَخِي الحَارِثِ الأَعْوَرِ، عَنِ الحَارِثِ، قَالَ: مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ يَخُوضُونَ فِي الأَحَادِيثِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ، فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَلاَ تَرَى أَنَّ النَّاسَ قَدْ خَاضُوا فِي الأَحَادِيثِ، قَالَ: وَقَدْ فَعَلُوهَا؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: أَمَا إِنِّي قَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَلاَ إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ. فَقُلْتُ: مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: كِتَابُ اللهِ فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ، وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ، وَهُوَ الفَصْلُ لَيْسَ بِالهَزْلِ، مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ

---

1) تفسیر ضیاء القرآن:1/473

2) سورۃ الاسراء: 17/9

3) تفسیر بیان القرآن،4/290

قَصَمَهُ اللَّهُ، وَمَنْ ابْتَغَى الهُدَى فِي غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللَّهُ، وَهُوَ حَبْلُ اللهِ الْمَتِينُ، وَهُوَ الذِّكْرُ الحَكِيمُ، وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ، هُوَ الَّذِي لاَ تَزِيغُ بِهِ الأَهْوَاءُ، وَلاَ تَلْتَبِسُ بِهِ الأَلْسِنَةُ، وَلاَ يَشْبَعُ مِنْهُ العُلَمَاءُ، وَلاَ يَخْلَقُ عَلَى كَثْرَةِ الرَّدِّ، وَلاَ تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ، هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّى قَالُوا: (إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ) مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ، وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ، وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ، وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هَدَى إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ خُذْهَا إِلَيْكَ يَا أَعْوَرُ)) [1]

"حارث اعور کہتے ہیں کہ مسجد میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ گپ شپ اور قصہ کہانیوں میں مشغول ہیں، میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ میں نے کہا: امیر المؤمنین! کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ لوگ لایعنی باتوں میں پڑے ہوئے ہیں؟۔ انہوں نے کہا: کیا واقعی ایسا کر رہے ہیں وہ، میں نے کہا: جی ہاں، تو فرمایا انہوں نے: مگر میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا" : عنقریب کوئی فتنہ برپا ہو گا"، میں نے کہا: اس فتنہ سے بچنے کی صورت کیا ہو گی؟ اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا" : کتاب اللہ، اس میں تم سے پہلے کے لوگوں اور قوموں کی خبریں ہیں اور بعد کے لوگوں کی بھی خبریں ہیں، اور تمہارے درمیان کے امور و معاملات کا حکم و فیصلہ بھی اس میں موجود ہے، اور وہ دوٹوک فیصلہ کرنے والا ہے، ہنسی مذاق کی چیز نہیں ہے۔ جس نے اسے سرکشی سے چھوڑ دیا اللہ اسے توڑ دے گا اور جو اسے چھوڑ کر کہیں اور ہدایت تلاش کرے گا اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔ وہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے یہ وہ حکمت بھرا ذکر ہے، وہ سیدھا راستہ ہے، وہ ہے جس کی وجہ سے خواہشیں ادھر ادھر نہیں بھٹک پاتی ہیں، جس کی وجہ سے زبانیں نہیں لڑکھڑاتیں، اور علماء کو خواہ کتنا ہی اسے پڑھیں آسودگی نہیں ہوتی، اس کے بار بار پڑھنے اور تکرار سے بھی وہ پرانا) اور بے مزہ نہیں ہوتا۔ اور اس کی انوکھی و قیمتی باتیں ختم نہیں ہوتیں، اور وہ قرآن وہ ہے جسے سن کر جن خاموش نہ رہ سکے بلکہ پکار اٹھے: ﴿ إِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡءَانًا عَجَبٗا ۝١ يَهۡدِيٓ إِلَى ٱلرُّشۡدِ فَـَٔامَنَّا بِهِۦ ﴾[2] "ہم نے سنا انوکھا قرآن جو راستہ دکھاتا ہے بھلائی کا، تو اس پر ایمان لائے ہم" جو اس کے مطابق بولے گا اس کے مطابق عمل کرے گا اسے اجر و ثواب دیا جائے گا۔ اور اس نے انصاف کیا جس نے فیصلہ کیا مطابق اس کے اور جس نے بلایا طرف اس کے اس اس نے ہدایت دی راہ سیدھی کی۔ اعور! ان اچھی باتوں کا خیال رکھو"

---

1) سنن الترمذی، کتاب: فضائل القرآن، عن رسول الله ﷺ، باب: مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْقُرْآنِ، حدیث: 2906

2) سورۃ الجن: 1،2/72

- **گمراہ اقوام کا انجام عبرت:**

قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر سابقہ گمراہ قوموں کا تذکرہ آیا ہے۔ ان گمراہ اقوام کے یہ واقعات عبرت بھی ہدایت حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں جن سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ان اقوام کا ہر وہ کام جو اللہ کی ناراضگی کا باعث بنا اور وہ عذاب کے مستحق ٹھہرے، اس سے بچا جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ﴾[1]

"ان بستیوں کے ہلاک ہونے کے بعد زمین کے وارث ہوئے کیا انھیں یہ رہنمائی نہیں ملی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے بدلے ان پر (بھی) مصیبت ڈال سکتے ہیں"

مولانا مودودی فرماتے ہیں:

"یعنی ایک گرنے والی قوم کی جگہ جو دوسری قوم اٹھتی ہے اس کے لیے اپنی پیش رو قوم کے زوال میں کافی رہنمائی موجود ہوتی ہے۔ وہ اگر عقل سے کام لے تو سمجھ سکتی ہے کہ کچھ مدت پہلے جو لوگ اسی جگہ داد عیش دے رہے تھے اور جن کی عظمت کا جھنڈا یہاں لہرا رہا تھا انھیں فکر و عمل کی کن غلطیوں نے برباد کیا، اور یہ بھی محسوس کر سکتی ہے کہ جس بالاتر اقتدار نے کرانھیں ان کی غلطیوں پر پکڑا تھا اور ان سے یہ جگہ خالی کرالی تھی، وہ آج کہیں چلا نہیں گیا ہے، نہ اس سے کسی نے یہ مقدرت چھین لی ہے کہ اس جگہ کے موجودہ ساکنین اگر وہی غلطیاں کریں جو سابق ساکنین کر رہے تھے تو وہ ان سے بھی اسی طرح جگہ خالی نہ کرا سکے گا جس طرح اس نے ان سے خالی کرائی تھی"[2]

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿ أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِأُولِي النُّهَىٰ ﴾[3]

"کیا (اس حقیقت نے بھی) انھیں ہدایت نہ دی کہ ان سے قبل ہم نے کتنی ہی جماعتیں ہلاک کر دیں وہ ان کے مساکن میں چلتے پھرتے ہیں، البتہ بیشک اس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں"

---

1) سورۃ الاعراف: 7/100

2) تفہیم القرآن: 2/61

3) سورۃ طٰہٰ: 20/128

تفسیر ماجدی میں اس مضمون کو کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

"اب روئے سخن قرآن کے منکروں اور کافروں کی جانب ہے کہ ان کی آنکھیں اب بھی نہیں کھلتیں۔ تاریخ کی زبان سے یہ کتنی گردن کش قوموں کی تباہی و بربادی وہلاکت کے قصے سن چکے ہیں۔ آج انھیں مردود، مغضوب قوموں کے وطن میں خود آباد ہیں، ان کے کھنڈروں پر سے سفر میں آتے جاتے رہتے ہیں، پھر انھیں کے انجام سے عبرت حاصل نہیں کرتے"[1]

- **امت محمدیہ کی خصوصی حیثیت:**

جس طرح انبیاء کرامؑ میں حضرت محمد ﷺ کو امتیازی حیثیت حاصل ہے، آسمانی کتب و صحائف میں قرآن مجید کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ اسی طرح امت محمدیہ کو بھی باقی اقوام و امتوں میں ایک امتیازی اور خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ اور اللہ تعالی نے اس امت کو راہ نمائی اور ہدایت دوسرے لوگوں تک پہنچانے کی ذمہ داری سونپی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾[2]

"تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کی راہنمائی کے لیے نکالا گیا ہے"

مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

"اس میں اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ اب دین کی صحیح شاہراہ پر تم ہی ہو۔ اللہ نے جو دین نازل فرمایا تھا، اہل کتاب نے اس میں کج پیچ کی راہیں نکال کر اصلی دین کو گم کر دیا۔ اب خلق کی رہنمائی کے لیے خدا نے تم کو کھڑا کیا ہے"[3]

اسی طرح اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِٱلْحَقِّ وَبِهِۦ يَعْدِلُونَ ﴾[4]

"اور ہماری مخلوق میں سے ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی ہے جو راہنمائی کرتے ہیں (لوگوں کی) حق کے ساتھ، اور اسی کے مطابق وہ انصاف کرتے ہیں"

---

1) تفسیر ماجدی: 276/3

2) سورۃ ال عمران: 3/110

3) تفسیر تدبر قرآن: 160/2

4) سورۃ الاعراف: 7/181

اس آیت سے عمومی طور پر یہ مراد لیا جاتا ہے کہ ہر دور میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو حق کی دعوت کے علمبردار ہوتے ہیں اور ہدایت اور راہ نمائی کا فریضہ انجام دیتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب فرماتے ہیں کہ "یقیناً ہر دور میں کچھ لوگ حق کے علمبردار رہے ہیں اور ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے۔ جیسے آپؐ نے ضمانت دی ہے میری امت کا ایک گروہ ضرور حق پر قائم رہے گا"[1]۔ لیکن بعض مفسرین نے خصوصی طور پر امت محمدیہ کو اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔ جیسے علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ "یہ جماعت حضرت محمد ﷺ کی امت ہے جس نے کج روی اور افراط و تفریط سے علیحدہ ہو کر انصاف اعتدال اور سچائی کا طریقہ اختیار کیا" [2]۔ اور مولانا غلام رسول سعیدی[3] نے اس نکتہ کو کچھ یوں بیان کیا ہے کہ "اکثر مفسرین کے مطابق اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ کی امت ہے"[4]۔ امت محمدیہ کی خصوصی حیثیت اور اس کا حامل ہدایت اور داعی ہدایت ہونے کا اشارہ احادیث سے بھی ملتا ہے۔ جیسے:

- ((إِنَّ اللَّهَ لاَ يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلاَلَةٍ)) [5]

"بیشک اللہ نہیں کرے گا جمع میری امت کو گمراہی پر۔"

- ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذَلِكَ)) [6]

"رہے گا قائم امر (دین) پر ایک گروہ میری امت میں سے، جو شخص انھیں ناکام کرنا چاہے یا ان کی مخالفت کرنا چاہے وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتی کہ ان کے پاس اللہ کا امر آجائے گا اور وہ اسی (طریقہ، دین) پر ہوں گے۔"

موانع ہدایت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی ہدایت و راہ نمائی کا پورا پورا بندوبست کیا گیا ہے۔ اس سب کے باوجود بھی

1) تفسیر بیان القرآن:3/193
2) تفسیر عثمانی:1/787
3) شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی کا تعلق دار العلوم نعیمیہ، کراچی سے ہے۔
4) تفسیر تبیان القرآن، سعیدی، غلام رسول، مولانا، فرید بک سٹال، لاہور، 2013ء، 4/432
5) سنن الترمذي، الترمذي، محمد بن عيسى، دار الغرب الإسلامي، بيروت، 1998ء، حديث:2167
6) صحيح مسلم، النيسابوري، مسلم بن الحجاج، كتاب الامارة، باب قَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ»، دار إحياء التراث العربي، بيروت، حديث:170

اگر کوئی ہدایت حاصل نہیں کرتا اور گمراہی و کجروی کی راہ اختیار کرتا ہے تو یہ اس کی اپنی خطا اور بدبختی ہے۔ قرآن مجید نے وہ وجوہات بھی بیان کی ہیں جو ہدایت کی راہ میں رکاوٹ ڈالتی ہیں اور جن میں ملوث ہو کر انسان ترسیل ہدایت کے نظام کی موجودگی کے باوجود خود کو اس قابل نہیں بنا سکتا کہ وہ ہدایت حاصل کر سکے۔ آیات قرآنیہ کی روشنی میں ان موانع ہدایت میں سے چند کی تفصیل درج ذیل ہے:

- **سرکشی / تکبر:**

ایسا انسان جو تکبر، ہٹ دھرمی اور سرکشی کا رویہ اختیار کرتا ہے تو اس کی یہ روش ہدایت کو اس سے دور کر دیتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِن تَحۡرِصۡ عَلَىٰ هُدَىٰهُمۡ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي مَن يُضِلُّۖ وَمَا لَهُم مِّن نَّٰصِرِينَ﴾[1]

"آپ خواہ کتنے ہی حریص ہوں ان کے ہدایت یافتہ ہونے پر مگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا جنھیں وہ (پیہم سرکشی کے باعث) گمراہ کر دیتا ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والا نہیں"

مولانا عبد الرحمن کیلانی فرماتے ہیں:

"یعنی جو لوگ نہ پیغمبروں کی دعوت کو قبول کریں نہ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں ہر سو بکھری ہوئی قدرتوں میں غور کریں اور نہ ہی اقوام سابقہ کے انجام سے کچھ عبرت حاصل کریں تو سمجھ لیجئے کہ گمراہی ان کے لیے مقدر ہو چکی۔ آپ ان کے ایمان لانے کی خواہ کتنی ہی آرزو کریں کوئی بات اب انھیں ایمان لانے کی طرف مائل نہیں کر سکتی"[2]

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيۡنَٰهُمۡ فَٱسۡتَحَبُّواْ ٱلۡعَمَىٰ عَلَى ٱلۡهُدَىٰ فَأَخَذَتۡهُمۡ صَٰعِقَةُ ٱلۡعَذَابِ ٱلۡهُونِ بِمَا كَانُواْ يَكۡسِبُونَ﴾[3]

"اور وہ لوگ جو قوم ثمود والے تھے سو ہم نے انھیں ہدایت دی تو انھوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھے پن کو پسند کیا سو انھیں عذاب کی آفت نے پکڑ لیا جو سراپا ذلت تھا ان کی بد کرداریوں کی وجہ سے"

مولانا غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں:

---

1) سورۃ النحل: 16/37

2) تفسیر تیسیر القرآن: 2/518

3) سورۃ فصلت: 41/17

”یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات پر دلائل قائم کر دیئے تھے اور ان کو عقل عطا کی تھی جس سے وہ ان نشانیوں کو دیکھ کر منزل تک پہنچ سکتے تھے، پھر عقل کی مدد کے لیے رسولوںؑ کو بھیجا اور ان کی معجزات سے تائید فرمائی لیکن انھوں نے اس ہدایت کو قبول کرنے کے بجائے اپنے آباء واجداد کی اندھی تقلید میں رہنا پسند کر لیا۔ اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم یہاں ہدایت کا دوسرا معنی بھی مراد لے سکتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے سے وہ ایمان لے آئے تھے اور انھوں نے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کا معجزہ دیکھنے کے بعد ان کی تصدیق کر دی تھی لیکن بعد میں وہ شیطان کے بہکانے میں آگئے اور انھوں نے حضرت صالحؑ کی اطاعت پر ان کی نافرمانی کو ترجیح دی اور ان کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں“[1]

اس مضمون کو حدیث مبارکہ میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

((لاَ يَدْخُلُ الجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ، وَلاَ يَدْخُلُ النَّارَ، يَعْنِي، مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: إِنَّهُ يُعْجِبُنِي أَنْ يَكُونَ ثَوْبِي حَسَنًا وَنَعْلِي حَسَنَةً، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الجَمَالَ، وَلَكِنَّ الكِبْرَ مَنْ بَطَرَ الحَقَّ وَغَمَصَ النَّاسَ))[2]

”جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر (گھمنڈ) ہو، اور جہنم میں داخل نہیں ہو گا یعنی وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو، ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں؟ آپ نے فرمایا“: بیشک اللہ تعالیٰ جمال (خوبصورتی) کو پسند کرتا ہے، لیکن تکبر اس شخص کے اندر ہے جو حق کو نہ مانے اور لوگوں کو حقیر اور کم تر سمجھے“

- **فسق:**

فسق کا لفظ عام طور پر بڑے گناہوں کے ارتکاب پر بولا جاتا ہے اور فاسق کا لفظ اس شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کو اپنا شیوہ بنا لے۔ احکام شریعت کی خلاف ورزی کو اپنا شیوہ اور معمول بنا لینا بھی ہدایت کے راستے کی ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَلَمَّا زَاغُوٓاْ أَزَاغَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمۡۚ وَٱللَّهُ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡفَٰسِقِينَ ﴾[3]

---

1) تفسیر تبیان القرآن: 464/10

2) سنن الترمذی، کتاب: البر والصلة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب: مَا جَاءَ فِي الْكِبْرِ، حدیث: 1999

3) سورۃ الصف: 61/5

”پھر جب وہ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا“

مولانا مودودی فرماتے ہیں:

”یعنی جن لوگوں نے اپنے لیے خود فسق ونافرمانی کی راہ انتخاب کرلی ہے ان کو وہ اطاعت وفرمان برداری کی راہ پر چلنے کی توفیق نہیں دیا کرتا“[1]

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱللَّهُ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡفَٰسِقِينَ ﴾[2]

”اللہ ہدایت سے نہیں نوازتا فاسق (وبدکار) لوگوں کو“

مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں:

”یہ راہ ہدایت سے محرومی دنیا اور آخرت دونوں میں ان کے حصہ میں آتی ہے جو گویا نافرمانی کو اپنا پیشہ بنائے ہوئے ہیں۔ اس عادی نافرمانی کا وبال یہ پڑتا ہے کہ نہ دنیا میں انھیں راہ راست پر چلنے کی توفیق ہوتی ہے اور نہ آخرت میں انھیں اس کا ثمرہ یا جنت نصیب ہوگی“[3]

- **آباءواجداد کی اندھی تقلید:**

حق واضح ہونے کے بعد جو چیزیں قبولیت حق کی راہ میں حائل ہوتی ہیں ان میں سے ایک اپنے گمراہ آباءواجداد کی اندھی تقلید بھی ہے۔ اس اندھی تقلید کی وجہ سے بھی انسان حق قبول کرنے سے قاصر رہتاہے۔ اس حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ قَالُواْ حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَآۚ أَوَلَوۡ كَانَ ءَابَآؤُهُمۡ لَا يَعۡلَمُونَ شَيۡـٔٗا وَلَا يَهۡتَدُونَ ﴾[4]

”اور کہا جائے ان سے جب کہ آؤ اللہ کے نازل کیے ہوئے کی طرف تو کہتے ہیں وہ کہ کافی ہے ہمارے کو وہ جس پر پایا ہم نے باپ دادا اپنے کو (تب بھی کہ) باپ دادا ان کے نہ کچھ جانتے ہوں اور نہ ہوں ہدایت یافتہ“

---

1) تفسیر تفہیم القرآن:5/458

2) سورۃ المائدہ:5/108

3) تفسیر ماجدی :1/985

4) سورۃ المائدۃ:5/104

مفتی محمد شفیع اس مضمون کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"خلاصہ یہ ہوا کہ جس شخص کو مقتداء بناؤ تو پہلے یہ دیکھو کہ جس مقصد کے لیے اس کو مقتداء بنایا ہے وہ اس مقصد اور اس کے طریق سے پوری طرح واقف بھی ہے یا نہیں، پھر یہ دیکھو کہ وہ اس کی راہ پر چل بھی رہا ہے؟ اور اس کا عمل اپنے علم کے مطابق ہے یا نہیں۔ الغرض کسی کو مقتداء بنانے کے لیے علم صحیح اور عمل مستقیم کے معیار سے جانچنا ضروری ہے، محض باپ دادا ہونا یا بہت سے لوگوں کا لیڈر ہونا، یا صاحب مال و دولت ہونا یا صاحب حکومت و سلطنت ہونا ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس کو معیار اقتداء سمجھا جائے"۔[1]

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُواْ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُواْ بَلۡ نَتَّبِعُ مَآ أَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَآۚ أَوَلَوۡ كَانَ ءَابَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُونَ شَيۡـًٔا وَلَا يَهۡتَدُونَ ﴾[2]

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں"۔

مولانا عبد الرحمن کیلانی فرماتے ہیں:

"تقلید آباء گمراہی کا بہت بڑا سبب ہے۔ انسان اپنے آباء اور بزرگوں سے عقیدت کی وجہ سے یہ سوچنے کی زحمت گوارا ہی نہیں کرتا کہ ان سے بھی کوئی غلطی ہو سکتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیشمار مقامات پر تقلید آباء کی مذمت فرمائی ہے اور اسے شرک قرار دیا ہے۔ کیونکہ آباء کا عمل کوئی شرعی دلیل نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر کام کے متعلق یہ تحقیق ضروری ہوتی ہے کہ آیا وہ شرعی طور پر جائز ہے یا ناجائز۔ چاہے اس کی زد میں کوئی خود یا آباواجداد ہی کیوں نہ آتے ہوں۔ ایسا نہ ہونا چاہیے کہ اگر کسی کے باپ دادا سے کوئی غلط کام ہو گیا ہو تو وہ غلطی پشت در پشت اس کی نسلوں میں منتقل ہوتی چلی جائے۔ حتیٰ کہ اسے عین دین کا کام سمجھا جانے لگے"[3]

---

1) تفسیر معارف القرآن: 3/950

2) سورۃ البقرۃ: 2/170

3) تفسیر تیسیر القرآن

آباء و اجداد اور قوم قبیلے کے جو بھی فضائل ہوں اصل فضیلت کی بات ایمان و عمل ہے۔ گمراہ اجداد و قبیلہ پر محض عصبیت کی بنیاد پر فخر کرنا کچھ کام نہیں آئے گا، بلکہ یہ فخر اور اندھی تقلید بالآخر ذلت کا سبب بن جائے گی۔ یہ مضمون حدیث مبارکہ میں کچھ یوں وارد ہوا ہے:

((لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَفْتَخِرُونَ بِآبَائِهِمُ الَّذِينَ مَاتُوا إِنَّمَا هُمْ فَحْمُ جَهَنَّمَ، أَوْ لَيَكُونُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللهِ مِنَ الجُعَلِ الَّذِي يُدَهْدِهُ الخِرَاءَ بِأَنْفِهِ، إِنَّ اللهَ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالآبَاءِ، إِنَّمَا هُومُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ))[1]

"باز آجائیں وہ قومیں جو اپنے مرے ہوئے آباء و اجداد پر فخر کر رہی ہیں، وہ کوئلہ ہیں جہنم کا ورنہ اللہ کے ہاں وہ اس گبریلے سے زیادہ ذلیل ہو جائیں گے، جو نجاست اپنی ناک سے آگے دھکیلتا رہتا ہے، اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت کو ختم کر دیا ہے، اب تو لوگ مومن و متقی ہیں یا فاجر و بدبخت"

- **ظلم:**

کسی چیز کو اس کے جائز مقام پر نہ رکھنا ظلم کہلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شرک کو ظلم عظیم کہا جاتا ہے کیونکہ مشرک اللہ رب العزت کے اعلیٰ و ارفع مقام میں دوسروں کو شریک کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ظلم کی عمومی قسم وہ ہے جو انسان ایک دوسرے کی حق تلفی کی صورت میں ایک دوسرے پر کرتے ہیں۔ اسی طرح ظلم کی ایک قسم وہ ہے جو انسان اپنے اوپر کرتا ہے اور اپنے لیے غلط اور نقصان دہ چیز کا انتخاب کر کے خود کو تباہی سے دوچار کرتا ہے۔ اسی ظلم کو قرآن مجید ہدایت کی راہ میں رکاوٹ قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَيْفَ يَهْدِي ٱللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا۟ بَعْدَ إِيمَـٰنِهِمْ وَشَهِدُوٓا۟ أَنَّ ٱلرَّسُولَ حَقٌّ وَجَآءَهُمُ ٱلْبَيِّنَـٰتُ ۚ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِي ٱلْقَوْمَ ٱلظَّـٰلِمِينَ﴾[2]

"اللہ کیونکر ہدایت دے اس قوم کو جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا۔ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ بلاشبہ رسول حق ہے اور آ گئے پاس ان کے واضح دلائل اور اللہ نہیں دیتا ہدایت ظالموں کو"۔

اسی حوالے سے ایک دوسرے مقام پر اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا۟ لَكَ فَٱعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَآءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ ٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ

1) سنن الترمذی، باب: فِي فَضْلِ الشَّأْمِ وَالْيَمَنِ، حدیث: 3955

2) سورۃ آل عمران:3/86

بِغَيۡرِ هُدًى مِّنَ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾[1]

”سو اگر وہ نہ کریں قبول آپؐ کی بات تو جان لیں آپؐ کہ اپنی خواہشوں کا کرتے ہیں وہ اتباع اور کون ہو گا گمراہ بڑھ کر اس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ہدایت کے بغیر اپنی نفسانی خواہشوں کا اتباع کرتا ہو۔ بلاشبہ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا“

مولانا اصلاحی اس آیت کی تفسیر کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

”یعنی اللہ تعالیٰ نے خواہشوں کے اسی مہلکہ سے بچانے ہی کے لیے اپنی ہدایت نازل فرمائی ہے تو بدقسمت ہے وہ جو اس ہدایت کی قدر نہ کرے اور اپنی باگ اندھی بہری خواہشوں میں پکڑا دے۔ ایسے لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے ہیں اور سنت الٰہی کے بموجب وہ ہدایت سے محرم رہتے ہیں“[2]

- **ریاکاری / احسان جتلانا:**

ریاکاری بھی ہدایت سے محروم کر دینے والی چیزوں میں سے ایک ہے۔ کیونکہ ریاکار انسان کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنا اور لوگوں میں اپنا دبدبہ قائم کرنا ہوتا ہے۔ اور اس کا یہ رویہ ہدایت سے دوری اور اعمال کی بربادی کی وجہ قرار پاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُبۡطِلُواْ صَدَقَٰتِكُم بِٱلۡمَنِّ وَٱلۡأَذَىٰ كَٱلَّذِي يُنفِقُ مَالَهُۥ رِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَلَا يُؤۡمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۖ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ صَفۡوَانٍ عَلَيۡهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُۥ وَابِلٌ فَتَرَكَهُۥ صَلۡدًاۖ لَّا يَقۡدِرُونَ عَلَىٰ شَيۡءٍ مِّمَّا كَسَبُواْۗ وَٱللَّهُ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴾[3]

”اے ایمان والو! مت باطل کرو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح سے جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لیے اور ایمان نہیں لاتا اللہ پر اور یوم آخرت پر، سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چکنا پتھر ہو جس پر ذرا سی مٹی ہو پھر پہنچ گئی اس کو زوردار بارش سو کر چھوڑا اس کو بالکل ہی صاف، یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے، اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا“۔

مولانا مودودی اس نکتہ کی وضاحت کچھ یوں فرماتے ہیں:

---

1) سورۃ القصص: 28/50

2) تفسیر تدبر قرآن: 5/688

3) سورۃ البقرۃ: 2/264

"اس کی ریاکاری خود ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خدا اور آخرت پر یقین نہیں رکھتا۔ اس کا محض لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرنا صریحاً یہ معنی رکھتا ہے کہ خلق ہی اس کی خدا ہے جس سے وہ اجر چاہتا ہے، اللہ سے نہ اس کو اجر کی توقع ہے اور نہ اسے یقین ہے کہ ایک روز اعمال کا حساب ہو گا اور اجر عطا کیے جائیں گے۔ یہاں "کافر" لفظ ناشکرے اور منکر نعمت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جو شخص اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اس کی راہ میں اس کی رضا کے لیے خرچ کرنے کے بجائے خلق کی خوشنودی کے لیے صرف کرتا ہے، یا اگر خدا کی راہ میں کچھ مال دیتا بھی ہے، تو اس کے ساتھ اذیت بھی دیتا ہے، وہ دراصل ناشکرا اور اپنے خدا کا احسان فراموش ہے۔ اور جب کہ وہ خود ہی خدا کی رضا کا طالب نہیں ہے تو اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ اسے خواہ مخواہ اپنی رضا کا راستہ دکھائے"[1]

احسان جتلانے اور ریاکاری کا وبال اس حدیث مبارکہ سے بھی واضح ہوتا ہے:

((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔۔۔۔۔۔۔۔۔: الْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ - أَوِ الْفَاجِرِ))[2]

"نہیں بات کرے گا اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے، نہ دیکھے گا طرف ان کی (رحمت والی نگاہ سے) نہ کرے گا پاک ان کو (گناہوں سے) اور ہو گا عذاب دکھ کا ان کو: ایک تو لٹکانے والا ازار کا، دوسرے احسان کر کے اس کو جتانے والا، تیسرے جھوٹی قسم کھا کر اپنے مال کی نکاسی کرنے والا یا فاجر"

- **کفر:**

قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر لا یھدی القوم الکافرین کے الفاظ کے ساتھ بار بار اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ انکار حق ہدایت کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اور جو کوئی بھی حق واضح ہونے کے بعد اس کا انکار کر دے اسے ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿زُيِّنَ لَهُمْ سُوٓءُ أَعْمَٰلِهِمْ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَٰفِرِينَ﴾[3]

"ان کے برے اعمال ان کے لیے مزین کر دیئے گئے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا"

اس معاملے کو تفسیر فی ظلال القرآن میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

---

1) تفہیم القرآن: 204/1

2) سنن أبي داود، أبو داود، سليمان بن الأشعث بن إسحاق، كتاب اللباس، بَابُ مَا جَاءَ فِي إِسْبَالِ الْإِزَارِ، المكتبة العصرية، بيروت، حديث: 4087

3) سورۃ التوبہ: 9/37

"اور منکرین حق کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا کیونکہ انھوں نے خود اپنے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں۔ انھوں نے دلائل ہدایت پر غور کرنا ہی چھوڑ دیا۔ لہٰذا انہوں نے اپنے آپ کو اس بات کا مستحق بنالیا ہے کہ وہ جس حال میں ہیں، اللہ انھیں اس میں چھوڑ دے"[1]

- **دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا:**

جو انسان دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے اور دنیوی مفاد کو اخروی مفاد پر مقدم رکھتا ہے وہ اپنے اس قبیح عمل سے یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کی نظر میں دنیا کی چمک اور رونق اللہ کے نظام ہدایت سے زیادہ قیمتی اور اہم ہے اور اس کے لیے اللہ کی طرف سے متعین کردہ ضابطے مثلاً عدل، انصاف، صبر، تقویٰ وغیرہ سب غیر اہم ہیں۔ انسان کی یہ روش اسے ہدایت قبول کرنے کی طرف مائل نہیں ہونے دیتی اور نتیجہ کے طور پر ہدایت کے راستے کی بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہے۔ اس تناظر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ ٱسۡتَحَبُّواْ ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا عَلَى ٱلۡأٓخِرَةِ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴾[2]

"یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور اللہ تعالیٰ کفر اختیار کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا"۔

مولانا غلام رسول سعیدی اس ضمن میں فرماتے ہیں:

"جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کھلے دل سے کفر کیا اور مرتد ہو گئے تو ان کا یہ ارتداد اس وجہ سے تھا کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی تھی اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں یہ علم تھا کہ یہ لوگ اپنے اختیار سے دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں گے اور ایمان لانے کے بعد کھلے دل سے کفر کریں گے، تو اللہ نے نہیں پیدا کی ہدایت ان کے واسطے اور بناوجہ یہ ارتداد ان کے کانوں، دلوں اور آنکھوں پر مہر کی۔ یعنی اب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان لانے اور ہدایت کے قابل نہیں رہے۔ اب اگر وہ بالفرض ایمان لانا بھی چاہیں تو ان کو ایمان نصیب نہیں ہو گا۔ اب وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لاتے بلکہ تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں اللہ اور رسول پر ایمان لانے والوں میں شمار کیا جائے"۔[3]

---

1) تفسیر فی ظلال القرآن: 562/3

2) سورۃ النحل: 16/107

3) تفسیر تبیان القرآن: 584/6

حدیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے:

((من طلب الدُّنيا أضرَّ بالآخرةِ، ومن طلَبَ الآخرةَ أضرَّ بالدُّنيا! فأضِرّوا بالفاني للباقي)) [1]

”جس نے طلب کی دنیا اس نے نقصان پہنچایا آخرت اپنی کو اور جس نے مطالبہ کیا آخرت کا اس نے اپنی دنیا کو نقصان دیا۔ پس تم باقی (رہنے والی زندگی) کی خاطر فنا ہونے والی (دنیا) کا نقصان ہونے دو“

الغرض ہدایت اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بیش بہا نعمت ہے اوراس کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اسے انسانوں تک پہنچانے کے لیے کئی ذرائع پیدا فرمائے ہیں۔ لیکن جو شخص ضد، تعصب، ہٹ دھرمی یا کسی بھی وجہ سے سرکشی کا رویہ اختیار کرتا ہے اور ہدایت کے واضح ہونے کے بعد اس سے روگردانی کرتا ہے، وہ اس نعمت سے محروم رہ جاتا ہے۔

---

1) سلسلہ احادیث صحیحہ، حدیث:3287

مبحث دوم

قرآن وسنت کی روشنی میں تصور گمراہی

قرآن مجید میں ض ل ل مادہ کے تحت گمراہی کا لفظ تقریباً 191 مرتبہ آیا ہے[1] اور اگر گمراہی کے مترادفات کی تعداد کو بھی ساتھ ملایا جائے تو یہ تعداد اس سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ کی بھی ایک کثیر تعداد ہے جس میں گمراہی کے موضوع کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث میں جہاں ہدایت کو انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے وہیں گمراہی کی بھی تفصیلی وضاحت کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جہاں انبیاء ورسل، الہامی کتب و صحائف اور دیگر ذرائع سے بنی نوع انسان کے سامنے حق کو واضح کیا ہے وہیں گمراہی اور اس کی مختلف صورتوں کی بھی وضاحت فرمادی ہے۔ تاکہ ہر وہ انسان جو حق کے راستے پر چلنا چاہتا ہے اور گمراہی سے خود کو بچانا چاہتا ہے، اس کے ذہن میں کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّ ﴾[2]

"ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے"

اب یہ انسان پر ہے کہ وہ اس وضاحت کے بعد اپنے لیے ہدایت کا راستہ اختیار کر کے رب کی رضا حاصل کرتا ہے یا گمراہی اختیار کر کے اللہ کی ناراضگی کا وبال مول لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق و باطل کو اس حد تک واضح کر دیا گیا ہے اور کھول کر بیان کر دیا گیا ہے کہ اب کوئی بھی انسان اس مغالطے میں مبتلا نہیں ہو سکتا کہ بیک وقت وہ گمراہ بھی ہو اور ہدایت پر ہونے کا دعویٰ بھی کرے۔ یعنی اگر کوئی حق پر نہیں ہے تو یقیناً وہ باطل پر ہے اور اگر کوئی گمراہ ہے تو یقیناً وہ ہدایت پر نہیں۔ جیسے فرمایا باری تعالیٰ نے:

﴿ فَذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمُ ٱلۡحَقُّۖ فَمَاذَا بَعۡدَ ٱلۡحَقِّ إِلَّا ٱلضَّلَٰلُۖ فَأَنَّىٰ تُصۡرَفُونَ ﴾[3]

"سو وہ اللہ تمہارا حقیقی رب ہے سو پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر کہاں پھرے جا رہے ہو"

مفتی محمد شفیعؒ اس نکتہ کی وضاحت کچھ اس انداز سے فرماتے ہیں:

"حق اور ضلال کے درمیان کوئی واسطہ نہیں جو حق نہیں ہو گا وہ ضلال و گمراہی میں داخل ہو گا، ایسا کوئی کام نہیں ہو سکتا جو نہ حق ہو نہ گمراہی اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ دو متضاد چیزیں حق ہوں، تمام اصول عقائد میں یہ قاعدہ جمہور

---

1) http://corpus.quran.com/qurandictionary.jsp?q=Dll (1 Sep 2020, 7:45 pm)

2) سورۃ البقرۃ: 2/256

3) سورۃ یونس: 10/32

امت کے نزدیک مسلم ہے"[1]

لہذا انسان کا رویہ یہی ہونا چاہیے کہ حق واضح ہونے کے بعد اسے قبول کرے اور گمراہی کے واضح ہونے کے بعد اسے ترک کر دے اور اس سے دور رہے۔ اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل اور دیگر وجوہات کی بنا پر ہدایت اور گمراہی کے راستے کو ایک ساتھ چلانے کی کوشش نہ کرے کیونکہ یہ دونوں بیک وقت ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے اور ایسا کرنا خود کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔

گمراہی کی مذمت:

قرآن و سنت میں گمراہی اختیار کرنے والوں کے لیے مختلف وعیدوں کا ذکر کر کے اس طرف راہنمائی کی گئی ہے کہ گمراہیوں میں مبتلا ہونا ایک مذموم عمل ہے لہذا اس سے دور رہنا، اسے ترک کرنا اور اس سے بچنا لازم ہے۔ جیسے قران مجید میں فرمان ہے اللہ تعالیٰ کا:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴾[2]

"بلاشبہ جو لوگ بھٹک جاتے ہیں راستے اللہ کے سے ہے عذاب ان کے لیے سخت"

احادیث مبارکہ میں بھی گمراہی کے مضمون کو انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا۔ اور مسنون دعاؤں میں اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے جہاں ہدایت مانگنے کی ترغیب دی ہیں وہیں گمراہی سے پناہ مانگنا بھی سکھایا ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ کے الفاظ سے واضح ہے:

((عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ قَالَ: «بِسْمِ اللَّهِ، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَزِلَّ أَوْ أَضِلَّ، أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ، أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ))[3]

"ام المؤمنین ام سلمہ سے روایت کہ آپؐ جب نکلتے گھر اپنے سے: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، میرے رب! میں مانگتا ہوں پناہ تیری کہ پھسل جاؤں میں، یا ہو جاؤں گمراہ، یا کروں ظلم، یا کیا جائے ظلم مجھ پر، یا کروں جہالت کروں، یا کی جائے جہالت مجھ سے"

شیطانی ایجنڈا:

انسان و شیطان کی کشمکش اسی دن سے جاری ہے جب ابلیس نے تکبر اور سرکشی کی وجہ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی

---

1) تفسیر معارف القرآن: 4/ 531

2) سورۃ ص: 38/26

3) سنن نسائی، کتاب الاستعاذة، بَابُ الِاسْتِعَاذَةِ مِنَ الضَّلَالِ، حدیث5488

کی تھی اور حضرت آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا تھا اور اس وجہ سے اسے مردود قرار دیا گیا تھا۔ اپنی اس سبکی اور ناکامی کی وجہ سے بنی نوع انسان کے خلاف اس کے اندر نفرت اور بغض کے جذبات پیدا ہوئے اور وہ انسان کو گمراہ کر کے اسے اللہ کے سامنے رسوا کرنے کے درپے ہو گیا۔ جیسا کہ اس آیت مبارکہ سے واضح ہے:

﴿ قَالَ فَبِمَآ أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَٰطَكَ ٱلْمُسْتَقِيمَ ﴾[1]

"وہ کہنے لگا بوجہ اس کے کہ گمراہ کیا مجھے آپ نے میں ضرور باضرور لوگوں کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا

مولانا عبدالرحمن کیلانی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"ابلیس نے مزید جرم یہ کیا کہ اپنی اس نافرمانی اور گمراہی کا الزام اللہ تعالیٰ پر لگا دیا اور کہا کہ تو نے مجھے ایسی مخلوق کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جو مجھ سے فروتر تھی اس سے میرے نفس کی غیرت اور پندار کو ٹھیس پہنچی اور تو نے مجھے ایسی آزمائش میں ڈال دیا کہ میں تیری نافرمانی پر مجبور ہو گیا اور چونکہ میری گمراہی کا ذریعہ آدم (علیہ السلام) بنا ہے لہٰذا اب میں جس طرح بھی مجھ سے بن پڑا اسے اور اس کی اولاد کو ہر حیلے بہانے گمراہ کر کے چھوڑوں گا اور تجھے معلوم ہو جائے گا کہ میں آدم اور اس کی اولاد کی اکثریت کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا تھوڑے ہی بندے ایسے رہ جائیں گے جو تیرے فرمان بردار اور شکر گزار ہوں گے"[2]

اسی طرح قرآن مجید کے ایک دوسرے مقام سے شیطان کے غصہ کا اظہار ہوتا ہے جہاں اس نے اللہ کی عزت کی قسم کھا کر انسان کو گمراہ کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴾[3]

"کہا ابلیس نے قسم آپ کی عزت کی ضرور کروں گا گمراہ ان سب کو"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بعض دیگر مقامات پر یہ واضح فرمایا ہے کہ اصل میں شیطان یہ چاہتا ہے کہ وہ انسان کو گمراہ کر کے اسے اللہ کی رحمت سے دور کر دے اور جیسے وہ خود ناکام و نامراد ہوا ہے اسی طرح وہ انسان کو بھی اللہ کے سامنے رسوا کر دے[4]۔ اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی شیطان کے ہتھکنڈوں اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اس کے مختلف حیلوں کا تذکرہ ملتا ہے جن کے ذریعے وہ لوگوں کو گمراہ کر کے اپنے مقصد کی تکمیل کرتا ہے۔

---

1) سورۃ الاعراف: 7/16

2) تفسیر تیسیر القرآن: 35/2

3) سورۃ ص: 38/82

4) قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ وَيُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَٰلًا بَعِيدًا ﴾ سورۃ النساء: 4/60

"اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو گمراہ کر کے دور کی گمراہی میں ڈال دے"

جیسا کہ اس روایت سے واضح ہے:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ قَعَدَ لِابْنِ آدَمَ بِأَطْرُقِهِ، فَقَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ: تُسْلِمُ وَتَذَرُ دِينَكَ وَدِينَ آبَائِكَ وَآبَاءِ أَبِيكَ، فَعَصَاهُ فَأَسْلَمَ، ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْهِجْرَةِ، فَقَالَ: تُهَاجِرُ وَتَدَعُ أَرْضَكَ وَسَمَاءَكَ، وَإِنَّمَا مَثَلُ الْمُهَاجِرِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي الطِّوَلِ، فَعَصَاهُ فَهَاجَرَ، ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْجِهَادِ، فَقَالَ: تُجَاهِدُ فَهُوَ جَهْدُ النَّفْسِ وَالْمَالِ، فَتُقَاتِلُ فَتُقْتَلُ، فَتُنْكَحُ الْمَرْأَةُ، وَيُقْسَمُ الْمَالُ، فَعَصَاهُ فَجَاهَدَ، " فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَمَنْ قُتِلَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَإِنْ غَرِقَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ وَقَصَتْهُ دَابَّتُهُ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ)) (1)

"آدمؑ کے بیٹے (کو گمراہ کرنے کے لئے) شیطان اس کے مختلف راستوں میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ اسلام کے راستے میں بیٹھ کر (مسلمان ہونے والے کو) کہتا ہے: کیا تو اسلام قبول کرتا ہے اور اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کرتا ہے؟ لیکن ابن آدم اس کی نافرمانی کرتا ہے اور اسلام قبول کرلیتا ہے۔ پھر وہ ہجرت کے راستے پر بیٹھ جاتا اور کہتا: کیا اب ہجرت سے اپنے زمین و آسمان (یعنی علاقہ و وراثت) کو چھوڑنے لگا ہے، مہاجر کی مثال اس گھوڑے کی طرح ہے جو اس رسی میں ہو؟ لیکن وہ اس کی نافرمانی کرتے ہوئے ہجرت کر جاتا ہے۔ پھر وہ جہاد کے راستے پر بیٹھ جاتا اور کہتا: کیا جہاد کرنے کے لئے جارہا ہے (دیکھ لے) یہ تو محنت و مشقت والا کام ہے، اس میں مال و دولت کھپ جاتا ہے، جب تو لڑے گا تجھے قتل کر دیا جائے گا، کوئی دوسرا تیری عورت سے نکاح کرلے گا اور تیرا مال (ورثا میں) تقسیم کر دیا جائے گا؟ لیکن وہ اس کی رائے کو ٹھکرا دیتا ہے اور جہاد کرتا ہے۔" پھر فرمایا آپؐ نے": جس نے (شیطان کے ساتھ) ایسے کیا، تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے وہ اسے جنت میں داخل کرے اور جو شہید ہو تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے، اگر وہ غرق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اگر اس کی سواری نے اسے اس طرح گرایا کہ اس کی گردن ٹوٹ گئی (اور وہ فوت ہو گیا) تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل میں داخل کرے گا"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیطان کے ایجنڈا کو کھول کر بیان کرنے اور شیطان کے عزم و ارادہ اور مقصد کے کھل کر سامنے آنے کے بعد کوئی وجہ نہیں ہے کہ انسان شیطان کے وار سے خود کو بچانے کی فکر کرے اور خود کو گمراہی کا شکار ہونے سے بچائے تاکہ اللہ کی ناراضگی سے بچا جاسکے اور شیطان کو اس کے مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔

---

1) سنن نسائی، كتاب الجهاد، باب مَا لِمَنْ أَسْلَمَ وَهَاجَرَ وَجَاهَدَ، حدیث:3134

خود فریبی کی نفی:

قرآن مجید میں گمراہی کے حوالے اس بات کو بھی مختلف اسالیب میں بیان کیا گیا ہے کہ کوئی بھی انسان اگر گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے اور اس پر اللہ کی پکڑ نہیں آتی تو وہ یہ گمان نہ کرے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اس سے غافل ہے۔ ایسا گمان کرنا خود فریبی یعنی خود کو دھوکا دینے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، بلکہ پسندیدہ رویہ تو یہ ہے کہ اس معاملے کو وہ اللہ کی طرف سے مہلت سمجھے اور فوری پکڑ نہ آنے کو غنیمت جانے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرے۔ کیونکہ ہر چیز اللہ کی علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ سے فرار کسی صورت ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِۦ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ ﴾[1]

"بیشک آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکتا ہے اور اللہ ہدایت پر چلنے والوں کو خوب جانتا ہے"

مولانا غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں:

"یہ کافر اگرچہ بہت یقین کے ساتھ یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں لیکن وہ جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے احوال پر مطلع ہے' اس کو معلوم ہے کہ یہ گمراہی کے راستہ میں بھٹک رہے ہیں اور جہالت کی وادیوں میں سرگرداں ہیں"[2]

اسی طرح جو شخص ہدایت کی روش اختیار کرتا ہے وہ اپنا ہی فائدہ کرتا ہے اور جو گمراہی کو پسند کرتا ہے اور گمراہی کی روش اختیار کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے۔ کوئی بھی شخص اس مغالطے اور دھوکے میں مبتلا نہ ہو کہ وہ گمراہی کی راہ پر چلنا باعث نقصان نہیں ہے بلکہ گمراہی کو اپنا شیوہ بنانا تباہی و بربادی کا باعث ہے اور قابل مذمت نقصان دہ روش ہے اور اس کی تمام تر ذمہ داری خود اس انسان پر ہے جو یہ غلط راستہ اختیار کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَمَنِ ٱهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِى لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ﴾[3]

"اب جو شخص ہدایت کا راستہ اپنائے گا وہ خود اپنے فائدے کے لیے اپنائے گا، اور جو گمراہی اختیار کرے گا، اس کی گمراہی کا نقصان خود اسی کو پہنچے گا"

---

1) سورۃ الانعام: 6/117

2) تفسیر تبیان القرآن: 3/635

3) سورۃ یونس: 10/108

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

"یعنی حق واضح طور پر دلائل و براہین کے ساتھ پہنچ چکا، جس کے قبول نہ کرنے کا کوئی معقول عذر کسی کے پاس نہیں خدا کی آخری حجت بندوں پر تمام ہو گئی۔ اب ہر ایک اپنا نفع نقصان سوچ لے جو خدا کی بتلائی ہوئی راہ پر چلے گا دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گا۔ جو اسے چھوڑ کر ادھر ادھر بھٹکتا پھرے گا خود پریشان اور ذلیل و خوار رہے گا اپنے بھلے برے کو خوب سمجھ کر ہر شخص اپنے مستقبل کا انتظام کر لے اور جو راستہ پسند ہو اختیار کرے پیغمبر کوئی مختار بنا کر نہیں بھیجے گئے جو تمہارے افعال کے ذمہ دار اور جواب دہ ہوں۔ ان کا کام صرف آگاہ کر دینے اور راستہ بتلا دینے کا ہے۔ اس پر چلنا، چلنے والے کے اختیار میں ہے"[1]

بے عقلی و بے وقوفی:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و شعور سے نوازا ہے اور اسے اچھے برے اور صحیح و غلط کی پہچان کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ اللہ کی طرف سے پہنچائی گئی واضح ہدایت، گمراہی کے وبال کی وضاحت اور تنبیہات، اور اس کی طرف سے ودیعت شدہ عقل و شعور کے باوجود اگر کوئی گمراہی کی روش اختیار کرتا ہے تو یہ سراسر بے عقلی، بے وقوفی اور نادانی کی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں جابجا کفر و شرک، فسق و فجور اور گمراہی کی دیگر صورتوں کو اختیار کرنے والوں کو عقل سے عاری قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدۡ أَضَلَّ مِنكُمۡ جِبِلࣰّا كَثِيرًاۖ أَفَلَمۡ تَكُونُواْ تَعۡقِلُونَ ﴾[2]

"اور یہ واقعی بات ہے کہ شیطان نے تمہارے اکثر کو کر دیا گمراہ، تم کیا نہیں رکھتے تھے سمجھ"

مولانا عبد الرحمان کیلانی اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم سے عہد (عہد الست) لیا تھا، پھر اللہ نے سمجھنے سوچنے کے لیے تمہیں عقل بھی دی تھی، پھر اللہ تعالیٰ اس عہد کی یاددہانی کے لیے اپنے رسولؑ اور کتابیں بھی بھیجتا رہا پھر یہی شیطان بنی آدم کی ایک کثیر تعداد کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لہٰذا اے عہد فراموش مجرمو! تم نے اپنی عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا تو اب اس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔ جہنم تمہاری منتظر ہے۔ رسولوںؑ کی دعوت سے انکار اور ضد کی سزا یہی ہے کہ اب اس جہنم میں داخل ہو جاؤ"[3]

---

1) تفسیر عثمانی: 117/2

2) سورۃ یٰس: 36/62

3) تفسیر تیسیر القرآن: 689/3

عبرت ناک انجام:

جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کو محمود اور گمراہی کو مذموم قرار دیا گیا ہے اسی طرح ہدایت اختیار کرنے والوں کے انجام خیر اور گمراہی اختیار کرنے والوں کے انجام بد کو بھی وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے تاکہ انسان کے دل میں گمراہی کے عبرت ناک انجام کا خوف پیدا ہو اور وہ خود کو اس میں مبتلا ہونے سے بچائے۔ اخروی انجام کے اعتبار سے گمراہ لوگ نہ صرف یہ کہ خود عبرت ناک سزا بھگتیں گے بلکہ ان کے دل میں یہ حسرت بھی ہوگی کہ جن لوگوں کی وجہ سے ہمارا یہ انجام ہوا ہے ہم ان سے انتقام لے سکیں اور انھیں بھی سخت سزا دی جائے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ رَبَّنَآ أَرِنَا ٱلَّذَيۡنِ أَضَلَّانَا مِنَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِ نَجۡعَلۡهُمَا تَحۡتَ أَقۡدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ ٱلۡأَسۡفَلِينَ ﴾[1]

"اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار جنات میں سے اور انسانوں میں سے جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم کو انھیں دکھا دیجیے ہم انھیں اپنے قدموں کے نیچے کرلیں تاکہ یہ دونوں گروہ زیادہ ذلیلوں میں سے ہو جائیں"

پیر کرم شاہ الازہری اس نکتہ کی وضاحت کچھ اس انداز میں کرتے ہیں:

"جب انھیں دوزخ کے ابدی عذاب میں جھونک دیا جائے گا۔ اس وقت انھیں وہ لیڈر اور قائد یاد آئیں گے جن کے ورغلانے سے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو ستایا کرتے تھے اور قرآن پر طرح طرح کے لغو اعتراضات کیا کرتے تھے۔ انھیں رہ رہ کر ان لیڈروں پر غصہ آئے گا اور دانت پیسیں گے اور کہیں گے: اے رب! ایک دفعہ ہمیں وہ شیطان دکھا دے جو جنوں اور انسانوں میں سے ہمیں گمراہ کیا کرتے تھے۔ اگر وہ آج ہمارے ہتھے چڑھ جائیں تو ہم ان کو اپنے پاؤں تلے رگید کر رکھ دیں اور ان کا حلیہ بگاڑ ڈالیں تاکہ اہل جہنم کی نظروں میں بھی ان کی ذلت اور پستی آشکارا ہو جائے"[2]

ضروری وضاحت:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

1) سورۃ فصلت: 41/29

2) تفسیر ضیاء القرآن: 342/4

﴿ وَمَن يُضْلِلِ ٱللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُۥ سَبِيلًا ﴾[1]
"اور جسے اللہ گمراہی میں ڈال دے، تمہیں اس کے لیے ہدایت پر آنے کا کوئی راستہ ہر گز نہیں مل سکتا"

قرآن مجید میں یہ مضمون دیگر مقامات پر بھی مختلف اسالیب اور انداز کے ساتھ بیان ہوا ہے جسے بنیاد بناتے ہوئے شیطان یہ وسوسہ اندازی کرتا ہے کہ گویا انسان اس معاملے میں بے بس و لاچار ہے، اور اس کے گمراہی میں مبتلا ہونے کی اصل وجہ یہی ہے کہ اللہ نے اسکے لیے گمراہ رہنا مقرر کیا ہے اور وہ اللہ کی اس چاہت کے آگے بے بس ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"گمراہ کرنا انہی کو چاہتا ہے جو خود ذرائع ہدایت کو اپنے اوپر مسدود کر لیتے ہیں۔ نہ کہنے والے کی سنتے ہیں، نہ خود دوسرے سے پوچھتے ہیں اور نہ اندھیرے میں کچھ دیکھ سکتے ہیں۔ جب سب قویٰ اپنی بے اعتدالیوں سے بیکار کر لیے تو حق کی تصدیق و قبول کا کیا ذریعہ ہو؟"[2]

اس ضمن میں یہ وضاحت انتہائی ضروری ہے کہ اللہ رب العزت کا مبارک طریقہ یہ ہے کہ جو ہدایت چاہے اسے ہدایت دیتا ہے اور گمراہی میں وہی مبتلا ہوتا ہے جو اپنے لیے گمراہی کا انتخاب کرتا ہے۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو ہدایت کا پورا پورا انتظام موجود ہے اب یہ انسان کی کجروی اور سرکشی ہی ہے جو اسے گمراہی میں مبتلا رکھتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَٱتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ٱلَّذِىٓ ءَاتَيْنَٰهُ ءَايَٰتِنَا فَٱنسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ ٱلشَّيْطَٰنُ فَكَانَ مِنَ ٱلْغَاوِينَ ﴿١٧٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَٰهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُۥٓ أَخْلَدَ إِلَى ٱلْأَرْضِ وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ ﴾[3]

"اور سنایئے پڑھ کر آپ ان کو حال اس شخص کا جسے دیں ہم نے آیات اپنی پھر وہ گیا نکل ان سے۔ پھر لگ گیا پیچھے اس کے شیطان تو وہ ہو گیا گمراہوں میں سے اور چاہتے اگر ہم تو کر دیتے اسے بلند ان آیات کی بدولت لیکن وہ مائل ہو گیا زمین ہی کی طرف اور لگ گیا پیچھے اپنی خواہش کے"

یعنی اللہ تعالیٰ تو انسان کو رفعت اور بلندی عطا کرنا چاہتا ہے لیکن یہ گمراہی میں مبتلا ہونے والا انسان ہی ہے جو تھوڑے پر راضی ہو جاتا ہے اور عارضی فائدہ اور قلیل مدتی لذت کی خاطر اعلیٰ و ارفع کو چھوڑ کر ادنیٰ و کمتر کی طرف

---

1) سورۃ النساء: 4/143

2) تفسیر عثمانی: 1/609

3) سورۃ الاعراف: 175، 7/176

مائل ہوتا ہے اور خود کو عظیم سعادت سے محروم کر لیتا ہے۔

خلاصہ بحث:

قرآن و سنت کی روشنی میں ہدایت اور گمراہی کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات نکھر کر سامنے آئی ہے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے اہم ترین شے ہدایت ہے۔ ہدایت اصل میں اللہ کے خزانوں اور نعمتوں میں سے ایک بیش بہا نعمت ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اس نعمت سے نوازتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اس نعمت کی اہمیت کے پیش نظر اسے انسانوں تک پہنچانے کے لیے کئی ذرائع پیدا فرمائے ہیں۔ لیکن یہ نعمت اسے ہی نصیب ہوتی ہے جو اس نعمت کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور ہر وہ شخص جو ضد، تعصب، ہٹ دھرمی یا کسی بھی وجہ سے سرکشی کا رویہ اختیار کرتا ہے اور ہدایت کے واضح ہونے کے بعد اس سے روگردانی اور کجروی اختیار کرتا ہے، وہ اس نعمت سے محروم رہ جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے گمراہی کی ضرر رسانی، وبال اور آخرت میں اس کے انجام سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ انسان کو یہ اختیار بھی دے دیا گیا ہے کہ وہ اپنے لیے گمراہی کا انتخاب کرتا ہے یا خود کو اس میں مبتلا ہونے سے بچاتا ہے۔ اللہ رب العزت کی طرف سے اس تمام تر وضاحت کے باوجود اگر کوئی اس معاملے کی سنگینی کو نہیں سمجھتا اور گمراہی کی روش ترک نہیں کرتا، تو یہ رویہ بے عقلی اور نادانی کے زمرے میں آتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اخروی وبال کا باعث بھی بنتا ہے جبکہ اس نقصان کی تمام تر ذمہ داری بھی اسی پر آتی ہے۔

باب دوم
قرآن و سنت کی روشنی میں گمراہی کے اسباب

فصل اول: معاشرتی گمراہیاں اور ان کے اسباب

فصل دوم: معاشی گمراہیاں اور ان کے اسباب

فصل سوم: سیاسی گمراہیاں اور ان کے اسباب

فصل اول

معاشرتی گمراہیاں اور انکے اسباب

مبحث اول: معاشرہ–ایک تعارف

مبحث دوم: معاشرتی اقدار

مبحث سوم: معاشرتی گمراہیاں اور ان کے اسباب

مبحث اول

معاشرہ-ایک تعارف

معاشرہ کی لغوی تعریف:

"معاشرہ" اردو زبان میں مستعمل لفظ ہے، اور اس کے لیے عربی زبان میں المجتمع یا الجمیع کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ القاموس الوحید کے مطابق المجتمع سے مراد معاشرہ، سوسائٹی اور سماج ہے[(1)]۔ جبکہ مختار الصحاح میں اس کا معنی قبیلہ اور سوسائٹی بیان کیا گیا ہے[(2)]۔ اگر اردو زبان کے لحاظ سے دیکھا جائے تو مولوی فیروزالدین کے نزدیک معاشرہ کا معنی "جماعتی زندگی" ہے جبکہ معاشرت سے مراد "کسی کے سات مل جل کر زندگی بسر کرنا" ہے[(3)]۔ جبکہ علمی اردو لغت کے مطابق معاشرہ کا معنی "سوسائٹی" اور "جماعتی زندگی" ہے۔ اور معاشرت کا معنی "مل جل کر زندگی بسر کرنا" اور "طرز زندگی" ہے[(4)]۔ اسی طرح فرہنگ آصفیہ لغت کے مطابق "آپس میں مل جل کر رہنا"[(5)] ہے اور رابعہ اردو لغت کے مطابق معاشرہ کا معنی "سوسائٹی" اور "جماعتی زندگی" اور معاشرت کا معنی "اوقات بسری، باہم مل جل کر زندگانی کرنا" بیان کیا گیا ہے۔[(6)]

معاشرہ کی اصطلاحی تعریف:

اردو زبان و ادب اور بول چال میں معاشرہ کی اصطلاح کا استعمال عام ہے اور معاشرہ کی اصطلاح افراد کے ایسے گروہ کے بارے میں استعمال کی جاتی ہے جو اپنی زندگی کی گزر بسر اور بقاء کے لیے ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہوں۔ مولوی فیروز الدین معاشرہ کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ایسی اجتماعی زندگی جس میں ہر شخص کو رہن سہن، اپنی فلاح و ترقی اور بہبود کے لیے دوسروں لوگوں سے واسطہ پڑے، معاشرہ کہلاتی ہے"[(7)]۔ وارث سرہندی بھی معاشرہ کی اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے معاشرہ کو افراد کی اجتماعی زندگی قرار دیتے ہیں جس

---

1) القاموس الوحید، ص:281

2) مختار الصحاح، الرازی، محمد بن ابو بکر، امام، ترجمہ: پروفیسر عبد الرزاق، دارالاشاعت، کراچی، پاکستان، 2003ء، ص:165

3) فیروز اللغات، ص:1260

4) علمی اردو لغت، ص:1022

5) فرہنگ آصفیہ:4/368

6) رابعہ اردو لغت جامع، سعید اے شیخ، اسلامک بک سروس، نئی دہلی، بھارت، 2007ء، ص:681

7) فیروز اللغات، ص:1260

میں ہر فرد کو زندگی کے مختلف معاملات جیسے رہن سہن اور ترقی و بہبود کے سلسلے میں ایک دوسرے سے واسطہ پڑتا ہے[1]۔ اسی طرح رابعہ اردو لغت میں معاشرہ کو افراد کی جماعتی زندگی کہا گیا ہے۔ اور مزید وضاحت اس طرح سے ہوتی ہے کہ یہ افراد کی ایسی جماعتی زندگی ہے جس میں افراد کا ایک دوسرے سے واسطہ پڑتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے رہنے سہنے اور ترقی و بہبود کا نظام چلاتے ہیں۔[2]

معاشرہ یعنی سوسائٹی کی اصطلاح کو انگریزی زبان میں کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے:

"A society is a group of people whose members interact, reside in a definable area, and share a culture."[3]

یعنی معاشرہ سے مراد لوگوں کا ایسا گروہ ہے جس کے ارکان ایک مشترک محدود جغرافیہ کے اندر رہتے ہوئے ایک دوسرے سے میل جول رکھتے ہیں اور مشترکہ ثقافت کے حامل ہوتے ہیں۔

معاشرہ کے مترادفات:

لفظ معاشرہ کے بھی کچھ مترادفات کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

- **سماج:**

سماج کا لفظ بھی اردو زبان میں معاشرہ کے مترادف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر یہ کہا جائے کہ فلاح شخص سماجی معاملات کا درست فہم رکھتا ہے تو اس سے مراد یہی لیا جاتا ہے کہ اس شخص کو معاشرتی مسائل و معاملات کا درست فہم حاصل ہے۔ مشہور اردو لغات جیسے فیروز اللغات[4]، علمی اردو لغت[5]، فرہنگ آصفیہ[6] اور رابعہ اردو لغت[7] کے مطابق سماج سے مراد "معاشرہ، سوسائٹی، انجمن، گروہ، جتھا، ٹولی" ہے۔

---

1) علمی اردو لغت، وارث سرہندی، ص:1022

2) رابعہ اردو لغت جامع، سعید اے شیخ، اسلامک بک سروس، نئی دہلی، بھارت، 2007ء، ص:681

3) Introducton to Sociology, Open Stax College, Texas, 2012, Ch.1, Page. 10

4) فیروز اللغات، ص: 808

5) علمی اردو لغت، ص: 918

6) فرہنگ آصفیہ: 3/94

7) رابعہ اردو لغت، ص: 681

- **سوسائٹی: (Society)**

سوسائٹی (Society) اگرچہ انگریزی زبان کا لفظ ہے لیکن اردو زبان کی یہ خاصیت ہے کہ یہ دیگر زبانوں کے الفاظ کو بھی اپنے اندر ضم کر کے اپنا ہی ایک حصہ بنا لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوسائٹی کا لفظ بھی اردو زبان میں معاشرہ اور سماج کے ہم معنی اور مترادف لفظ کے طور پر بولا جاتا ہے۔ اور کثرت استعمال کی وجہ سے سوسائٹی کا لفظ اردو زبان کا حصہ بن گیا ہے۔ اس بات کی تصدیق یوں بھی ہوتی ہے کہ اردو لغات میں اس لفظ کو با قاعدہ جگہ دی گئی ہے اور اس کے معنی بیان کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ فیروز اللغات میں سوسائٹی کا معنی "سماج، معاشرہ، اجتماعی زندگی، لوگوں کی صحبت" بیان کیا گیا ہے[1]۔ اسی طرح فرہنگ آصفیہ کے مطابق سوسائٹی انگلش کا لفظ ہے اور اسم مؤنث ہے اور اس کا معنی "انجمن، گروہ، سماج، تمدن، سنگت، میل جول" ہے[2]۔ سوسائٹی (Society) چونکہ انگریزی زبان کا لفظ ہے، لہذا انگریزی لغات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کا معنی کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے:

Society: "People who have shared customs and law"

&

"Organization formed for a particular purpose" [3]

- **عمران:**

عمران کا لفظ بھی معاشرہ کے مترادف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ تعلیمی اداروں میں پڑھایا جانے والا معروف مضمون عمرانیات ہے جسے Sociology بھی کہا جاتا ہے۔ فیروز اللغات میں عمرانیات کا معنی "انسانی معاشرے کا علم" بیان کیا گیا ہے۔[4]

---

1) فیروز اللغات، ص:820

2) فرہنگ آصفیہ، 3/126

3) Oxford Collections Dictionary for Students of English, Oxford University Press, Page 727

4) فیروز اللغات، ص:904

مبحث دوم

معاشرتی اقدار

وہ پیمانے جن کی بنیاد پر کسی معاشرے کے مزاج یا افراد کے رویوں کو جانچا جاتا ہے معاشرتی اقدار کہلاتے ہیں۔ معاشرتی اقدار کی بنیاد پر دیکھا جاتا ہے کہ کسی معاشرے کا مزاج کیا ہے اور افراد میں کون سا رویہ کس حد تک قابل قبول ہے یا کس حد تک ناقابل قبول۔ ڈاکٹر محمد رفعت[1] اپنے ایک مضمون میں معاشرتی اقدار کا تعارف کچھ اس انداز سے بیان کرتے ہیں:

”سماج میں افراد کے رویے کو جانچنے کے لیے کچھ پیمانے ہوتے ہیں۔ ان پیمانوں کی بنیاد پر وہ سماج یہ طے کرتا ہے کہ افراد کا فلاں رویہ قابل قبول (Acceptable) ہے یا اس کے برعکس طے کرتا ہے کہ فلاں رویہ ناقابل قبول (Unacceptable) ہے۔ ردو قبول کے ان پیمانوں کو اقدار کہا جاتا ہے۔ کسی معاشرے کے مزاج کو پہچاننے میں ان اقدار کی معرفت کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ ایک مثال سے اس کی وضاحت کی جاسکتی ہے۔ انسانی معاملات میں غالباً سب سے اہم سوال یہ ہے کہ مرد اور عورت کے جنسی تعلق کا صحیح یا قابل قبول طریقہ کیا ہے؟ اس سوال کا ایک جواب وہ ہے، جو ہدایت الٰہی کا قائل سماج دیتا ہے اور دوسرا جواب وہ ہے، جو جدید مغربی معاشرے نے دیا ہے، جہاں ہدایت الٰہی سے بے نیازی پر سماجی زندگی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ہدایت الٰہی کے مطابق اس سوال کا جواب یہ ہے کہ عورت اور مرد کے جنسی تعلق کی قابل قبول صورت اُن کا باہم اعلانیہ نکاح ہے[2]۔ اور اس کے ساتھ قرآن مجید میں اس کے منفی پہلو کے بارے میں بھی ہدایت دی ہے اور بدکاری کو حرام ٹھہرایا گیا ہے[3]۔ یعنی اسلام کی دی ہوئی

---

1) ڈاکٹر محمد رفعت، ماہنامہ زندگی نو، نئی دہلی، بھارت کے اعزازی مدیر ہیں۔ اور باقاعدگی کے ساتھ اشارات کے نام سے مختلف موضوعات پر مضامین لکھتے ہیں۔

2) قرآن مجید میں ارشاد ہے:﴿وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۖ كِتَٰبَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡۚ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمۡ أَن تَبۡتَغُواْ بِأَمۡوَٰلِكُم مُّحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَۚ فَمَا ٱسۡتَمۡتَعۡتُم بِهِۦ مِنۡهُنَّ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةٗۚ ﴾ سورۃ النساء:4/24

”اُن (محرمات) کے علاوہ جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال (یعنی نکاح و ادائیگی مہر) کے ذریعہ سے حاصل کرنا تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے بشرطیکہ حصارِ نکاح میں ان کو محفوظ کرو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو۔ پھر جو ازدواجی زندگی کا لطف تم اُن سے اٹھاؤ اُس کے بدلے میں اُن کے مہر بطور فرض کے ادا کرو۔“

3) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَقۡرَبُواْ ٱلزِّنَىٰٓۖ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةٗ وَسَآءَ سَبِيلٗا ﴾سورۃ الاسراء: 17/32

”زنا کے قریب نہ پھٹکو، وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ“

مثبت اقدار میں ایک اہم قدر عفت، پاکبازی اور حیا ہے۔ یہ قدر اسلامی سماج کے مزاج کی عکاس ہے۔ چنانچہ اسلامی معاشرے میں قابل قبول رویہ پاک دامنی کا ہے اور اس کے برعکس بے حیائی کا رویہ نا قابل قبول ہے۔"[1]

اسلامی نظام اقدار کی خصوصیات:

اسلام اپنے نظام اقدار حوالے سے چار معیارات کو سامنے رکھتا ہے۔ اور درست نظام اقدار کے بارے میں قرآنی استدلال کے چار پہلوؤں کی وضاحت درج ذیل ہیں:

- **ہدایت الٰہی پر مبنی:**

درست نظام اقدار کے حق میں پہلی اہم بات یہ ہے کہ اس کی تعلیم خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ قرآن مجید کے نزدیک برے افعال اس لیے قابل اجتناب ہیں کہ اللہ نے انھیں حرام قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْۖ أَلَّا تُشْرِكُواْ بِهِۦ شَيْـًٔاۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًاۖ وَلَا تَقْتُلُوٓاْ أَوْلَٰدَكُم مِّنْ إِمْلَٰقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْۖ وَلَا تَقْرَبُواْ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَۖ وَلَا تَقْتُلُواْ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِي حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلْحَقِّۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾[2]

"کہیے کہ آؤ بتاؤں تمھیں میں کہ کیا عائد کی ہیں پابندیاں رب تمہارے نے تم پر: نہ کرو شریک کسی کو ساتھ اس کے، کرو برتاؤ اچھا والدین کے ساتھ، نہ قتل کرو اولاد اپنی کو مفلسی کے خوف سے، دیتے ہیں تمھیں رزق ہم اور دیں گے ان کو بھی اور قریب مت بے شرمی کی باتوں کے چاہے ہوں چھپی یا کھلی اور ٹھہرایا ہے جس جان کو اللہ نے محترم نہ کرو ہلاک مگر ساتھ حق کے۔ یہ ہیں باتیں ہدایت دی ہے جن کی تمھیں اس نے، شاید کام لو تم سمجھ"

- **کائنات سے ہم آہنگی:**

درست نظام اقدار کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ کائنات سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ چنانچہ میانہ روی کی تعلیم دیتے ہوئے قرآن مجید میں اسی مشیت الٰہی یعنی اعتدال کا تذکرہ کیا گیا ہے جو کائنات کے نظام میں کارفرما نظر آتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

1) اشارات، محمد رفعت، ڈاکٹر، ماہنامہ زندگی نو، نئی دہلی، بھارت، ایڈیشن: جولائی 2011ء، ص: 6

2) سورۃ الانعام: 6/151

﴿وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ ٱلۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُومٗا مَّحۡسُورًا ۝٢٩ إِنَّ رَبَّكَ يَبۡسُطُ ٱلرِّزۡقَ لِمَن يَشَآءُ وَيَقۡدِرُۚ إِنَّهُۥ كَانَ بِعِبَادِهِۦ خَبِيرَۢا بَصِيرٗا﴾[1]

"نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اُسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ، تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے"

اس اعتدال کی وضاحت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کچھ یوں فرماتے ہیں:

"محتاج کو دیکھ کر بالکل بے تاب نہ ہو جا، اُس کی حاجت روائی ترے ذمہ نہیں، اللہ کے ذمہ ہے۔ لیکن یہ باتیں نبی کریم ﷺ کو فرمائی ہیں، جو بے حد سخی واقع ہوئے تھے۔ باقی جس کے جی سے مال (کی محبت) نہ نکل سکے اس کو پابند کیا ہے (مال راہِ خدا میں) دینے کا۔ حکیم بھی گرمی والے کو سرد دوا دیتا ہے اور سردی والے کو گرم"۔[2]

- **فطرت انسانی سے مطابقت:**

فطرت انسانی سے مطابقت، درست نظام اقدار کی تیسری خصوصیت ہے۔ مثلاً تکبر کی روش سے بچنے کی تعلیم دیتے ہوئے قرآن مجید نے انسانی قوت کی فطری محدودیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَمۡشِ فِي ٱلۡأَرۡضِ مَرَحًاۖ إِنَّكَ لَن تَخۡرِقَ ٱلۡأَرۡضَ وَلَن تَبۡلُغَ ٱلۡجِبَالَ طُولٗا ۝٣٧ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُۥ عِندَ رَبِّكَ مَكۡرُوهٗا﴾[3]

"زمین میں اکڑ کر نہ چلو۔ تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو، نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔ ان امور میں سے ہر ایک کا برا پہلو تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے"

یعنی انسانی طاقت کی فطری محدودیت ملحوظ خاطر رہے تو تکبر کی روش کا نامعقول ہونا آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

---

1) سورۃ الاسراء: 29، 17/30

2) تفسیر عثمانی، عثمانی، شبیر احمد، مولانا، دارالاشاعت، کراچی، 2/387

3) سورۃ الاسراء: 37، 17/38

- **عملی نتائج کی پاکیزگی اور خوشگواری:**

درست نظام اقدار کی چوتھی خصوصیت اس کے عملی نتائج کی پاکیزگی اور خوشگواری ہے۔ جیسے خرچ میں میانہ روی کی تعلیم میں اسی بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے، یعنی بے اعتدالی کے برے نتائج سے خبردار کیا گیا ہے[1]۔ اسی طرح صحیح ناپ تول کی تعلیم میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَوۡفُواْ ٱلۡكَيۡلَ إِذَا كِلۡتُمۡ وَزِنُواْ بِٱلۡقِسۡطَاسِ ٱلۡمُسۡتَقِيمِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلٗا ﴾[2]

”پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے“

پسندیدہ معاشرتی اقدار:

چند اہم اور بنیادی معاشرتی اقدار کی تفصیل درج ذیل ہے:

- **حیاء:**

حیاء صرف ایک اہم اور بنیادی معاشرتی قدر ہی نہیں ہے بلکہ یہ انسان کی فطری خوبیوں میں سے ایک خوبی بھی ہے۔ شرم وحیا اس صفت کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان قبیح اور ناپسندیدہ کاموں سے پرہیز کرتا ہے۔ دین اسلام نے حیاء کی اہمیت کو خوب اجاگر کیا ہے تاکہ مومن باحیاء بن کر معاشرے کی فلاح کا ذریعہ بن سکے۔ مختار الصحاح کے مطابق الحیاء کا معنی ” شرم وحیاء ہے“۔[3] جبکہ القاموس الوحید میں الحیاء کا معنی ”شرم وحیاء، وقار و سنجیدگی بیان کیا گیا ہے“۔[4] اور مولوی فیروز الدین نے حیاء کا معنی ”شرم، حجاب، لحاظ، غیرت“ بیان کیا ہے[5]۔ قرآن مجید میں حیاء کو ایک پسندیدہ صفت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ باحیاء انسان اللہ کے ہاں بھی مقبول ہوتا ہے اور مخلوق کی نظر میں بھی پسندیدہ بن جاتا ہے۔ جیسا کہ

---

1) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ ٱلۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُومٗا مَّحۡسُورًا﴾ سورۃ الاسراء: 17/29

”نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ کر رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بنکر رہ جاؤ“

2) سورۃ الاسراء: 17/35

3) مختار الصحاح، الرازی، محمد بن ابو بکر، مترجم: پروفیسر عبد الرزاق، دارالاشاعت، کراچی، 2003ء، ص:243

4) القاموس الوحید، ص:401

5) فیروز اللغات، ص:577

حضرت شعیبؑ کی بیٹی جب حضرت موسیٰؑ کو بلانے کے لیے آئیں تو ان کی چال ڈھال میں موجود شائستگی اور شرمیلا پن اللہ رب العزت کو اتنا پسند آیا کہ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿ فَجَآءَتۡهُ إِحۡدَىٰهُمَا تَمۡشِي عَلَى ٱسۡتِحۡيَآءٖ ﴾(1)

"اور آئی ان کے پاس ان میں سے ایک لڑکی شرماتی ہوئی"

پیر کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"جب وہ خاتون آئی تو کس طرح آئی، اس کا خصوصی طور پر بیان کیا تاکہ امت مسلمہ کی بچیاں اس سے سبق سیکھیں۔ فرمایا شرط و حیا کی چادر اوڑھے شرماتی لجاتی ہوئی آئی"۔(2)

تفسیر قرطبی کے مطابق :

"ولم تكن سلفعا من النساء"(3)

"وہ ایسی عورتوں میں سے نہ تھی جو مردوں پر جری ہوتی ہیں"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب باحیاء انسان کی رفتار و گفتار اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند ہے تو اس کا کردار کتنا محبوب و مقبول ہو گا۔ اسی طرح جو انسان حیاء جیسی نعمت سے محروم ہو اس سے خیر کی توقع رکھنا فضول ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحِي فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ))(4)

"اگلے پیغمبروں کے کلام میں سے لوگوں نے جو پایا یہ بھی ہے کہ جب تجھ میں حیا نہ ہو پھر جو جی چاہے کر۔"

یعنی بے حیاء انسان کسی ضابطۂ اخلاق کا پابند نہیں ہوتا اور اس کی زندگی شتر بے مہار کے طرح ہوتی ہے۔ اور حیاء ہی وہ صفت ہے کہ جس کی وجہ سے انسان پاکیزگی اور پاکدامنی کی زندگی گزارتا ہے۔ اسی ضمن میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي اِلَّا بِخَيْرٍ))(5)

---

1) سورۃ القصص: 28/25

2) تفسیر ضیاء القرآن، الازہری، کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 1399ھ، 3/486

3) الجامع الاحکام القرآن، قرطبی، محمد بن احمد، امام، مترجم ادارہ ضیاء المصنفین، 2012ء، 7/282

4) سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ، محمد بن يزيد، تحقیق: عبدالباقی محمد فواد، كتاب الزهد، باب الحياء، دار إحياء الكتب العربية، حدیث: 4183

5) صحیح مسلم، کِتَاب الایمان، بَابُ شعب الایمان، حدیث: 60

"حیاء خیر ہی کی موجب ہوتی ہے"

گویا کہ انسان جس قدر باحیاء بنے گا اتنی ہی خیر اس میں بڑھتی چلی جائے گی۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ)) [1]

"حیاء ایمان کا حصہ ہے"۔

- **اخوت:**

اخوت ایک اہم معاشرتی قدر ہے۔اس سے مراد بھائی چارہ اور باہمی تعاون ہے۔اخوت کسی بھی معاشرے کے استحکام و ترقی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ رابعہ اردو لغت کے مطابق اخوت سے مراد "بھائی بندی، برادری اور بھائی چارہ" ہے[2]۔جبکہ وارث سرہندی اخوت کا معنی "بھائی ہونے کا رشتہ، وہ برادرانہ تعلق جو رشتہ کے علاوہ کسی اور نسبت سے ہو، بھائی چارہ، یگانگت، دوستی، بھائی بنانے کا عہد اور بھائی بنانا" بیان کرتے ہیں[3]۔ اور فیروز اللغات کے مطابق اخوت سے مراد "برادری، بھائی بندی اور بھائی چارہ" ہے[4]۔

اخوت و بھائی چارہ کے ثمرات:

اخوت و بھائی چارہ وہ عظیم جذبہ اور روش ہے جو افراد معاشرہ کے باہمی اختلافات اور تنازعات کو خوش اسلوبی کی ساتھ حل کرنے کی ضامن ہے۔اس جذبہ کے تحت افراد ایک دوسرے کی مدد اور خدمت کے لیے کوشاں رہتے ہیں، جس سے معاشرہ میں ایک اچھی اور عمدہ فضا قائم ہوتی ہے اور خیر خواہی کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔اسی طرح اخوت و بھائی چارہ سے افراد معاشرہ کے درمیان پیدا ہونے والا اتحاد ان کی قوت میں اضافہ کا باعث بنتا ہے جس کے ذریعے وہ ہر طرح کی شر پسندی کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔اسی مبارک جذبہ کی بنیاد پر افراد کا ایک دوسرے کی مالی مدد کرنا معاشرے کے معاشی استحکام کا باعث بنتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا جو محبت و الفت اور خیر خواہی کے جذبہ کے حوالے سے اپنی مثال آپ تھا۔یہ بھائی چارہ

---

1) صحیح بخاری، كِتَاب الْإِيمَانِ، بَابُ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ، حدیث: 24

2) رابعہ اردو لغت، ص:67

3) علمی اردو لغت، ص:88

4) فیروز اللغات، ص:76

ایثار و قربانی اور انسانی ہمدردی پر مبنی ہونے کی وجہ سے معاشرے کے لیے انتہائی سود مند ثابت ہوا۔[1]

اخوت کا اسلامی تصور:

اسلام میں سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں[2]، چاہے ان کا تعلق کسی بھی نسل و رنگ اور وطن سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعے مسلمانوں کے درمیان اخوت اسلامی کا ایک پائیدار اور مستحکم رشتہ قائم کیاجو ہر لحاظ سے عظمت وفضیلت کا حامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے متعدد ارشادات میں اسلامی اخوت کی اہمیت وافادیت کو اجاگر اور واضح کیا ہے۔ جیسا کہ فرمان رسول ﷺ ہے:

((الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ۔۔۔۔۔كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ))[3]

"مسلمان بھائی ہے مسلمان کا۔ وہ نہیں کرتا ظلم اس پر، نہیں چھوڑتا بے یارومددگار اسے اور نہ ہی کرتا ہے تحقیر اس کی، حرام ہے سب کچھ ایک مسلمان کا دوسرے پر سب کچھ، خون اس کا (یعنی جان)، مال اس کا اور عزت اس کی "۔

آپؐ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَا يُؤْمِنْ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبُّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِه))[4]

"تم میں کوئی آدمی نہیں ہو سکتا مومن (کامل) جب تک وہ واسطے دوسرے (مسلمان) بھائی کے وہی کچھ نہ پسند کرلے جو کرتا ہے پسند واسطے اپنے "۔

آپؐ کا ارشاد ہے:

((مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ))[5]

---

1) الرحیق المختوم، مبارکپوری، صفی الرحمٰن، المکتبہ السلفیہ، لاہور، ص: 256

2) ﴿ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾ "بے شک ایمان والے (آپس میں) بھائی بھائی ہیں"، سورۃ الحجرات: 49/10

3) صحیح مسلم، كتاب البر والصله والآداب، بَابُ تَحْرِيمِ ظُلْمِ الْمُسْلِمِ، وَخَذْلِهِ، وَاحْتِقَارِهِ وَدَمِهِ، وَعِرْضِهِ، وَمَالِهِ، حدیث: 32

4) سنن ترمذي، أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، حدیث: 2515

5) سنن ابوداؤد، كتاب الادب، باب المواخاة، حدیث: 4893

"جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی کسی ضرورت کو پورا کرتا ہے، اللہ اس کی ضرورت کو پورا کرتا ہے اور جو کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی مشکل کو آسان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں آسانی پیدا کرے گا"۔

اسلامی تعلیمات کی مطابق اہل اسلام کا باہمی تعلق اور بھائی چارہ ایک جسم واحد اور مضبوط دیوار کی مانند ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کی تقویت کا باعث بنتی ہے۔[1]

- **امانت:**

امانت بھی ایک اہم معاشرتی قدر ہے۔ القاموس الوحید میں امانت کا معنی دیانت داری، راست بازی، امانت" بیان کیا گیا ہے[2] اور فرہنگ آصفیہ کے مطابق امانت "ضد خیانت، تحویل، سپردگی، کسی کی رکھوائی ہوئی چیز، سپرد کی ہوئی چیز" ہے[3]۔ جبکہ مفتی محمد شفیع امانت کے لغوی معنی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ " لغوی لحاظ سے امانت شامل ہے ہر اس شے کو جس کی اٹھائی ہو ذمہ داری کسی آدمی نے جس پر کیا گیا ہو بھروسہ واعتماد"[4]۔ الغرض یہ کہ امانت ایک طرف تو ان تمام دینی، سماجی، سیاسی اور معاشی ذمہ داریوں کا نام ہے جن کے پورا کرنے کا انسان سے مطالبہ ہے۔ اور دوسری طرف یہ ایمانداری اور انسان کی ایسی صفات کا نام ہے جن کی وجہ سے وہ ذمہ داریاں سونپے جانے کا مستحق قرار پاتا ہے۔ انگریزی میں عموماً امانت کا ترجمہ ٹرسٹ (Trust) سے کیا جاتا ہے اور جدید سماجیات میں معاشرتی ہم آہنگی اور پر امن معاشرہ کے لیے اسے ایک بنیادی مقام حاصل ہے۔

جان لوک[5] کے مطابق:

"Trust is the key to successful politics and a peaceful society"[6]

---

1) ((اَلْمُؤْمِنُ اَخُوا لْمُؤْمِنِ کَالجَسَدِ الْوَاحِدِ اِنِ اشْتَکٰی شَيْأً مِّنْهُ وَجَدَ اَلَمَ ذٰلِکَ فِيْ سَائِرِجَسَدِہٖ))
"مومن، مومن کا بھائی ہے (اور وہ) جسم کی طرح ہیں کہ اگر اس کے کسی ایک حصہ (عضو) میں پہنچے کوئی تکلیف تو اس کا درد اس کے تمام بدن میں محسوس ہوتا ہے" (مسند احمد)

2) القاموس الوحید، ص:136

3) فرہنگ آصفیہ: 224/1

4) تفسیر معارف القرآن: 298/6

5) جان لوک، علم سیاسیات اور جدید فلسفہ کے ماہر ہیں۔

6) John Lock, Second Treatise of Government, 2011, Ch.8, Page 36

"ٹرسٹ ہی کامیاب سیاست اور پر امن معاشرے کی سب سے اہم بنیاد ہے"

امانت کی صفت اپنے اندر اوصاف کا ایک مجموعہ رکھتی ہے جو زندگی کے تمام معاملات کو محیط ہے۔ یعنی ایک طرف تو امانت انفرادی طور پر ایک دوسرے کی دی گئی امانتوں کو پورا کرنے کا نام ہے وہیں اجتماعی سطح پر حکومت چلانے اور انتظامیہ سے متعلق افراد میں بھی امانت کا ہونا وصف لازم ہے۔اسی طرح تجارت میں بھی امانت بنیادی شرط ہے اور ساتھ ہی سماج میں رہنے کے لیے سماج کے طے شدہ اصولوں کے مطابق چلنا بھی امانت کا لازمی تقاضا ہے۔

امانت ماہرین سماجیات کی نظر میں:

سماجی خوشحالی اور امن وسکون کے لیے افراد معاشرہ کے درمیان امانت کے تعلق کا استوار ہونا انتہائی ضروری ہے۔جدید علوم سماجیات میں اسے سوشل ٹرسٹ (Social Trust) کہتے ہیں۔

جارج زمل[1] کے مطابق:

"Trust is one of the most important factors that unites any society"[2]

"کسی بھی معاشرے کو جوڑنے والے اہم ترین عوامل میں ایک ٹرسٹ ہے"

اسی طرح کینتھ نیوٹن[3] کا کہنا ہے کہ

"Trust is the most important element of any social system، this basic element is a prerequisite for the social welfare, economic development and political stability of the society"[4]

"سماجی اثاثے کا اہم ترین عنصر ٹرسٹ ہے اور کسی بھی معاشرے کی سماجی بہبود اور معاشی ترقی اور سیاسی استحکام کے لیے اس سماجی اثاثے کا ہونا شرط اول ہے"

سیسیلا بوک[5] کہتے ہے کہ

---

1) جارج سمل، مشہور ماہر سماجیات ہیں۔

2) George Simmel, The Sociology of George Simmel, P.348

3) کینتھ نیوٹن، ماہر سیاسیات ہیں۔

4) Kenneth Newton, Trust, Social Capital, Civil Society and Democracy, P.202

5) سیسیلا بوک، ماہر سماجیات ہیں۔

"Trust is a social asset, its destruction destroys the society, resultantly the society disintegrates."(1)

"ٹرسٹ ایک سماجی دولت ہے اور اگر یہ ختم ہو جائے تو سماج تباہ ہو جاتے ہیں اور ان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے"

امانت اور قرآن وسنت:

قرآن وسنت کی نظر میں امانت داری ایک پسندیدہ صفت ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ هُمۡ لِأَمَٰنَٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رَٰعُونَ ﴾(2)

"اور جو لوگ ہیں اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت کرنے والے"

مولانا مودودی کہتے ہیں:

"امانات کا لفظ جامع ان تمام امانتوں کے لیے ہے جو رب عالم نے، معاشرے یا افراد نے سپرد کی ہوں کسی آدمی کے۔ اور عہد میں داخل ہیں وہ معاہدے سارے جو استوار کیے گئے ہوں خدا اور انسان، انسان اور انسان کے درمیان۔ صفت مومن کی یہ ہے وہ خیانت نہ کرے گا کبھی امانت میں اور نہ پھرے گا قول اپنے سے"۔(3)

نبی کریم ﷺ اکثر اپنے خطبوں میں فرمایا کرتے تھے:

((لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ)) (4)

"نہیں جس میں امانت نہیں ہے اس میں ایمان اور نہ ہو جس میں پاسداری عہد کی نہیں ہے کوئی دین اس کا"

امانت کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ))(5)

---

1) Sissela Bok, Lying: Moral Choice in Public and Private Life

2) سورۃ المومنون: 23/8

3) تفہیم القرآن: 3/267

4) مسند احمد، حدیث: 13199

5) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، حدیث: 34

" چار ہیں خصلتیں کہ پائی جائیں جس میں وہ چاروں وہ ہے منافق خالص اور جس میں کوئی ایک ان میں سے ہے تو اس میں ہے ایک خصلت نفاق کی جب تک وہ چھوڑ نہ دے اس کو۔ یعنی جب سپرد کی جائے امانت تو کرے خیانت، جب بولے تو جھوٹ بولے، جب کرے عہد تو توڑ ڈالے۔ اور جب کرے جھگڑا کسی سے تو (اخلاق و دیانت کی) تمام حدیں پھاند جائے"۔

مغربی معاشرہ کا امانت کے حوالے سے جائزہ لینے والے ماہرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان معاشروں میں امانت یا ٹرسٹ کا گراف بہت تیزی سے زوال کی جانب گامزن ہے[1]۔ جس کی وجہ مغربی سماج میں امانت کا لحاظ رکھوانے کے لیے کسی مضبوط محرک کا نہ ہونا ہے۔ اس کے برعکس اسلامی تعلیمات میں امانت کے پس منظر میں قرآن و سنت کی صورت میں ایک بڑا دینی اور اخلاقی محرک موجود ہے جس کی بناء پر کوئی بھی باشعور مسلمان خیانت کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا﴾[2]

"یقیناً اللہ دیتا ہے حکم تم کو کہ پہنچاؤ امانتیں تم ان کے حق داروں تک"۔

مفتی محمد شفیع کہتے ہیں:

"حاصل اس ارشاد کا ہے یہ کہ امانت ہے کوئی اگر کسی کے ہاتھ میں تو ہے لازم اس پر کہ کہ پہنچا دے مستحق اور اہل تک اس کو"۔[3]

---

1) رابرٹ پٹنم اس شکوہ کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"The level of trust is declining steadily in western societies"

" مغربی معاشروں میں ٹرسٹ کا لیول مستقل کم سے کم تر ہوتا جارہا ہے"۔

(Ref: Robert Putnam, Turning in, Turning out: The Strange Disappearance of Social Capital in America Vol. 28, No 4 (Dec 1995), pp 664-683)

جبکہ ماہرین سماجیات میکائیل اور ڈیگو کہتے ہیں کہ

"Trust belongs to the quality of honesty which is absolutely uncertain. Therefore, establishment of a trustful relationship with any one else is a difficult matter."

"امانت کا تعلق امانت داری کی صفت سے ہے اور یہ چیز بالکل غیر یقینی ہے۔ چنانچہ کسی کے لیے بھی کسی دوسرے پر بھروسا کرنا اور اس کے ساتھ امانت کا تعلق قائم کرنا ایک مشکل امر ہے"

(Ref: Michael Bacharach and Diego Gambetta, Trust in Signs)

2) سورۃ النساء: 4/58

3) تفسیر معارف القرآن: 2/446

حضور ﷺ کی احادیث سے بھی امانت کی مختلف اقسام کے حوالے سے راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ ان میں سے چند کی تفصیل درج ذیل ہے:

- **حکومتی مناصب:**

حکومت کے تمام عہدے اور مناصب اللہ کی امانتیں ہیں، امین جن کے ہیں وہ افسران و حکام جن کے پاس ہیں اختیارات۔ لازم ہے ان پر کہ تلاش کریں ہر عہدہ و کام کے لیے مستحق کو۔ کسی عہدے پر نااہل کا بٹھانا انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اذا وسد الامرالی غیر اھله فانتظر الساعة))[1]

"یعنی جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کر دی گئی جو اس کام کے اہل اور قابل نہیں تو قیامت کا انتظار کرو"

آج جہاں نظام حکومت کی ابتری نظر آتی ہے وہ سب اس تعلیم کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہے کہ تعلقات اور سفارشوں اور رشوتوں سے عہدے تقسیم کئے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل اور ناقابل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر خلق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظام حکومت برباد ہو جاتا ہے۔

- **مجلسی رازداری:**

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((الْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ))[2]

" مجلسیں امانتداری کے ساتھ ہونی چاہئیں"

یعنی مجلس میں جو بات کہی جائے وہ اسی مجلس کی امانت ہے، ان کی اجازت کے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کرنا اور پھیلانا جائز نہیں۔

- **مشورہ بھی امانت:**

ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

---

1) صحیح بخاری، کتاب العلم، حدیث:59

2) سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب فی نقل الحدیث، حدیث:4869

((الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ))[1]

"یعنی جس شخص سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہے"

یعنی مشورہ دینے والے پر لازم ہے کہ مشورہ وہی دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کے حق میں مفید اور بہتر ہو، اگر جانتے بوجھتے ہوئے غلط مشورہ دے دیا تو امانت میں خیانت کا مرتکب گا۔

الغرض معاشروں کو ان میں موجود اقدار کی مناسبت سے جانچا جاتا ہے۔ اور اچھی اقدار جیسے امانت، صداقت، شرافت، خیر خواہی اور بھائی چارہ وغیرہ سے کسی بھی معاشرے کے اعلیٰ معیار کو جانچا جاسکتا ہے۔

1) سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب المستشار مؤتمن، حدیث:3745

مبحث سوم

معاشرتی گمراہیاں اور انکے اسباب

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ معاشرہ محض افراد کے مجموعے کا نام ہے۔ اور معاشرہ اپنا کوئی ذاتی وجود نہیں رکھتا۔ لہٰذا افراد کی اصلاح سے معاشرے کی اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ افراد معاشرہ کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اس حد تک تو یہ بات درست ہے کہ معاشرے کے بننے یا بگڑنے کا انحصار افراد پر ہے اور افراد کی اکثریت کا رویہ معاشرے کا مزاج کہلاتا ہے۔ لیکن معاشرے کے مزاج کے پہلو سے دیکھا جائے تو ایک اور حقیقت سامنے آتی ہے کہ ”معاشرہ اپنا ایک الگ وجود بھی رکھتا ہے، جو ایک اعتبار سے افراد کو کنٹرول کرتا ہے۔ اس لحاظ سے غور کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ ہر معاشرہ ایک مخصوص ”مزاج“ کا حامل ہوتا ہے۔ اور معاشرے میں دو طرح کے افراد موجود ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے افراد ہوتے ہیں جو معاشرے کے مزاج کو قبول کرتے ہوئے خود کو اس کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ اور کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جو معاشرے کے مزاج کی مزاحمت کرتے ہیں اور اسے بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔“[1]

فساد اور شر پھیلانا اللہ رب العزت کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلَا تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَٰحِهَا وَٱدْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴾[2]

”اور نہ برپا کرو فساد زمین میں جب اصلاح ہو چکی اس کی، اسی میں بھلائی تمہاری ہے اگر ہو تم مومن سچے“۔

انسانی سماج یا معاشرہ خیر اور اصلاح پر مبنی ہے۔ اور اس میں بگاڑ بعد کے کچھ عوامل و عناصر کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جن کی نشاندہی اور راہ نمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء و کتب کی صورت میں ہدایت بھیجی جاتی رہی ہے۔ مولانا مودودی کے مطابق:

”زمین کے انتظام میں اصل چیز فساد نہیں ہے جس پر صلاح عارض ہوئی ہو، بلکہ اصل چیز صلاح ہے جس پر فساد محض انسان کی جہالت اور سرکشی سے عارض ہوتا رہا ہے۔ بالفاظ دیگر یہاں انسان کی زندگی کی ابتدا جہالت و وحشت اور شرک و بغاوت اور اخلاقی بد نظمی سے نہیں ہوئی ہے جس کو دور کرنے کے لیے بعد میں بتدریج اصلاحات کی گئی ہوں بلکہ فی الحقیقت انسانی انسانی زندگی کا آغاز صلاح سے ہوا ہے اور بعد میں اس درست نظام کو غلط کار انسان اپنی حماقتوں اور شرارتوں سے خراب کرتے رہے ہیں۔ اس فساد کو مٹانے اور نظام حیات کو از سرِ نو درست کر دینے

---

1) ماہنامہ زندگی نو، ڈاکٹر محمد رفعت، ص:5

2) سورۃ الاعراف: 7/56

کے لیے اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً اپنے پیغمبر بھیجتا رہا ہے اور انہوں نے ہر زمانے میں انسان کو یہی دعوت دی ہے کہ زمین کا انتظام جس صلاح پر قائم کیا گیا تھا اس میں فساد برپا کرنے سے باز آؤ"۔ [1]

اگر گمراہیوں کو معمولی جان کر معاشرے میں ان کے پھیلاؤ کے اسباب کو نظر انداز کیا جاتا رہے تو بالآخر یہ گمراہیاں اس معاشرے کے مزاج کا روپ دھارنا شروع کر دیتی ہیں اور ایک ایسی شاہراہ بنا دیتی ہیں، جس پر افراد کو چار و ناچار چلنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی فرد غیر معمولی قوت ارادی کا مالک ہو تبھی یہ ممکن ہے کہ وہ معاشرہ کے عام راستے سے مختلف کوئی راستہ اختیار کر سکے۔ لہذا اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے انتہائی محتاط رہنا ناگزیر ہے کہ کہیں معاشرہ ایسی گمراہیوں کا شکار نہ ہو جائے جو معاشرے کا مزاج بن جائیں اور افراد کی اکثریت ان کا شکار بن جائے۔ ذیل کی سطور میں معاشرتی گمراہیوں کی مختلف صورتوں کی تفصیل بیان کی جائے گی اور اس کے ساتھ ان اسباب اور عوامل پر بھی روشنی ڈالی جائے گی جو ان گمراہیوں کی وجہ بنتے ہیں۔

فحاشی و بے حیائی:

عربی زبان میں فحاشی کا مادہ ف ح ش ہے۔ اور اس کا لغوی معنی کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے:

(الفحش: القبيح من القول والفعل، وهو كل ما يشتد قبحه من الذنوب والمعاصي، وكل شيء جاوز قدره و حده فهو فاحش) [2]

"یعنی فحش سے مراد برے اقوال و افعال ہیں، معاصی اور گناہوں میں سے بدترین۔۔۔ فاحش ہر وہ امر ہے جس میں حد سے تجاوز ہو۔"

قومی انگریزی اردو لغت میں Obscene کے اردو میں درج ذیل مترادفات دیے گئے ہیں:

"شائستگی یا اخلاق کے مقررہ معیار کے خلاف، ناشائستہ، عریاں تصویروں والا، گفتگو یا عمل میں ناگواری، بد چلنی پر اکسانے اور نفسانی خواہش جگانے پر مائل کرنے والا، شہوت انگیز، Obscene یعنی گندا پن، فحش، فحش کیفیت یا خصوصیت، ناشائستگی، کوئی فحش چیز جیسے زبان" [3]

لہذا فحش میں حد سے آگے بڑھنے اور قبیح کے مفاہیم پائے جاتے ہے، کیونکہ کسی شے کی جو بھی حدیں اللہ تعالیٰ نے طے فرمادی ہیں تو ان سے آگے بڑھنا برائی ہو گا۔ قرآن مجید میں رذائل اخلاق کے لیے عدوان، منکر، سوء، اثم اور خطا کی طرح کے لفظوں کو بھی استعمال کیا گیا ہے لیکن شہوانی قوت یا جنسی جبلت کی تسکین سے متعلق جو

---

1) تفہیم القرآن: 38/2

2) لسان العرب، الجزء السابع، ص:32

3) قومی انگریزی اردو لغت، جالبی، جمیل، ڈاکٹر، طبع ششم، قومی زبان مقتدرہ، اسلام آباد، 2006ء، ص:1339

حدیں مقرر فرمائی ہیں ان سے آگے بڑھنے کی بری حرکت کو بالعموم فحش (فحشاء و فاحشہ) قرار دیا ہے اور اسے شیطانی انگیخت کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ وَمَن يَتَّبِعۡ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِ فَإِنَّهُۥ يَأۡمُرُ بِٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِ﴾[1]

"اے ایمان والو شیطان کے قدموں کا اتباع نہ کرو، اور جو شخص شیطان کے قدموں کے پیچھے چلتا ہے سو وہ بے حیائی کے کاموں کا اور برائیوں کا حکم دیتا ہے"

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقۡرَبُواْ ٱلزِّنَىٰٓۖ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةٗ وَسَآءَ سَبِيلٗا ﴾[2]

"اور زنا کے پاس نہ جاؤ بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی اور بری راہ ہے"

یہاں زنا کو فحاشی قرار دیا گیا ہے اور یہ نہیں کہا گیا کہ زنا نہ کرو بلکہ کہا گیا ہے کہ زنا کے قریب مت جاؤ۔ یعنی دماغ سے فحش باتیں سوچنا اور فحش کاموں کی منصوبہ بندی کرنا، زبان سے فحش باتیں کرنا، آنکھوں سے فحش مناظر دیکھنا، کانوں سے فحش باتیں سننا، ہاتھوں اور پاؤں کو فحش کاموں کی خاطر حرکت دینا اور استعمال کرنا وغیرہ سب فحش کے زمرے میں آتے ہیں۔ گویا کہ زنا صرف حرام جنسی فعل کا نام نہیں بلکہ یہ تو تکمیلی مرحلہ ہے اور ابتدائی مراحل میں جسم کے جو اعضاء بھی اس فحش کام کی معاونت کرتے ہیں وہ بھی گویا زنا کے اس فعل میں حصہ لیتے ہیں۔[3]

بے حیائی کے اسباب:

➢ بے پردگی:

بے حیائی پھیلنے کی ایک بڑی وجہ بے پردگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام عورتوں کو پردے کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُل لِّلۡمُؤۡمِنَٰتِ يَغۡضُضۡنَ مِنۡ أَبۡصَٰرِهِنَّ وَيَحۡفَظۡنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبۡدِينَ زِينَتَهُنَّ

---

1) سورۃ النور: 24/21

2) سورۃ الاسراء: 17/32

3) جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذَلِكَ لاَ مَحَالَةَ، فَزِنَا العَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ المَنْطِقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي، وَالفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ كُلَّهُ وَيُكَذِّبُهُ (صحیح بخاری، کتاب الاستیذان، باب الزنا الجوارح، حدیث:6243)

﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾[1]

"اور مومن عورتوں سے فرما دیجیے کہ اپنی آنکھوں کو پست رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں اور ظاہر نہ کریں زینت اپنی کو مگر جو ظاہر ہو جائے اس میں سے، اور دوپٹوں کو گریبانوں پر ڈالیں، اور نہ ظاہر کریں زینت اپنی"

اسی طرح فرمایا:

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ﴾[2]

"اور مومن عورتیں زور سے اپنے پاؤں نہ ماریں تاکہ معلوم ہو جائے ان کی پوشیدہ زینت"

ایک اور مقام پر اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾[3]

"اور قرار سے رہو اپنے گھروں میں اور نہ اظہار کرو اپنے بناؤ کا جاہلیت کے قدیم دور کی طرح"

- **اشاعت و تشہیر:**

بے حیائی کی اسباب و وجوہات میں بے حیائی کی باتوں کا پرچار کرنا اور انسان کو زنا کی طرف مائل کرنے والی باتیں اور حرکتیں کرنا سب شامل ہیں۔ عصر حاضر میں اشاعت فحش کے کئی نئے طریقے ایجاد ہو گئے ہیں جیسے جنسی جنون پیدا کرنے والی فلمیں اور ڈرامے، عشق بازی کی ترغیب دینے والے اخلاق سوز گانے، ذہنوں پر عورت کا بھوت سوار کرانے والے اشتہارات، حسن کے مقابلے، ٹی وی پر عورتوں کے بے ڈھنگے پن کے مظاہرے، ہیجان انگیز ناول اور افسانے، اخبارات و رسائل میں عورتوں کی برہنہ اور نیم برہنہ تصویریں اور ڈانس کے پروگرام وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾[4]

"بے شک جو لوگ چاہتے ہیں بے حیائی کا چرچہ اہل ایمان میں، ہے ان کے واسطے آخرت و دنیا میں عذاب

---

1) سورۃ النور: 24/31

2) سورۃ النور: 24/31

3) سورۃ الاحزاب: 33/33

4) سورۃ النور: 24/19

درد ناک اور خوب جانتا ہے اللہ اور تم نہیں جانتے "

نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

((من دَعَا إِلَى هدى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تبعه، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَاإِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تبعه، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا)) (1)

"جو شخص ہدایت (نیکی) کی طرف بلائے، اسے ہدایت پر چلنے والوں کا بھی ثواب ملے گا اور چلنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی، اور جو شخص گمراہی (برائی) کی طرف بلائے، اس کو گمراہی پر چلنے والوں کا بھی گناہ ہو گا اور ان چلنے والوں کے گناہ میں بھی کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی"

➢ میڈیا/انٹرنیٹ:

موجودہ دور میں سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ نہ صرف یہ کہ بے حیائی کے پھیلاؤ کا ایک بڑا ذریعہ ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ انسان کے ایمان و کردار کے لیے بہت بڑی آزمائش بھی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَيَبْلُوَنَّكُمُ ٱللَّهُ بِشَىْءٍ مِّنَ ٱلصَّيْدِ تَنَالُهُۥٓ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ ٱللَّهُ مَن يَخَافُهُۥ بِٱلْغَيْبِ ۚ فَمَنِ ٱعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (2)

"اے ایمان والو! اللہ تمہیں شکار کے کچھ جانوروں کے ذریعہ ضرور آزمائے گا جن کو تم تمہارے نیزوں اور ہاتھ سے پکڑ سکو گے، تا کہ وہ یہ جان لے کہ کون ہے جو اس کو دیکھے بغیر بھی اس سے ڈرتا ہے۔ پھر جو شخص اس کے بعد بھی حد سے تجاوز کرے گا وہ دردناک سزا کا مستحق ہو گا۔"

آج کے مسلمان کا ایمان بالغیب انٹرنیٹ اور موبائل کے ذریعے وجہ سے بھی شدید آزمائش میں مبتلا ہے، جہاں ایک کلک انسان کو وہ کچھ دکھا سکتی ہے جس کا موجودہ نسل کے آباء واجداد تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ آج کا انسان اپنی خفیہ سائبر (Cyber) سرگرمیاں (يستخفون من الناس) لوگوں سے تو چھپا سکتا ہے لیکن (ولا يستخفون من الله و هو معهم) اللہ سے نہیں چھپا سکتا کیونکہ یہ سب ناجائز دیکھا اور سنا ہوا، نامہ اعمال میں محفوظ ہو رہا ہے جہاں سے اسے صرف سچی توبہ ہی مٹا سکتی ہے۔

---

1) صحیح مسلم، كِتَاب الْعِلْمِ، باب مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً وَمَنْ دَعَا إِلَى هُدًى أَوْ ضَلاَلَةٍ، حدیث:16

2) سورۃ المائدہ:5/94

➢ مخلوط محافل:

نئی تہذیب کی ہوا، فیشن پرستی اور نام نہاد آزادی نے مرد وزن کو تباہی اور بربادی کے سے دوچار کر دیا ہے اور شرم وحیا اور عصمت وعفت جیسی اعلیٰ اقدار معاشرے سے ناپید ہوتی جارہی ہیں۔ آج نوجوان نامحرم لڑکوں اور لڑکیوں کا آپس میں ملنا جلنا، یہاں تک کہ ہنسی مذاق اور دل لگی کرنا عام ہے۔ اور خلوت میں ملنے کی تباہی کو یکسر فراموش کیا جاچکا ہے۔ جبکہ آپؐ کا فرمان ہے:

((لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ))(1)

"نہ بیٹھے تنہائی میں کوئی مرد (غیر محرم) عورت کے ساتھ"

آج مرد وزن کا بے باکی کے ساتھ مخلوط محافل میں شرکت کرنا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کو بڑے فخر کے ساتھ Confidence یعنی اعتماد کا نام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام مردوں اور عورتوں دونوں کو نظر کی حفاظت کی تاکید کرتا ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

((النَّظْرَةُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَسْمُومَةٌ))(2)

"نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی عفت وعصمت کے ضمن میں انھیں نظریں نیچی رکھنے کا حکم بھی فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ ﴾(3)

"مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں"

خیانت:

خیانت بھی ایک معاشرتی گمراہی ہے۔ ناجائز منافع خوری، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی وغیرہ خیانت کی مختلف صورتیں ہیں اور قرآن مجید میں خیانت سے منع فرمایا گیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

1) صحیح مسلم، کتاب الحج، بَابُ سَفَرِ الْمَرْأَةِ مَعَ مَحْرَمٍ إِلَى حَجٍّ وَغَيْرِهِ، حدیث:424

2) المستدرک علی الصحیحین، الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1990ء، 4/349 (حکم الالبانی: ضعیف جدا، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، 3/177)

3) سورۃالنور: 24/31

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَخُونُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ وَتَخُونُوٓاْ أَمَٰنَٰتِكُمۡ وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ﴾[1]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو، جبکہ تم جانتے ہو"۔

مولانا عبد الرحمان کیلانی فرماتے ہیں:

"امانتوں سے مراد وہ سب ذمہ داریاں ہیں جو کسی انسان پر عائد کی گئی ہوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سے انسان کا عہد، منتیں اور نذریں، جنگ و صلح کے معاہدے، نکاح، منصب کے لحاظ سے ذمہ داریاں نکاح کے بھی، پھر انسان پر اس کے منصب کے لحاظ سے طرح طرح کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ غرض اس آیت کے مضمون میں انسان کی پوری زندگی آجاتی ہے کہ وہ کسی حال میں خیانت نہ کرے۔ اور بالخصوص جس بات پر اس آیت میں مسلمانوں کو متنبہ کیا جارہا ہے وہ یہ ہے کہ کفار سے متعلق مسلمانوں کی پالیسی کو منافقوں یا مشکوک لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کریں اور اس سلسلہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیں۔ کیونکہ ہر قسم کی جنگی تدابیر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی امانت ہیں اور ایسے اقدامات کے متعلق کافروں کو اشارتاً یا کنایتہ مطلع کرنا یعنی جنگی راز کو فاش کرنا بھی امانت میں خیانت ہے۔ جس کے نتائج انتہائی خطرناک ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ بسا اوقات فتح شکست میں بدل جاتی ہے"۔[2]

اسی طرح خیانت نفاق کی علامت ہے، جیسا کہ آپؐ نے نفاق کی ایک علامت یہ بتائی کہ

((إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ))[3]

"جب امانت اس کے پاس رکھی جائے تو خیانت کرے"

خیانت کے اسباب:

خیانت کے کچھ اسباب و وجوہات درج ذیل ہیں جن کی وجہ سے انسان خیانت کا مرتکب ہوتا ہے:

- **لالچ:**

دنیا کی ہر چیز اور بطور خاص مال و دولت کو ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش رکھنا لالچ کہلاتا ہے۔ لالچ ایک ایسی خصلت ہے جو انسان کو خیانت کا عادی بنا دیتی ہے اور لالچی طبیعت کا حامل شخص زیادہ سے زیادہ کے حصول کو مقصد بنا کر ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرتا ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے:

---

1) سورۃ الانفال: 8/27

2) تفسیر تیسیر القرآن، کیلانی، عبد الرحمن، مولانا، مکتبۃ السلام، لاہور، 1432ھ، 2/146

3) صحیح مسلم، کتاب الایمان، بَابُ بَيَانِ خِصَالِ الْمُنَافِقِ، حدیث: 108

((يَهْرَمُ ابن آدَمَ وَيَشُبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ: الحرص عَلَى العُمُرِ والحرص عَلَى الْمَالِ)) (1)

"آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں مال کی حرص اور عمر کی حرص"

- **دنیا پرستی و انکار آخرت:**

دنیا پرستی اور اخروی انجام سے بے فکری وہ وجوہات ہیں جو انسان کو خیانت کی طرف مائل کرتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ دنیاوی فائدہ کا حصول اور آخرت کی جواب دہی سے بے فکری انسان کے رویے کو تباہ کر دینے والے اسباب ہیں اور ایسے رویے کا حامل شخص صرف ایک ہی مقصد کے تحت زندگی گزارتا ہے اور وہ ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ دنیا حاصل کرنا۔ اور وہ یہ بھول جاتا ہے کہ ایک دن اللہ کے سامنے ان تمام بد اعمالیوں کا جواب بھی دینا پڑے گا۔ (2)

ترک امر بالمعروف و نہی عن المنکر:

معاشرتی بگاڑ کی ایک بڑی وجہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ترک کر دینا بھی ہے۔ معاشرے میں اچھی باتوں کی دعوت و حکم دینا اور برائیوں سے روکنا شریعت کے احکامات میں سے ایک اہم حکم ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ﴾ (3)

"اور چاہیے کہ ہو تم میں جماعت ایسی جو بلائے خیر کی جانب جو حکم دے معروف کا اور روکے منکر سے اور یہی ہیں لوگ فلاح والے"

معاشرے میں پسندیدہ و صالح اقدار کے فروغ اور منکرات کے خاتمے کے لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر وہ Mechanism ہے جو نہ صرف یہ کہ صالح معاشرے کی تعمیر کا ضامن ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ یہ ناپسندیدہ اقدار کا تدارک بھی یقینی بناتا ہے۔ اگر صالح افراد معاشرہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کنارہ کش رہیں تو اس

---

1) سنن الترمذی، ابواب الزهد، بَابُ: مَا جَاءَ فِي قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ، حدیث: 2339

2) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ﴾ (سورۃ یونس: 10/7)

"حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور وہ دنیا کی زندگی ہی پر راضی اور مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں"

3) سورۃ ال عمران: 3/104

کے انتہائی مہلک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اور جب یہ معاملہ خوب بڑھ جاتا ہے اور شر و خرابی ہر طرف پھیل جاتی ہے تو نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ دعوت کے مواقع اور وسائل واسباب موجود ہونے کے باوجود غفلت و بے خبری طاری رہتی ہے اور اللہ کے احکامات کی کھلی نافرمانیوں پر بھی ایمانی غیرت جوش میں نہیں آتی۔ برائی سے روکنا اور نیکی کی دعوت دیناوہ پسندیدہ عمل ہے جو اس امت کو بہترین امت قرار دینے کی وجہ ہے[1]۔

مولانا مودودی فرماتے ہیں:

"یہ ایک حقیقت ہے کہ نیک بننے سے پہلے نیک بنناضروری ہے۔ لیکن جس طرح اپنا پیٹ بھرنے سے دوسرے کا پیٹ بھرنا زیادہ افضل ہے اسی طرح فضیلت کے اعتبار سے نیکی کو پھیلانے اور بدی کو روکنے کا درجہ بھی نیک بننے اور بدی کو ترک کرنے سے زیادہ ہے۔ کیونکہ ایک اپنی خدمت ہے اور دوسری اپنے ابنائے نوع کی خدمت ہے۔ ایک محض انسانیت کے درجے میں ہے اور دوسری کا شمار انسانیت کاملہ، شرافت کا کمال اور بزرگی کے درجہ میں ہوتا ہے۔"[2]

امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرنے کی وجوہات:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرنے کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

- **لاعلمی و معرفت کا فقدان:**

عام معاشرتی رویوں سے یہ بات عیاں ہے کہ افراد معاشرہ انفرادی نیکیوں مثلاً نماز، روزہ وغیرہ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور خیر کی دعوت اور منکرات کے خلاف جدوجہد کو غیر ضروری قرار دے کر ترک کرنے کی روش اختیار کرتے ہیں جبکہ یہ بات انتہائی واضح ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں امر بالمعروف نہی عن المنکر کو چھوڑ دینا انتہائی ناپسندیدہ رویہ ہے۔ جیسا کہ نبیؐ نے فرمایا:

((والذی نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عن المنكر أَوْ لَيُوشِكَنَّ الله أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عقابا مِنْهُ ثُمَّ تدعونه فَلاَ يُسْتَجَابُ لكم))[3]

---

1) ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ سورۃ آل عمران:3/110
"تم امت ہو بہترین جسے نکالا گیا ہے لوگوں کی راہ نمائی کے واسطے حکم دیتے ہو معروف کا اور روکتے ہو منکر سے اور رکھتے ہو ایمان اللہ پر"

2) الجہاد فی الاسلام، مودودی، سید ابوالاعلیٰ، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 2011ء، ص: 89

3) سنن الترمذی، ابواب الفتن، بَابُ: مَا جَاءَ فِي الأَمْرِ بِالمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ المُنْكَرِ، حدیث:2169

”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ہے جان میری، یا تو تم حکم دو گے بھلائی کا اور روکو گے برائی سے یا قریب ہے کہ تم پر بھیجے عذاب اللہ اپنا پھر جب پکارو گے تم اس کو تو وہ سنے گا نہیں تمہاری“

- **خود غرضی و نفس پرستی:**

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک کرنے کی ایک بڑی وجہ خود غرضی و نفس پرستی بھی ہے۔ انسان کا صرف اپنی ذات کے بارے میں ہی سوچتا ہے اور اپنے ارد گرد کے ماحول سے بے خبر ہو کر اپنے آپ میں ہی مگن رہنا اور معاشرتی گمراہیوں کو ختم کرنے کے لیے اپنا کردار ادا نہ کرنا خود غرضی کی ناپسندیدہ ترین صورتوں میں سے ایک ہے[1]۔ ایسے انسان کی آنکھ اس وقت کھلتی ہے جب معاشرتی بگاڑ کی آگ اس کے اپنے گھر تک پہنچ جاتی ہے۔

خلاصہ بحث:

الغرض افراد مل کر معاشرہ تشکیل دیتے ہیں اور افراد کی اکثریت کا مزاج و رویہ معاشرہ کا مزاج و رویہ کہلاتا ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ معاشرہ کا مزاج افراد پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ جن معاشروں میں اچھی اقدار جیسے امانت، صداقت، شرافت، خیر خواہی اور بھائی چارہ وغیرہ کثرت سے پائی جاتی ہوں اسے ایک پرامن اور پرسکون معاشرہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور اگر فسق و فجور اور گمراہی معاشرہ کا مزاج بن جائے تو افراد معاشرہ کا ان میں مبتلا ہونے کا خطرہ شدت اختیار کر جاتا ہے لہذا ضروری ہے کہ معاشرتی اصلاح کی ذمہ داری ادا کی جاتی رہے تا کہ معاشرتی بگاڑ خطرناک صورت اختیار نہ کر لے۔

---

1) أَوْحَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنِ اقْلِبْ مَدِينَةَ كَذَا وَكَذَا بِأَهْلِهَا، قَالَ: فَقَالَ: يَا رَبِّ إِنَّ فِيهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ، قَالَ: فَقَالَ: اقْلِبْهَا عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ وَجْهَهُ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ (شعب الايمان، حديث:7189)

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو وحی کی کہ فلاں فلاں شہر کو اس کے باسیوں پر اُلٹ دو۔ جبرائیل نے عرض کیا کہ پروردگار، اس میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے کبھی پلک جھپکنے کی دیر بھی تیری معصیت میں نہیں گزاری۔۔۔۔ اس کے چہرے کا رنگ کبھی ایک لمحے کے لیے بھی میری غیرت کی وجہ سے متغیر نہیں ہوا۔

فصل دوم

معاشی گمراہیاں اور ان کے اسباب

مبحث اول: معیشت–ایک تعارف

مبحث دوم: اسلام اور معیشت

مبحث سوم: معاشی گمراہیاں اور ان کا بنیادی سبب

مبحث اول

معیشت - ایک تعارف

معیشت کی لغوی تعریف:

القاموس الوحید کے مطابق المعاش و المعیشه سے مراد "روزی، گزر بسر کا سامان، کھانے پینے اور زندگی کا ضروری سامان، اسباب زندگی اور ذریعہ گزر بسر" ہے[1]۔ مختار الصحاح میں کے مطابق المعاش و المعیشه کا معنی "گزر اوقات اور ذریعہ معاش" بیان کیا گیا ہے[2]۔ اگر اردو زبان کے لحاظ سے دیکھا جائے تو مولوی فیروزالدین کے نزدیک معاش معاشیاتی کا معنی روزی اور بسر اوقات کے متعلق[3] جبکہ معیشت سے مراد "روزگار، روزی" ہے[4]۔ اسی طرح علمی اردو لغت کے مطابق معاش اور معاشی کا معنی "رزق، خوراک، روزی، وہ شے جس سے بسر اوقات کی جائے" اور "روزی اور بسر اوقات کے متعلق" ہے۔[5] اور معیشت سے مراد "زندگی، حیات، روزگار، روزی" ہے[6]۔ فرہنگ آصفیہ میں معاش کا معنی کچھ یوں بیان کیا گیا ہے "روزی، خوراک، رزق، بسر اوقات، گزران، اوقات بسری، وہ شے جس سے زندگانی کی جاتی ہے"[7] بیان کیا گیا ہے اور معیشت کا معنی زندگی، زندگانی، جینا، وجہ معاش، روزگار، وہ چیزیں جس سے زندگی گزاریں بیان کیا گیا ہے[8]۔ اسی طرح رابعہ اردو لغت کے مطابق معاش کا معنی "جائے زندگانی، دنیا، زمین، رزق، روزی، خوراک، اوقات بسری"[9] اور معیشت کا معنی "جینا، زندگی، زندگانی، زیست، روزی، روزگار، وجہ معاش" بیان کیا گیا ہے۔[10]

---

1) القاموس الوحید، ص:1147

2) مختار الصحاح، ص:165

3) فیروز اللغات، ص:1260

4) فیروز اللغات، ص:1266

5) علمی اردو لغت، ص:1400

6) علمی اردو لغت، ص:1406

7) فرہنگ آصفیہ:4/368

8) فرہنگ آصفیہ:4/375

9) رابعہ اردو لغت جامع، ص:1072

10) رابعہ اردو لغت جامع، ص:1076

معیشت کا اصطلاحی مفہوم:

مفردات القران کے مطابق معیشت کی اصطلاحی تعریف کچھ یوں کی جاسکتی ہے:

(العيش : الحياة المختصّة بالحيوان، ويشتق منه المِعِيشَةُ لما يتعيش منه)[1]

"العیش خاص کر اس زندگی کو کہتے ہیں جو حیوان میں پائی جاتی ہے۔ اور العیش سے لفظ المعیشہ ہے جس کے معنی سامان زیست یعنی کھانے پینے کی تمام چیزیں جن سے زندگی گزران کی جاتی ہے۔"

قرآن مجید میں بھی یہ اصطلاح بہت سے مقامات پر استعمال ہوئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ﴾[2]

"ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا"

اسی طرح فرمایا:

﴿ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا ﴾[3]

"اور جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا تو اس کو بڑی تنگ زندگی ملے گی"

اسی طرح ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَٰيِشَ ﴾[4]

"اور ہم ہی نے تمہارے لیے اس میں زیست کے سامان پیدا کر دیئے"

الغرض معاش یا معیشت کا لغوی معنی زندگی، گزران، روزی اور روزگار وغیرہ ہیں جبکہ اصطلاحی اعتبار سے اس کا معنی وانسان کی زندگی کے گزر بسر کے لیے ضروری چیزیں جیسے کھانا پینا اور رہائش وغیرہ کی فراہمی ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ سامان زیست وغیرہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔

---

1) مفردات القرآن: 182/2

2) سورۃ الزخرف: 43/32

3) سورۃ طٰہٰ: 20/124

4) سورۃ الحجر: 15/20

مبحث دوم

اسلام اور معیشت

قرآن وسنت کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ دینداری اور اسلامی تعلیمات کی پابندی کامیابی کی ضامن ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا ۝٢ وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ﴾[1]

"اور جو ڈرے گا اللہ سے، اس کے لیے اللہ پیدا کر دے گا کوئی راستہ مشکل سے نکلنے کا اور عطا کرے گا اسے رزق ایسی جگہ سے جہاں سے گمان بھی نہیں ہو گا اسے"

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مِنۡ أَمۡرِهِۦ يُسۡرٗا ﴾[2]

"اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اُس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا"

اسی مضمون سے مطابقت رکھتا ہو نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((تَعرّف اِلیَ اللهِ فِی الرَّخاء یَعرِفک فَی الشّدّةِ))[3]

"اللہ تعالیٰ کو خوش حالی میں یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہیں مصیبت میں یاد فرمائیں گے"

یعنی ایک دیندار مسلمان نہ صرف حرام سرگرمیوں سے بچتا ہے بلکہ غیر ضروری سرگرمیوں سے بھی گریز کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ اپنے مقصود کام (Core Business) ہی میں مصروف رہتا ہے۔یعنی اسلام جب کسی تاجر سے دینداری کا مطالبہ کرتا ہے تو اسے ظلم، حسد، کینہ، غیبت، بغض، سود اور جوئے وغیرہ سے روکتا ہے۔ نتیجتاً ان ہدایات پر عمل کرنے والا تاجر صرف تجارتی سرگرمیوں اور ان کی منصوبہ بندی میں مصروف رہتا ہے، دوسرے تاجروں سے بد ظنی اور ان کے خلاف منصوبے بنانے سے باز رہتا ہے اور مثبت ذہن کے ساتھ صرف کاروباری بہتری کے لیے محنت کرتا ہے۔ یہ سب باتیں کاروباری فائدے کی ہیں، گویا کہ دینداری سے کاروبار میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔

---

1) سورۃ الطلاق: 65/3،2

2) سورۃ الطلاق: 65/4

3) المستدرک علی الصحیحین، 3/ 623، (حکم الالبانی: صحیح، صحیح الجامع الصغیر، 1/569)

اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:

اسلام سوشلزم یعنی اشتراکیت اور کیپٹل ازم یعنی سرمایہ دارانہ نظام کی طرز کا ایک معاشی نظام نہیں ہے، بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیمات اسلامی کے ذخیرہ میں وہ بنیادی تعلیمات تو موجود ہیں جن کی بنیاد پر معیشت کو استوار کیا جاسکتا ہے، لیکن معیشت کے ایسے نظریات جو جدید معاشیات کی کتابوں میں ملتے ہیں اسلامی شریعت میں وہ اس طرح سے موجود نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام اصل میں معاشی نظام نہیں ہے بلکہ ایک مکمل نظام زندگی ہے، اور معیشت اس کا ایک شعبہ ہے۔ اسلام کے چند معاشی اصول درج ذیل ہیں:

آخرت کو مقدم رکھنا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے معیشت کے شعبے کو بھی اہمیت دی ہے۔ دنیاوی منافع کو قرآن میں فضل کہا گیا ہے[1]۔ رسول اکرم ﷺ نے حلال طریقے سے رزق کے حصول کو "اہم فریضہ" قرار دیا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ))[2]

"اللہ تعالیٰ کے فرائض کے بعد اہم فریضہ کسب حلال ہے"

البتہ اسلام نے اسے دوسرے معاشی نظاموں کی طرح معیشت کو مقصد زندگی قرار نہیں دیا کہ انسان اپنی ساری کوششیں اسی میں صرف کر دے اور یہی اس کی سب سے بڑی فکر اور مقصد بن جائے اور آخرت کی فکر کو پس پشت ڈال دے۔ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

"تجارت اور روزی حاصل کرنا بظاہر دنیا کا ایک کام معلوم ہوتا ہے لیکن طلب رزق اسلام میں عبادت اور نیکی کا کام ہے۔"[3]

رہبانیت کی نفی:

عقیدہ آخرت کا یہ تقاضا ہرگز نہیں کہ انسان آخرت کی فکر میں مبتلا ہو کر رہبانیت اختیار کر لے اور معیشت

---

1) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ هُوَ خَيْرًا لَّهُم﴾ "اور وہ لوگ جو بخل سے کام لیتے ہیں ان چیزوں میں سے جن سے ان کو اللہ نے نوازا ہے اپنے فضل (و کرم) سے، وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ یہ (بخل) ان کے لیے بہتر ہے" (سورۃ ال عمران:180/3)

2) کنز العمال، علاء الدین، علی بن حسام الدین، الطبعۃ الخامسۃ، 1981ء، 4/9، (حکم الالبانی: ضعیف، مشکاۃ المصابیح، 847/2)

3) سیرت النبیؐ، ندوی، سید سلیمان، علامہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2015ء، 263/5

کو فضول سمجھتے ہوئے دیگر دنیاوی معاملات اور ذمہ داریوں سے کنارہ کشی اختیار کر لے۔ کیونکہ دین اسلام کی تعلیمات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان معیشت واقتصاد کو اعتدال کے ساتھ اختیار کرے اور اس سلسلے میں اللہ کی قائم کردہ حدود کا خیال رکھے۔[1]

ملکیت کا تصور:

قرآن مجید یہ اعلان کرتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز زمین، آسمان، سونا چاندی، کارخانے، مکان وجائیداد اور روپے پیسے وغیرہ کی اصل ملکیت اللہ کی ہے اور ان سب کا مالک اللہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ﴾[2]

"آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے (سب) اللہ کا ہے"

رب کائنات اپنی ملکیت اپنے بندوں کو نفع اٹھانے کے لیے اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ اس کے استعمال میں اس کی مرضی کے پابند رہیں۔ یعنی بندے کو ایسا خود مختار نہیں بنایا گیا کہ وہ جو چاہے کرتا پھرے، بلکہ حدود کے تعین کے لیے قمار، سود اور سٹہ وغیرہ کے عوامل واسباب کو ناجائز قرار دیا ہے۔ جیسے فرمان ربانی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾[3]

"اے ایمان والو، یہی بات ہے کہ شراب، جوا اور بت وغیرہ اور تیر قرعہ کے یہ سب شیطانی کام باتیں گندی ہیں، تو بالکل الگ رہو ان سے تاکہ فلاح حاصل ہو تمہیں"

خیر خواہی کا جذبہ:

اسلام نے معیشت کی حدود کو متعین کرنے کے ساتھ ساتھ غریبوں تک دولت پہنچانے کے لیے سرمایہ داروں پر بہت سے اعمال واجب کیے ہیں جن میں زکوۃ، عشر، خراج، صدقات، کفارات اور میراث وغیرہ شامل ہیں۔ الغرض اسلام ایک طرف سرمایہ داری کی ناجائز آمدنی اور اشتراکیت کے ظلم کو ختم کرکے انسان کو حق ملکیت دیتا ہے اور دوسری طرف اس کے اخراجات میں اضافہ کرکے دولت کے بہاؤ کا رخ عام معاشرے کی طرف پھیر دیتا ہے تاکہ

---

1) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَٱبْتَغِ فِيمَآ ءَاتَىٰكَ ٱللَّهُ ٱلدَّارَ ٱلْءَاخِرَةَ﴾ سورۃ القصص: 28/77
"اور اللہ نے دے رکھا ہے جو کچھ تمہیں کوشش کرو آخرت کا گھر بنانے کی اس کے ذریعے"

2) سورۃ البقرۃ: 2/284

3) سورۃ المائدۃ: 5/90

معاشی خوشحالی کی راہ ہموار ہو سکے۔ چنانچہ قرآن وحدیث کی تعلیمات میں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کثرت کے ساتھ وارد ہوئی ہے[1]۔

معاشی اقدار:

چند اہم اور بنیادی معاشی اقدار کی تفصیل درج ذیل ہے:

- **توکل:**

امام راغب اصفہانی توکل کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(التَّوَكُّلُ: تَوَكَّلْتُ عليه بمعنى : اعتمدته)[2]

"التوکل: توکلت علیه کے معنی کسی پر بھروسہ کرنے کے ہیں۔"

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنے کی تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴾[3]

"اور اللہ ہی پر رکھنا چاہیے بھروسہ مومنوں کو"

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرمان ربانی ہے:

﴿ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ ﴾[4]

"بیشک توکل کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں"

اسلامی تعلیمات کے مطابق صرف اسباب اور تدبیر ہی کو موثر سمجھ کر مسبب الاسباب سے غافل ہو جانا خلاف توکل ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ، لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، أَلا تَرَوْنَ أَنَّهَا تَغْدُو

---

1) قَالَ تَعَالَىٰ:﴿ وَءَاتَى ٱلْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ ذَوِي ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينَ وَٱبْنَ ٱلسَّبِيلِ وَٱلسَّآئِلِينَ وَفِي ٱلرِّقَابِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ ﴾ سورۃ البقرۃ: 2/177

اور وہ خرچ کرے مال اس کی محبت کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور مانگنے والوں پر اور گردنوں کے چھڑانے میں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔

2) مفردات القرآن: 2/574

3) سورۃ التوبہ: 9/5

4) سورۃ آل عمران: 3/159

خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا)) [1]

"تم کو اگر اللہ پر پورا بھروسہ ہوتا جیسا ہونا چاہیے تو تم کو اس طرح رزق دیتا کہ صبح کو بھوکے پرندے آشیانوں سے آتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں"

- **قناعت:**

عمل، صبر اور علم، قناعت کے تین بنیادی اجزاء ہیں۔ پہلی چیز عمل ہے یعنی معاشی معاملات میں اعتدال اور خرچ میں کفایت اختیار کرنا۔ جیسا کہ بنی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلتَّدْبِيْرُ نِصْفُ الْعِيْش)) [2]

"یعنی تدبیر سے کام لینا نصف معیشت ہے"

اس ضمن میں دوسری چیز صبر ہے یعنی انسان اپنے نفس کو صبر کا عادی بنائے اور خواہشات کو کم سے کم کرنے کی کوشش کرے تاکہ تنگدستی کی صورت میں بھی حاجت کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔ اور تیسری چیز علم ہے یعنی انسان اس بات کو جان لے کہ قناعت میں عزت ہے جبکہ ہوس و لالچ میں ذلت ہی ذلت ہے۔ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

"قارون کے خزانہ مال و دولت کی فراوانی اور اسباب عیش کی بہتات کو دیکھ کر منہ میں پانی نہ بھر آنا، اس مال حرام کی کثرت کے لالچ کی بجائے مال حلال کی قلت کو صبر کر کے خوشی کے ساتھ برداشت کرنا بڑی قوت کا کام ہے جو صرف صابروں کو ہی ملی ہے۔" [3]

- **سادگی:**

سادگی اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک ہے۔ یہ آمدن اور خرچ کو معتدل رکھنے کی تدبیر اور معاشی ترقی کا راز ہے۔ اسی طرح سادگی نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، اسلاف امت اور صلحاء کرام کی سیرت کا قدرے مشترک پہلو بھی ہے۔ رسول کریم ﷺ کی سادگی کی کیفیت تو یہ تھی کہ آپ نے اپنے بیٹھنے کے واسطے کوئی مخصوص نشست نہیں بنا رکھی تھی اور آپ ﷺ سب کے ساتھ مل جل کر چلتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ "جب آپ مدینہ تشریف لے گئے تو لوگ آپ کو پہچان نہ سکے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو سلام کرنے لگے۔ پھر جب ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے دھوپ آگئی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کپڑا تان

---

1) مسند احمد، حدیث: 373

2) کنز العمال، 3/49، (حکم الالبانی: ضعیف، ضعیف الجامع الصغیر، 1/369)

3) سیرت النبی ﷺ: 5/320

کر کھڑے ہو گئے۔ تب آپؓ کو لوگوں نے پہچانا"[1]۔ اسی طرح "حضرت عمر فاروقؓ ایک طرف تو 22 لاکھ مربع میل کے حکمران ہیں اور دوسری طرف سادگی کا یہ عالم کہ "جسم پر پیوند لگا کرتہ ہے، سر پر پھٹا پرانا ساعمامہ ہے اور پاؤں میں پھٹی ہوئی جوتیاں ہیں۔ اور اس حالت میں کسی بیوہ کے گھر کا پانی بھر رہے ہیں تو کبھی مسجد کے کسی گوشہ میں کام سے تھک کر لیٹے ہوئے ہیں"۔[2]

یہی اصل بڑائی اور امارت ہے۔ لہٰذا وہ خود ساختہ تکلفات جن کے ہم اور ہمارے اہل و عیال عادی بن چکے ہیں، اگر انھیں زندگی سے نکال کر سادگی اختیار کی جائے تو زندگی سنواری جا سکتی ہے۔

- **شکر:**

مفردات القرآن میں شکر کی وضاحت کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

(الشکر : تصوّر النّعمة وإظهارها، ويضادّه الكفر، وهو : نسيان النّعمة وسترها)[3]

"یعنی شکر کے معنی ہیں کسی نعمت کا تصور اور اس کا اظہار۔ کفر ضد ہے شکر کی۔ جس کا معنی نعمت کو بھلا دینا اور چھپا کر رکھنا ہے۔"

اسی حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴾[4]

"اگر کروگے تم شکر تو زیادہ دوں گا اور تم کو اور اگر کروگے ناشکری تم تو بلا شبہ سخت ہے عذاب میرا۔"

مفتی محمد شفیع کہتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا ہے کہ اگر تم نے میری نعمتوں کا شکر ادا کیا یعنی ان کو میری نافرمانیوں اور میں خرچ نہ کیا اور اپنے اعمال و افعال کو میری مرضی کے مطابق بنانے کی کوشش کی تو میں ان نعمتوں کو بڑھا دوں گا اور فرمایا کہ اگر میری نعمتوں کی ناشکری کی تو میرا عذاب بھی سخت ہے ناشکری کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں صرف کرے"[5]

ناشکری اللہ تعالی کو کس قدر ناپسند ہے کہ اس نے قوم سبا کو اسی ناشکری کی روش کے باعث تباہ و

---

1) الرحیق المختوم، ص:239

2) الفاروق، شبلی نعمانی، علامہ، دارالاشاعت، کراچی، طبع اول، 1991ء، ص:395

3) مفردات القرآن: 1/578

4) سورۃ ابراھیم: 14/7

5) معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ابراھیم:۷

برباد کیا۔[1] آج کے دور کی اکثر معاشی الجھنوں کی وجہ بھی ناشکری ہی ہے۔ دولت کو صرف محنت اور ہنر کا کمال قرار دینا اور اسے اللہ کا فضل نہ سمجھنا، دولت کے دینی حقوق یعنی زکوۃ، صدقات کی ادائیگی اور فضول خرچی سے اجتناب وغیرہ کا خیال نہ رکھنا اور حرام سے گریز اور حلال کے لیے کوشش نہ کرنا بھی نافرمانی اور ناشکری ہی کی مختلف اقسام ہیں۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی پاکؐ رات کو کثرت سے قیام فرماتے جس کی وجہ سے آپؐ کے مبارک پاؤں سوج جاتے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا: آپؐ تو اللہ تعالیٰ کے محبوب برگزیدہ بندے پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

((اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا))[2]

"کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں"

اسی طرح ایک اور مقام پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((الشُّكْر نِصْفُ الْإِيمَانِ والصَّبْرُ نِصْفُ الْإِيمَانِ وَالْيَقِينُ الْإِيمَانُ كُلُّهُ))[3]

"صبر نصف ایمان، شکر نصف ایمان اور یقین کامل ایمان ہے"

- **معاشی مساوات:**

معاشی مساوات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ معاشرے کے سب لوگوں کے پاس برابر دولت ہو، ایسا ممکن بھی نہیں ہے اور مناسب و مقصود بھی نہیں ہے، کیونکہ دولت کی عدم مساوات کے باعث ہی دنیا کا نظام چل رہا ہے۔ اور لوگ ملازمت، مزدوری، کاروبار اور ٹھیکیداری وغیرہ کی صورت میں ایک دوسرے کے تعاون کے محتاج ہیں۔ دولت کی مساویانہ تقسیم سے دنیا کا سارا معاشی نظام مفلوج ہو جائے گا۔ معاشی مساوات کا اسلامی مفہوم معاشی تفاوت کو کم سے کم کرنا ہے۔ یعنی آجر و اجیر، غریب و دولت

---

1) قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ فَقَالُواْ رَبَّنَا بَٰعِدۡ بَيۡنَ أَسۡفَارِنَا وَظَلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ فَجَعَلۡنَٰهُمۡ أَحَادِيثَ وَمَزَّقۡنَٰهُمۡ كُلَّ مُمَزَّقٍۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٖ لِّكُلِّ صَبَّارٖ شَكُورٖ ﴾ سورۃ سبا: 34/19

"تو وہ کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہماری منازلِ سفر کے درمیان فاصلے پیدا کر دے اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے انہیں (عبرت کے) فسانے بنا دیا اور ہم نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کرکے منتشر کر دیا۔ بیشک اس میں بہت صابر اور نہایت شکر گزار شخص کے لئے نشانیاں ہیں"

2) صحیح مسلم، كتاب صفة القيامة و الجنة و النار، باب :اكثار الاعمال و الاجتهاد فى العبادة، حدیث: 2825

3) شعب الایمان، البیھقي، أحمد بن الحسين، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع ، رياض، الطبعة الأولى، 1423 2003 م، حدیث: 4134

مند، آقا و غلام اور مالک و مزدور کے درمیان فرق کو کم ترین سطح پر لانا ہے۔

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی فرماتے ہیں:

"اسلام نے اس کا بہترین حل دیا ہے کہ معیارِ زندگی پر نظر رکھنے کی بجائے معیارِ اخلاق کو سامنے رکھا جائے، یعنی بلند اخلاقی کردار تو یہ ہے کہ متمول جب غیر متمول کو دیکھے تو بجائے تکبر کے اس کے اندر شکر گزاری اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہو اور دوسری طرف جب غیر متمول افراد متمول افراد کو دیکھیں تو بجائے حسد و بغض کے اندر طمانیت قلب کے ساتھ اپنی حالت پر شاکر رہنے کے ساتھ ساتھ حقوق معیشت حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے رہیں۔ الغرض حق معیشت میں تو سب انسانوں میں برابری ہے لیکن اہلیت، صلاحیت، کارکردگی اور حالات و اسباب کے فرق کی وجہ سے آمدنی میں برابری خلاف فطرت ہے"۔ [1]

یعنی اسلام جہاں فکر آخرت کا درس دیتا ہے وہیں اس دنیا میں گزر بسر کے لیے ضروریات کی فراہمی کے لیے کوشش کرنے کی بھی نفی نہیں کرتا بلکہ رہبانیت کی سخت تردید کرتا ہے۔ البتہ اسلام معاشی تگ و دو کے دوران بنیادی اسلامی تصورات جیسے حلال و حرام کی تمیز، صبر، شکر، قناعت اور توکل جیسے اصولوں کو مد نظر رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔

---

1) اسلام اور جدید معاشی تصورات، صدیقی، محمد نعیم، ڈاکٹر، مکتبہ دانیال، لاہور، 2015ء، ص:205

مبحث سوم

معاشی گمراہیاں اور ان کا بنیادی سبب

ذیل کی سطور میں معاشی گمراہیوں کی مختلف صورتوں کی تفصیل بیان کی جائے گی اور اس کے ساتھ ان اسباب اور عوامل پر بھی روشنی ڈالی جائے گی جو ان گمراہیوں کی وجہ بنتے ہیں۔

سود:

معاشی گمراہیوں میں سب سے بڑی گمراہی سود ہے۔ سود نہ صرف یہ کہ بذات خود گمراہی اور حرام ہے بلکہ دیگر معاشی مسائل کی وجہ بھی بنتا ہے۔ سود کی حرمت قرآن وحدیث سے واضح طور پر ثابت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰاْ ﴾[1]

"اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے"

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَمْحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰاْ وَيُرْبِى ٱلصَّدَقَٰتِ ﴾[2]

"اللہ سود کو مٹاتا ہے اور بڑھاتا ہے صدقات کو۔"

سود کو قرآن کریم میں اتنا بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے کہ شراب نوشی، خنزیر کھانے اور زناکاری کے لیے قرآن کریم میں وہ لفظ استعمال نہیں کیے گئے جو سود کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے استعمال کیے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓاْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ﴾[3]

"اے مومنو، ڈرو اللہ سے اور باقی رہ گیا ہے جو سود وہ چھوڑ دو اگر تم ہو حقیقی ایمان والے، اور ایسا نہیں کرتے تم اگر تو تیار ہو جاؤ لڑنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے"

---

1) سورۃ البقرۃ: 2/275

2) سورۃ البقرۃ: 2/276

3) سورۃ البقرۃ: 279،2/278

اللہ تعالیٰ نے سود کھانے والوں کے لیے قیامت کے دن کی رسوائی وذلت کو اپنے پاک کلام میں کچھ اس طرح ذکر فرمایا ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ ٱلرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِى يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَٰنُ مِنَ ٱلْمَسِّ ﴾[1]

"جو لوگ کھاتے ہیں سود وہ اٹھیں گے (قیامت میں) اس شخص کی مانند جسے پاگل کر دیا ہو شیطان نے چھو کر"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اجْتَنِبُواالسَّبْعَ الموبقات، قَالُوا: يَارَسُولَ اللَّهِ وما هُنَّ؟ قَالَ: الشرک بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النفس الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّابالحق، وَأَكْلُ الرِّبَا،وَأَكْلُ مَالِ اليتيم، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزحف، وَقَذْفُ المحْصَنَاتِ المومنات الغَافِلاَتِ))[2]

"بچو سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ، کون سے ہیں وہ سات گناہ، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: شرک، جادو، ناحق قتل، سود، یتیم کے مال کھانا، میدان جنگ سے بھاگنا، تہمت لگانا پاک دامن عورتوں پر۔"

حضور اکرم ﷺ سود لینے دینے اسکا حساب لکھنے اور اس کی گواہی دینے، سب پر لعنت کی ہے[3]۔

اس ضمن میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ کسی بھی گمراہی کو اگر بروقت روکا نہ جائے تو وہ مختلف شکلیں اختیار کرتے ہوئے معاشرے میں عام ہونا شروع ہو جاتی ہے جیسا کہ عصر حاضر میں سود کی مختلف جدید شکلوں جیسے کریڈٹ کارڈ، قسطوں پر لین دین میں جرمانہ اور تجارتی رسیدوں کی خرید وفروخت وغیرہ کا عام ہو جانا اس کی ایک واضح مثال ہے۔

ذخیرہ اندوزی:

"اشیاء ضروریہ کو روک رکھنا کہ قیمتیں بلند ہونے پر زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کیا جائے احتکار یا ذخیرہ اندوزی کہلاتا ہے"[4]۔ احادیث مبارکہ میں ذخیرہ اندوزی کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل روایت سے واضح ہے:

---

1) سورۃ البقرۃ: 2/275

2) صحیح بخاری، بَابُ رَمْيِ المحْصَنَاتِ، حدیث:6857

3) جیسا کہ اس روایت سے واضح ہے: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا، وَمُوكِلَهُ، وَشَاهِدَيْهِ، وَكَاتِبَهُ (سنن الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ الرِّبَا، حدیث:1206)

4) اسلام اور جدید معاشی تصورات، ص:371

((مَنْ احتكر فَهُوَ خَاطِئٌ))[1]

"جس نے کی ذخیرہ اندوزی وہ ہے گناہ گار"

کسب حرام:

بعض اعمال ایسے ہیں کہ جن کے منفی اثرات توبہ سے بھی ختم نہیں ہوتے۔ حرام خوری بھی اسی قسم کا عمل ہے۔ جیسے آپؐ نے فرمایا:

((إِنَّهُ لاَ يَرْبُو لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ إِلاَّ كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ))[2]

"جو جسم حرام مال سے پلا بڑھا ہو، وہ اس بات کے لائق ہے کہ آگ میں جلے"

یہاں حرام کمانے کا نہیں بلکہ حرام کھانے کا ذکر ہے، لہذا یہ بھی ممکن ہے کہ حرام کمایا کسی نے ہو کھائے کوئی اور لیکن حرام خوراک کا جسم کا حصہ بننے کے بعد امکانات بڑھ جاتے ہیں کہ حرام کھانے والا حرام خوری کے اثر کی وجہ سے گناہوں میں ملوث ہو جائے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے مشکوک لقمہ کھانے کے قے کر ڈالی کہ کہیں یہ غذا جسم کا حصہ نہ بن جائے۔ حرام مال سے زیر کفالت افراد کے حوالے سے بھی یہ امکان موجود رہتا ہے کہ وہ حرام کمانے کے گناہ سے تو بچ جائیں لیکن حرام خوراک کے خطرناک اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ حرام خوری میں ملوث لوگ اکثر مختلف عذر پیش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ "سود" کے بغیر تجارت نہیں چل سکتی، کیونکہ حرام خوری سے پرورش پانے والا دل و دماغ اسی طرح کے نتائج نکال سکتا ہے۔

معاشی گمراہیوں کا بنیادی سبب- مال کی حرص کا فتنہ:

فتنہ کا معنی ہے آزمائش۔ مال و دولت بھی ایک ایسی ہی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فتنہ قرار دیا ہے[3]۔ ایک طرف تو ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے مال کمانا ضروری بھی ہے اور دوسری طرف اس کی مضرتیں اور نقصانات بھی لاتعداد ہیں۔ مال و دولت کے چند مفید پہلو تو یہ ہیں کہ انسان محتاجی سے بچ جاتا ہے، تعلیم، صحت، رہائش اور خوراک کا بندوبست ہوتا ہے، اہل و عیال کی کفالت کی جاتی ہے اور قلبی فراغت کے ساتھ عبادت کی ادائیگی ممکن

---

1) صحیح مسلم، بَابُ تَحْرِيمِ الِاحْتِكَارِ فِي الْأَقْوَاتِ، حدیث: 129

2) سنن الترمذی، ابواب السفر، بَابُ: مَا ذُكِرَ فِي فَضْلِ الصَّلَاةِ، حدیث: 614

3) قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ إِنَّمَآ أَمۡوَٰلُكُمۡ وَأَوۡلَٰدُكُمۡ فِتۡنَةٌ ﴾ سورۃ التغابن: 64/15

"تمہارے اموال اور اولاد بس تمہارے لیے ایک آزمائش کی چیز ہے"

ہوتی ہے۔ انہی وجوہات کی بناء پر کسب معاش کو ایک فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مال و دولت کی مضرتوں سے متنبہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مال کو فتنہ بھی قرار دیا ہے۔ اور اس فتنہ کی وجہ سے اللہ کی یاد سے غافل ہونے والوں کے لیے وعید بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُلۡهِكُمۡ أَمۡوَٰلُكُمۡ وَلَآ أَوۡلَـٰدُكُمۡ عَن ذِكۡرِ ٱللَّهِۚ وَمَن يَفۡعَلۡ ذَٰلِكَ فَأُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡخَـٰسِرُونَ﴾(1)

”اے ایمان والو! نہ غافل کریں تم کو تمہارے اموال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے، اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ خسارے میں ہیں“

لہذا معقول روش یہی ہے کہ مال و دولت کی دونوں حیثیتوں یعنی ضرورت اور آزمائش کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی گزاری جائے اور دولت کے نشے میں مست ہونے کی بجائے احکامات شریعت کے مطابق عمل کیا جائے۔ یہی روش معاشی گمراہیوں میں مبتلا ہونے سے بچا سکتی ہے۔ مال و دولت کے فرض اور ضرورت کی حدود سے نکل کر فتنے میں تبدیل ہونے کی وضاحت احادیث سے بھی ہوتی ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ، كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ))(2)

”مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں۔ مجھے تمہارے متعلق یہ ڈر ہے تم پر دنیا وسیع کر دی جائے گی، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کی گئی۔ پھر تم اس میں رغبت کرنے لگو گے جس طرح ان لوگوں نے کی، پھر وہ تم کو ہلاک کر دے گی جس طرح پہلے لوگوں کو ہلاک کیا“

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَتَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ: الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ، وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ))(3)

”آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس کی رہتی ہیں دو چیزیں جوان، یعنی حرص مال کی اور عمر کی “

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَا ذئبان جَائِعَانِ ارسلا فِي غَنَمٍ بافسد لَهَا مِنْ حِرْصِ المرء عَلَى الْمَالِ والشرف لِدِينِهِ))(4)

---

1) سورۃ المنافقون: 63/9
2) صحیح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، حدیث: 6
3) صحیح مسلم، كتاب الزكوة، بَابُ كَرَاهَةِ الْحِرْصِ عَلَى الدُّنْيَا، حدیث:114
4) سنن الترمذی، ابواب الزهد، حدیث: 2376

"وہ دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے ہوں، بکریوں کو زیادہ تباہ نہیں کر تے، جتنا تباہ انسان کے دین کو مال اور عزت و منصب کی حرص کرتی ہے"

یعنی جب راتوں رات کروڑ پتی بننے کی فکر میں لوگوں کے حقوق پامال کیے جانے لگیں، زیادہ کی ہوس میں حلال و حرام کی تمیز ختم ہو جائے اور کاروبار و تجارت میں امانت و ایمانداری جیسے پسندیدہ اوصاف کا خیال نہ رکھا جائے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مال فتنہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

خلاصہ بحث:

الغرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو معاش کمانے کی اجازت عطا فرمائی ہے لیکن آخرت سے غفلت کی قیمت پر نہیں بلکہ آخرت اور احکامات الٰہیہ کو سامنے رکھتے ہوئے معاشی سرگرمیاں ادا کرنے کی تاکید کی ہے۔ جب انسان کسب معاش کو ضروریات زندگی کی تکمیل کا ذریعہ سمجھنے کی بجائے اسے مقصد حیات بنالیتا ہے اور زیادہ سے زیادہ کی ہوس میں حلال و حرام اور دیگر احکامات ربانی کو بھلا دیتا ہے تو اس کی یہ روش ثابت کرتی ہے کہ اس کے لیے مال وبال کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اور یہ روش اللہ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ ہے۔

فصل سوم

سیاسی گمراہیاں اور انکے اسباب

مبحث اول:	سیاست–ایک تعارف
مبحث دوم:	اسلام اور سیاست
مبحث سوم:	سیاسی گمراہیاں اور ان کے اسباب

مبحث اول

سیاست - ایک تعارف

سیاسی نظام سے مراد ایک ایسا ہمہ گیر نظام ہے جس کے ذریعے معاشرے کے دیگر تمام نظاموں جیسے معاشی نظام اور معاشرتی نظام وغیرہ کو چلانے کے اصول وضوابط مرتب کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ملک یا ریاست کو جنگل کی بجائے پر امن معاشرہ بنانے کے لئے ایک ایسے نظام کی ضرورت ہوتی ہے جو مختلف مقاصد کے لئے بنائے گئے نظاموں کو پرکھے اور پھر ان میں سے ہر معاملہ کے لئے بہترین نظام کو منتخب کر کے معاشرے کے سب افراد پر لاگو کر دے اور پھر اس کی پیروی بھی کروائے۔ ایسے نظام کو سیاسی نظام کہا جاتا ہے۔

سیاست کی لغوی تعریف:

سیاست عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ سَاس یا سُوس سے لیا گیا ہے۔ اس اس کا مادہ س و س ہے۔ سیاست کا لغوی معنی عوام کے جملہ معاملات کی اصلاح کرنا اور مملکت کے بارے میں تدبیر کرنا ہے۔ تاج العروس میں سیاست کی تعریف کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

(السیاسة القیام علی الشیء بما یصلحه)[1]

"کسی شے کی اصلاح کے لیے کیے جانے والے اقدامات سیاست کہلاتے ہیں"

لسان العرب کے مطابق

(السیاسةالقیام علی الشیء بما یصلحه والسیاسةفعل السائس یقال هویسوس الدواب اذاقام علیهاوراضهاوالوالی یسوس رعیته)[2]

"یعنی کسی شے کی اس طرح دیکھ بھال کرنا جو اس کے مناسب ہو۔ جانور سدھانے کا عمل سیاست ہے چنانچہ هویسوس الدواب اس وقت کہا جاتا ہے جب جانور کو سدھا کر اس کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ اسی طرح حکمران بھی اپنی عوام کی دیکھ بھال کرتا ہے"۔ اسی طرح مصباح الغات کے مطابق ساس یسوس سیاسة کے معنی "امور کی تدبیر اور انتظام کرنا" ہے۔[3]

اردو زبان کے اعتبار سے دیکھا جائے تو فیروز الغات میں سیاست کا معنی "حکومت، سلطنت، ملکی انتظام"

---

1) تاج العروس، الجزء السادس عشر، ص:157

2) لسان العرب: 6/429

3) مصباح الغات، ص:406

بیان کیا گیا ہے[1]۔ جبکہ علمی اردو لغت کے مطابق سیاست کا معنی "حفاظت، نگہبانی، انتظام، ملکی معاملات، حکومت، سلطنت" ہے[2]۔ فرہنگ آصفیہ[3] اور رابعہ اردو لغت[4] میں سیاست کا معنی "ملک کی حفاظت و نگرانی، حکومت و سلطنت، انتظام ملک، بندوبست" بیان کیا گیا ہے۔

سیاست کا اصطلاحی مفہوم:

کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم کے مطابق سیاست کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

(استصلاح الخلق بارشادهم الی الطریق المنجی فی الدنیاوالآخرة)[5]

"یعنی مخلوق کی خیر خواہی کرتے ہوئے انہیں ایسے راستے پر چلانا جو دنیاوآخرت میں نجات دلانے والا ہو"

مذکورہ تعریفات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سیاست ایک ایسے فن کا نام ہے جس کے ذریعے ملک وقوم کی بہتری اور اصلاح کے بارے میں منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔اور سیاست خیر خواہی کے جذبہ سے سرشار ہو کر عوام کی دنیاوآخرت کی کامیابی کے لیے تدابیر اختیار کرنے کا نام ہے۔

---

1) فیروز اللغات، ص:825

2) علمی اردو لغت، ص:926

3) فرہنگ آصفیہ:3/141

4) رابعہ اردو لغت جامع، ص:699

5) کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، 1/993

مبحث دوم

اسلام اور سیاست

اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے تمام مادی و روحانی معاملات کے بارے میں راہنمائی فراہم کرنے کے لیے آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام مذہب و سیاست کے درمیان علیحدگی کو قبول نہیں کرتا۔ اسلام اس تصور کی نفی کرتا ہے کہ دین کی روحانی و معنوی تعلیمات پر ایک طبقہ عمل کرے اور سیاست اور نظام حکومت کے معاملات کو دوسرا طبقہ سنبھالے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے بعد خلفائے راشدین نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی حکومت و نظام کے راہنما بھی تھے بلکہ ساتھ ہی ساتھ ان کے دینی راہ نما بھی تھے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا﴾ (1)

"اور یہ دعا کرو کہ: یارب! مجھے جہاں داخل فرما اچھائی کے ساتھ داخل فرما، اور جہاں سے نکال اچھائی کے ساتھ نکال، اور مجھے خاص اپنے پاس سے ایسا اقتدار عطا فرما جس کے ساتھ (تیری) مدد ہو"

اس آیت کی تفسیر میں مولانا مودودی فرماتے ہیں:

"یعنی مجھے خود اقتدار عطا فرما یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنا تاکہ اس کے ذریعے میں دنیا کے بگاڑ کو ٹھیک کر سکوں۔ اسلام دنیا کی جو اصلاح کرنا چاہتا ہے وہ صرف وعظ و نصیحت سے نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لیے سیاسی طاقت بھی چاہیے۔ نفاذ شریعت کے لیے حکومت چاہنا جائز بلکہ مطلوب و مندوب ہے اور وہ سوچ غلط ہے جو اسے دنیا طلبی کہتی ہے۔ اگر کوئی اپنے لیے حکومت کا طالب ہو تو یہ دنیا پرستی ہے"(2)

سیاست کے اسلامی اصول:

ریاست و حکومت سے متعلق اسلامی تعلیمات کے بارے میں سب سے بنیادی بات یہ سامنے رکھی جانی چاہیے کہ اسلام ایک مکمل دین یعنی دستور حیات ہے جو زندگی کے تمام شعبہ جات میں انسان کی راہ نمائی کرتا ہے۔ لہذا جس طرح اسلام کا اپنا نظام معیشت اور اقتصادی اصول ہیں اسی طرح اسلام کا اپنا نظام سیاست و حکومت بھی موجود ہے۔ امور ریاست و حکومت اور سیاست کے حوالے سے اسلام کے چند بنیادی اصول درج ذیل ہیں:

---

1) سورۃ الاسراء: 17/80

2) تفہیم القرآن: 2/638

اقتدار اعلیٰ:

اسلامی سیاسی تعلیمات میں سب سے بنیادی تعلیم یہ ہے کہ اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ ہے اور زمین پر ملنے والی حکومت واقتدار اللہ کی دی ہوئی امانت ہے۔ اور ضروری ہے کہ اس امانت کو اللہ کی طرف سے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق استعمال کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنِ ٱلْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ﴾(1)

”صرف اللہ ہی کا ہے اختیار واقتدار۔ حکم اس نے دیا ہے یہ کہ سوائے اس کے بندگی نہ کی جائے کسی دوسرے کی۔“

نبی کریم ﷺ نے بنیادی طور پر جو چیز انسانیت کے سامنے پیش کی وہ یہی تھی کہ اقتدار اعلیٰ اللہ رب العزت کے سوا کسی اور کا حق نہیں ہے۔ کل کائنات کا مالک اللہ ہے۔ ہوا، پانی، روشنی سب کچھ اسی کا ہے۔ گویا کہ انسانی زندگی کا دارومدار ہی اللہ تعالیٰ پر ہے۔ لہذا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ خود اقتدار اعلیٰ کا دعویٰ کرے یا کسی ایسے شخص، گروہ یا ادارے کا دعویٰ قبول کرے جو اقتدار اعلیٰ کا مدعی ہو۔

اوصاف حکمرانی:

صالح حکومت بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ صالح حکومت ایسی حکومت ہوتی ہے جو اپنی رعایا کے جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرنے والی ہو اور ان کی ضروریات زندگی کی کفیل ہو۔ اور اسکے زیر سایہ ریاست کا ہر شہری اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کرتا ہو۔ اسی طرح حکمران کے دل میں عوام کی ہمدردی اور محبت ہو، ملکی معاملات میں وہ عقل وتدبر اور عاقبت اندیشی سے کام لیتا ہو۔ اور اہم ترین یہ کہ رعایا کی دنیوی خیر خواہی کے ساتھ ساتھ اخروی کامیابی اور نجات کے لیے بھی فکر مند رہتا ہو۔ یعنی حکمران کا اہم ترین فریضہ یہ ہے کہ قوم کی قیادت قرآن وسنت اور اسلامی تعلیمات وقوانین کے مطابق کرے۔ معاشرہ سود، زناکاری اور شراب نوشی سے پاک ہو۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے خصوصی انتظام ہو، عدالتوں میں شریعت کا قانون نافذ ہو۔ اور شرعی حدود قائم ہوں۔ الغرض ایسا اسلامی نظام وجود میں آئے کہ دنیا کے بعد اخروی زندگی میں بھی ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور نعمتوں کا مستحق ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّٰهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ أَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُاْ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُواْ بِٱلْمَعْرُوفِ وَنَهَوْاْ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَٰقِبَةُ ٱلْأُمُورِ﴾(2)

---

1) سورۃ یوسف: 12/40

2) سورۃ الحج: 22/41

"یہ ہیں لوگ ایسے کہ ہم اقتدار دیں اگر انہیں زمین میں تو وہ قائم کریں نماز، ادا کریں زکوۃ، تاکید کریں لوگوں کو نیکی کی اور روکیں برائی سے، اور قبضے میں اللہ ہی کے ہے انجام تمام کاموں کا"

اس حوالے سے مولانا مودودی فرماتے ہیں:

"اگر دنیا میں انھیں حکومت دی جائے تو ان کا ذاتی کردار گناہوں اور تکبر کی بجائے اقامت نماز ہوگا، ان کا مال عیاشی کی بجائے زکوۃ کی ادائیگی میں لگ گا، وہ نیکی کو دبانے کی بجائے اسے فروغ دیں گے اور ان کی قوت برائیوں کو دبانے کے لیے استعمال ہوگی۔ اس ایک جملے میں اسلامی حکومت کے مقصد اور اس کے کارکنوں کی صفات کا جوہر بیان کیا گیا ہے کہ اسلامی حکومت کس چیز کا نام ہے"[1]

اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ ٱللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًاۚ قَالُوٓاْ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ ٱلْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِٱلْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ ٱلْمَالِۚ قَالَ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصْطَفَىٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُۥ بَسْطَةً فِى ٱلْعِلْمِ وَٱلْجِسْمِۖ وَٱللَّهُ يُؤْتِى مُلْكَهُۥ مَن يَشَآءُۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ﴾[2]

"اور کہا ان سے ان کے نبی نے بیشک اللہ نے مقرر فرمادیا تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ وہ کہنے لگے کہ ان کو ہم پر حکمران ہونے کا حق کیسے پہنچتا ہے حالانکہ ہم ان سے زیادہ حکمرانی کے مستحق ہیں اور ان کو مالی گنجائش نہیں دی گئی، ان کے نبی نے کہا کہ بیشک اللہ نے ان کو تم پر حکمرانی کے لیے منتخب فرمایا ہے، اور ان کو علم میں اور جسم میں فراخی عطا فرمائی ہے۔ اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا ہے علم والا ہے"

امام قرطبی کہتے ہیں:

"اس آیت میں حکمران کی صفت اور احوال کا بیان ہے کہ اس کا دین، علم اور طاقت معیار ہے نہ کہ نسب، کیونکہ اللہ کریم نے طالوت کو اس کے علم اور قوت کی وجہ سے ترجیح دی اگرچہ نسب کے اعتبار سے وہ اشرف ہیں"[3]

الغرض اسلام زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح سیاسی شعبہ زندگی اور سیاسی نظام کے بارے میں بھی مکمل راہ نمائی فراہم کرتا ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق سیاسی غلبہ، حکومت و اقتدار انسان کے پاس اللہ کی امانت ہیں

---

1) تفہیم القرآن: 3/234

2) سورۃ البقرۃ: 2/247

3) تفسیر قرطبی: 2/304

کیونکہ اقتدار اعلیٰ کا مالک صرف اور صرف اللہ ہے۔ لہٰذا انسان اس امانت کو اللہ کے احکامات اور ہدایات کے مطابق استعمال کرنے کا پابند ہے۔ اور اس امانت کا تقاضا ہے کہ اسے اللہ کے احکامات کے عملی نفاذ اور لوگوں کی فلاح و بہبود اور خیر خواہی کے لیے ہی استعمال کیا جائے اور اسے ذاتی مفاد اور دنیاوی عیش و عشرت کے حصول کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے عادل حکمران کا مرتبہ ان سات اشخاص میں ذکر فرمایا ہے جو قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہوں گے[1]۔

---

1) ((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:''سَبْعَة يُظِلُّهُمُ اللهُ فِيْ ظِلِّه يَوْمَ لَاظِلَّ إِلَّا ظِلُّه: اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ------)) (**صحیح مسلم**،كتاب الزكوة، باب فضل اخفاء الصدقه،**حديث**:91)

مبحث سوم

سیاسی گمراہیاں اور ان کے اسباب

ذیل کی سطور میں سیاسی گمراہیوں کی مختلف صورتوں کی تفصیل بیان کی جائے گی اور اس کے ساتھ ان اسباب اور عوامل پر بھی روشنی ڈالی جائے گی جو ان گمراہیوں کی وجہ بنتے ہیں۔

مطلق العنانیت:

انگریزی ضرب المثل ہے:

"Power Corrupts and absolute power corrupts absolutely[1] "

اسی بناء پر تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی حکمرانوں کی طاقت میں اضافہ ہوا اور انھوں نے خدائی ہدایت سے روگردانی کرتے ہوئے اپنے اقتدار ہی کو اوڑھنا بچھونا بنالیا اور اسی کی حفاظت اور بڑھوتری کو زندگی کا مقصد بنا لیا تو انھوں نے اس مقصد کے حصول کے لیے ہر حد کو پار کرنے میں عار محسوس نہیں کی بلکہ یہاں تک کہ خدا کے مقابلہ میں آنے بھی دریغ نہیں کیا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ فِرۡعَوۡنُ ءَامَنتُم بِهِۦ قَبۡلَ أَنۡ ءَاذَنَ لَكُمۡ﴾[2]

"کہا فرعون نے (تمہاری یہ جرات کہ) ایمان لے آئے تم اس پر میری اجازت سے پہلے!"

اس آیت کی تفسیر میں سید محمد قطب فرماتے ہیں:

"ذرا انداز ملاحظہ ہو۔ گویا ان کا قانونی فرض تھا کہ وہ اس سے اجازت لیں کہ وہ ایمان قبول کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں وہ خود مختار نہیں ہیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ ان کے شعور و وجدان کو کوئی حرکت نہیں کرنا چاہیے اور وہ اپنے شعور کے معاملے میں بھی خود مختار نہیں ہیں۔ اگر ان کے قلب و نظر پر کوئی روشنی پڑتی ہے تو انھیں حجاب کرنا چاہیے اور اس معاملے میں بھی فرعون سے پوچھنا چاہیے۔ اگر ان کے دلوں میں کوئی عقیدہ یا یقین بیٹھتا ہے تو انھیں اس کی اجازت نہیں ہے کہ فرعون کے اذن کے بغیر ایسا کریں غرض ان کا فرض ہے کہ ہر قسم کی نئی روشنی سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔ لیکن ہر طاغوتی طاقت جاہل اور غبی ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہر طاغوتی طاقت متکبر، مغرور اور انتہا پسند ہوتی ہے۔ نیز ہر طاغوتی طاقت اپنے اقتدار کے بارے میں نہایت حساس ہوتی ہے اور اسے ایسی باتوں سے اپنا

---

1) "قوت بدعنوانی کو جنم دیتی ہے اور مکمل طاقت بدعنوانی کی تکمیل کر دیتی ہے"

2) سورۃ الاعراف: 7/123

اقتدار خطرے میں نظر آتا ہے اور طاغوتی تخت اور اقتدار متزلزل نظر آتا ہے"[1]

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِى ﴾[2]

"کہا فرعون نے: درباریو! نہیں جانتا میں تمہارے لیے کوئی معبود سوائے اپنے"

اس ضمن میں مولانا مودودی فرماتے ہیں:

" فرعون کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں تمہارا اور زمین و آسمان کا خالق ہوں، کیونکہ ایسی بات صرف ایک پاگل کے منہ سے ہی نکل سکتی ہے، اور اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیونکہ اہل مصر کے مذہب میں بہت سے معبود پرستش کیے جاتے تھے اور فرعون خود بہت سے دیوتاؤں کا پرستار تھا۔ اس لیے یہاں فرعون نے اپنے لیے لفظ خدا خالق و معبود کے نہیں بلکہ حاکم مطلق کے معنی میں استعمال کیا تھا کہ اس سرزمین مصر کا مالک میں ہوں۔ یہاں میرا حکم، میرا قانون نافذ ہو گا۔ اور کوئی دوسرا یہاں حکم چلانے کا اختیار نہیں رکھتا، یہ موسیٰؑ کون ہوتے ہیں جو رب کے نمائندہ بن کر کھڑے ہو گئے ہیں مجھے اس طرح احکامات سنا رہے ہیں جیسے میں ان کا تابع ہوں۔ اس اعتبار سے فرعون کا معاملہ ان ریاستوں سے مختلف نہیں ہے جو اللہ کی شریعت سے آزاد ہو کر اپنی حاکمیت کی مدعی ہیں۔ جب تک وہ اس موقف پر ہیں کہ ملک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بجائے ہمارا حکم چلے گا، ان کے اور فرعون کے موقف میں کوئی اصولی فرق نہیں ہے"[3]

قومی دولت لوٹنا/کرپشن:

قومی دولت عوام کی فلاح اور ملک و قوم کی ترقی کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ لیکن دنیا کے ہر خطے اور ملک میں قومی دولت لوٹنے کا جرم اور گناہ کیا جاتا ہے۔ یہ جرم اور گناہ کہیں کم ہوتا ہے اور کہیں بہت ہی زیادہ ہوتا ہے۔ جس کا جتنا اور جہاں بس چلتا ہے وہ قومی دولت لوٹنے کا گناہ کرتا ہے۔ قومی وسائل کے حوالے سے بااختیار ہونے کے باعث عام طور پر کسی بھی ملک کا حکمران طبقہ قومی دولت لوٹنے کا گناہ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

---

1) تفسیر فی ظلال القرآن:3/39

2) سورۃ القصص: 38/28

3) تفہیم القرآن:3/636

سٹیورٹ گلمین[1] کے مطابق:

"قومی دولت لوٹنے کے گناہ اور جرم کا طریقہ کار کچھ اس طرح ہے کہ ملک کے اداروں میں اپنے وفادار لوگ لگائے جاتے ہیں اور ان کے ذریعے اداروں کو کھلا اور کمزور کیا جاتا ہے اور اپنے لگائے گئے ان وفادار افسران کے ذریعے وزراء اور حکمران طبقہ قومی دولت کو لوٹنے کا جرم اور گناہ کرتا ہے افسران اور بیوروکریٹس بھی قومی دولت لوٹنے کے گناہ میں برابر کا حصہ وصول کرتے ہیں۔ اس قسم کے منصوبے بنائے جاتے ہیں جن سے کمیشن اور کک بیکس حاصل ہوں من پسند افراد کو ٹھیکے دیے جاتے ہیں اور ان بڑے بڑے منصوبوں میں اربوں روپے کی کمیشن اور کک بیکس وصول کی جاتی ہیں اور یہ لوٹی ہوئی رقم منی لانڈرنگ کے ذریعے بیرون ممالک میں منتقل کی جاتی ہے اور وہاں آفشور کمپنیاں بنائی جاتی ہیں ان میں رقم کو چھپایا جاتا ہے اور بے نامی جائدادیں خریدی جاتی ہیں اور اس طرح قومی دولت لوٹنے کا جرم اور گناہ کیا جاتا ہے۔"[2]

سیاسی گمراہیوں کے اسباب ووجوہات:

سیاسی گمراہیوں کے کچھ اسباب ووجوہات درج ذیل ہیں:

گمراہ مشیر:

سیاسی گمراہیوں کی ایک بڑی وجہ حکمرانوں کے ساتھ ایسے مشیروں کی موجودگی ہے جو حکمرانوں کو گمراہ کن مشورے دیتے ہیں اور اپنے ذاتی مفاد کے لیے انھیں کرپشن، ظلم اور بقائے اقتدار کے لیے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالَ ٱلْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُۥ لِيُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَءَالِهَتَكَ ۚ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْىِۦ نِسَآءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَـٰهِرُونَ ﴾[3]

"اور کہا فرعون کے سرداروں نے: کیا آپ کھلا چھوڑ رہے ہیں موسیٰؑ اور اس کی قوم کو، کہ وہ فساد مچائیں زمین میں اور پس پشت ڈال دیں آپ کو اور آپ کی معبودوں کو۔ اس نے کہا: ہم کریں گے قتل ان کے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑیں

---

1) سٹیورٹ گلمین انسداد بد عنوانی اور حکومتی معاملات کے ماہر ہیں اورامریکہ کے حکومتی و تجارتی اداروں اور مختلف غیر منفعتی تنظیموں کی رہنمائی کرتے ہیں اور انہیں مشورے دیتے ہیں۔ وہ عالمی بنک جیسی کثیر الملکی تنظیموں کو مشاورت فراہم کرنے کے علاوہ مصر، جاپان، مراکش، جنوبی افریقہ، سربیا اور ارجنٹائن کی حکومتوں کو بھی انسداد بد عنوانی اور متعلق مشاورت فراہم کر چکے ہیں۔

2) تفصیلی مطالعہ کے لیے آرٹیکل: انسداد بدعنوانی، ایک عالمی جدوجہد، سٹیورٹ گلمین، ترجمہ: امریکی محکمہ خارجہ

3) سورۃ الاعراف: 7/127

گے ان کی عورتوں کو اور حاصل ہے ہمیں ان پر قابو پورا"

امام جلال الدین سیوطی اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"فرعون حضرت موسیٰؑ کا معجزہ دیکھ کر متحیر رہ گیا اور حضرت موسیٰؑ سے کچھ ایسا مرعوب ہوا کہ حضرت موسیٰؑ کو تو ایک لفظ بھی نہ کہہ سکا، سارا غصہ جادو گروں پر اتارا، اس پر قوم کے سرداروں کو کہنا پڑا کہ کیا آپ انھیں یوں ہی چھوڑے رہیں گے کہ وہ ملک میں فساد برپا کرتے پھریں، مقصد فرعون کو موسیٰؑ اور اس کی قوم کے خلاف بھڑکانا ہے"[1]

گمراہ حکمران:

سیاسی نظام کی اصلاح کا دارومدار حکمران طبقہ پر ہوتا ہے۔ اگر حکمران نیک اور صالح ہوں تو اس کے اثرات ایک صالح سیاسی نظام کی صورت میں عوام تک منتقل ہوتے ہیں۔ اور اگر حکمران خود گمراہ ہوں تو وہ عوام کی ہدایت کا بندوبست کرنے سے بھی قاصر رہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَأَضَلَّ فِرۡعَوۡنُ قَوۡمَهُۥ وَمَا هَدَىٰ ﴾[2]

"اور کیا فرعون نے گمراہ اپنی قوم کو اور نہ بتائی راہ ہدایت کی"

اس آیت میں فرعون اور اس کی گمراہ کن قیادت پر اظہار افسوس کیا جارہا ہے کہ کیسا بد بخت تھا کہ نہ اس نے اپنا کچھ چھوڑا اور نہ ہی اپنے ماننے والوں کا۔ بار بار سمجھانے کے باوجود وہ حقیقت کو نہ سمجھا اور بالآخر تباہی و بربادی اس کا اور اس کی قوم کا مقدر ٹھہری۔ لہذا قائد و رہنما کی ذمہ داری اپنی قوم کی درست راہ ہنمائی ہوتی ہے تاکہ قوم کی اصلاح کرکے اسے دنیا و آخرت میں کامیاب بنایا جائے۔ لیکن جن حکمرانوں کا مطمع نظر صرف اور صرف اپنی حکومت و قیادت کو برقرار رکھنا ہوتا ہے، وہ قوم کی اصلاح کبھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ انھیں اپنی حکومت قائم رکھنے کی فکر اس سوچ سے باہر نکلنے ہی نہیں دیتی۔ اور نہ حق و باطل کی تمیز ان کے ہاں کوئی اہمیت رکھتی ہے۔

حب جاہ:

حب جاہ کی خواہش کم و بیش ہر دل میں پائی جاتی ہے۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ وہ مشہور ہو، لوگ اسے جانیں، اسے پہچانیں، اُس کا اکرام کیا جائے، اسکے احترام میں لوگ کھڑے ہوں، اس کی ہاں میں ہاں ملائی جائے اور اسکا ذکر اچھے لفظوں سے کیا جائے وغیرہ۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جو آہستہ آہستہ انسان کو اندر سے کھوکھلا کرتا ہے اور بالآخر

---

1) تفسیر الجلالین ، جلال الدین المحلی وجلال الدین السیوطی، مکتبۃ لبنان، بیروت، ص:248

2) سورۃ طٰہٰ:20/79

انسان کی آخرت کو تباہ کر دیتا ہے۔ مال و دولت کے حصول کی خواہش کی طرح جاہ اور مرتبہ کا حصول بھی ایک مقصد ہے۔ جس طرح مال مختلف طریقوں سے کمایا جاتا ہے اسی طرح شہرت بھی مختلف طریقوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ جو عزت اور مرتبہ کی بھوک میں گرفتار ہو جائے تو اسکی زندگی کا مقصد صرف اپنی شان بڑھانا اور اس میں اضافہ کا خواہش مند ہونا ہی رہ جاتا ہے۔ اور یہ مرض اسے ریاکاری اور نفاق کی جانب لے جاتا ہے۔ جن نیک کاموں میں شہرت ملتی ہے اور واہ واہ ہوتی ہے، وہ دشوار ہونے کے باوجود آسانی سے سرانجام پا جاتے ہیں کیوں کہ حب جاہ یعنی شہرت و عزت کی لذت بڑی سے بڑی مشقت آسان کر دیتی ہے۔ حب جاہ میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اس مرض کو تباہی کا باعث قرار دیا ہے[1]۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

"حب جاہ و ریا نفس کو ہلاک کرنے والے امور اور باطنی مکر و فریب میں سے ہے، اس میں علماء، عبادت گزار اور آخرت کی منزل طے کرنے والے لوگ مبتلا کیے جاتے ہیں، اس طرح کے حضرات بعض اوقات خوب کوشش کر کے عبادات بجالانے، نفسانی خواہشات پر قابو پانے بلکہ شبہات سے بھی خود کو بچانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، اپنے اعضاء کو ظاہری گناہوں سے بھی بچا لیتے ہیں مگر لوگوں کے سامنے اپنے نیک کاموں، دینی کارناموں اور نیکی کی دعوت عام کرنے کے لئے کی جانے والی کوششوں کے اظہار کے ذریعے اپنے نفس کی راحت کے طلبگار ہوتے ہیں، اپنا علم و عمل ظاہر کر کے مخلوق کے سامنے مقبولیت اور ان کی طرف سے ہونے والی اپنی تعظیم و توقیر، واہ واہ اور عزت کی لذت حاصل کرتے ہیں، جب مقبولیت اور شہرت ملنے لگتی ہے تو ایسے انسان کا نفس چاہتا ہے کہ علم و عمل زیادہ سے زیادہ ظاہر ہو تاکہ عزت میں اور اضافہ ہو۔ لہٰذا وہ اپنی نیکیوں، علمی صلاحیتوں کی عوام میں مزید تشہیر کے راستے ڈھونڈتا ہے اور اس پر خوش ہوتا کہ لوگ واہ واہ اور تعریف کریں، اسے جہاں دیکھیں گے خدمت کریں اور سلام پیش کریں مجالس میں اِس کی آمد پر تعظیماً کھڑے ہو جائیں، اِسے ادب کی جگہ بٹھائیں، اِس کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں، تواضع اختیار کرتے ہوئے اِس کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا (یعنی خادم و غلام) ظاہر کریں۔ لوگوں کے اس طرح کے عقیدت بھرے انداز سے نفس کو بہت زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے اور یہ وہ لذت ہے جو تمام

---

1) رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ((ما ذِئْبَانِ جَائِعَانِ ارسلا فِي غَنَمٍ بافسد لَهَا مِنْ حِرْصِ المرء عَلَى الْمَالِ والشرف لِدِينِهِ)) (مسند احمد، حدیث: 15794)

"وہ دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے گئے، بکریوں کو زیادہ تباہ نہیں کرتے، جتنا تباہ انسان کے دین کو کرتی ہے عزت و منصب اور مال کی حرص"

خواہشات پر غالب ہے۔"[1]

امام غزالی ان امراض کے علاج کے لئے فرماتے ہیں:

"اعمال یعنی حب جاہ اور ریاکاری جہنم میں لے جانے والے اعمال ہیں ان سے بچنے کیلئے ایک تدبیر کی جاسکتی ہے کہ اس بات پر غور کرے کہ آخر یہ عزت اور مرتبہ کب تک کام آئے گا یقیناً ایک دن ہمیں مرنا ضرور ہے اب چاہیں کتنی ہی عزت حاصل کیوں نہ کرلیں بالآخر لوگ ہمیں بھول ہی جائیں گے۔" [2]

یعنی کتنے ہی لوگ دنیا میں آئے اور گئے۔ کسی نے حکمرانی میں نام کمایا تو کسی نے پہلوانی میں، کوئی وزیر بنا تو کوئی کامیاب تاجر، لیکن سب کے معاملے میں ایک بات مشترک ہے کہ بالآخر یہ سب ہی مشہور لوگ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اسی طرح کتنے ہی بادشاہ ایسے گزرے جن کا آج کوئی نام تک نہیں جانتا لیکن انھوں نے اپنی آخرت کو دنیوی نام ونمود کی ہوس کی بھینٹ چڑھا دیا۔

خلاصہ بحث:

الغرض اقتدار اعلیٰ کا مالک صرف اور صرف اللہ ہے اور سیاسی غلبہ، حکومت و اقتدار انسان کے پاس اللہ کی امانت ہیں۔ نیز حکمرانی اور اقتدار کا مل جانا ایک کڑی آزمائش اور ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے، جسے احسن طریقہ سے ادا کرنے کے لیے ایک ایسا مزاج درکار ہے جو ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے کا عادی ہو اور قدم قدم پر یہ احساس مد نظر رکھتا ہو کہ حکمرانی و اقتدار کے منفی پہلو اس پر غالب نہ آنے پائیں اور عوامی خیر خواہی اور دنیوی و اخروی اصلاح اس کا مطمع نظر ہو۔ یعنی نہ صرف یہ کہ وہ خود کو مطلق العنانیت، حب جاہ، تکبر اور ظلم جیسی خرافات سے محفوظ رکھے بلکہ ساتھ ہی ساتھ خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار ہو کر عوامی خدمت کو اپنا شعار بنائے۔

---

1) احیاء العلوم: 3/413

2) ایضا

باب سوم
انسانی زندگی پر گمراہی کے اثرات

فصل اول: انفرادی زندگی پر اثرات

فصل دوم: اجتماعی زندگی پر اثرات

فصل سوم: اخروی زندگی پر اثرات

فصل اول

انفرادی زندگی پر اثرات

مبحث اول: فرد۔ ایک تعارف

مبحث دوم: مثالی فرد کی خصوصیات

مبحث سوم: انفرادی زندگی پر گمراہی کے اثرات

مبحث اول

فرد-ایک تعارف

فرد کا لفظ ایک آدمی یا ایک شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کی جمع افراد ہے۔ جیسے اس شعر سے بھی واضح ہے:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ [1]

خود شناسی اور خدا شناسی دونوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ خود شناسی دراصل خدا شناسی کے راستے کا ہی ایک زینہ ہے۔ ایک ایسا انسان جو خود کو ہی نہ پہچان سکے وہ خدا کو کیا پہچانے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ نَسُوا۟ ٱللَّهَ فَأَنسَىٰهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَـٰسِقُونَ ﴾ [2]

"اور ایسے لوگوں کی طرح نہ ہونا جو اللہ کو بھول بیٹھے پھر اللہ نے انھیں ان کی جانیں بھلا دیں' یہ لوگ وہی فاسق لوگ ہیں"

انسان کی انفرادی حیثیت کی اہمیت:

اسلام کے تصور آخرت میں ایک اہم بات وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے کہ انسان بروز محشر اللہ تعالیٰ کے حضور انفرادی حیثیت میں ہی پیش ہو گا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَكُلُّهُمْ ءَاتِيهِ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [3]

"اور قیامت کے روز ان میں سے ہر ایک شخص آئے گا اس کے پاس اکیلا"

ڈاکٹر اسرار احمد اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اس دن ہر فرد کا محاسبہ ذاتی حیثیت میں ہو گا۔ نہ والدین ساتھ دیں گے، نہ بچے، نہ بھائی بہن، نہ شوہر، نہ بیوی، نہ کوئی حمایتی، نہ سفارشی، نہ مددگار۔ ہر شخص کو پریشانی ہو گی صرف اپنی ہی جان کی۔ آخرت میں ہر آدمی کا حساب اس کی انفرادی حیثیت میں ہو گا۔" [4]

---

1) ارمغان حجاز، محمد اقبال، علامہ، طباعت اول، ص:230

2) سورۃ الحشر: 59/19

3) سورۃ مریم: 19/95

4) تفسیر بیان القرآن: 5/34

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنَرِثُهُۥ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴾[1]

"اور جن چیزوں کا وہ مدعی ہے اس کے وارث ہم بنیں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا حاضر ہو گا"

گویا آخرت ہر فرد کو اپنا بوجھ خود ہی اٹھانا ہو گا، یعنی یہاں اصل اہمیت ذات کی ہے۔ تعمیر شخصیت کا ہر فرد خود ذمہ دار ہے اور اسے اپنے ذاتی اخلاق و کردار کی خود ہی فکر کرنی چاہیے کیونکہ وہ اپنے اعمال کے لیے خود ہی جواب دہ ہے۔

انسان بحیثیت فرد۔ قرآن کی نظر میں:

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسان ایک عجیب حیثیت کی حامل مخلوق ہے۔ قرآن حکیم میں انسان کی توصیف بھی بیان کی گئی ہے اور مذمت بھی۔ ایک طرف تو اسے زمین و آسمان اور فرشتوں سے برتر پیش کیا گیا ہے[2]، جبکہ دوسری طرف وہ اپنے برے اعمال کی پاداش میں اسفل السافلین میں بھی گر سکتا ہے[3]۔ ذیل میں انسان کی ان قابل تعریف اور قابل مذمت دونوں طرح کی صفات کا ذکر کیا جاتا ہے جو قرآن حکیم کی مختلف آیات میں ذکر ہوئی ہیں۔

قابل تعریف صفات انسانی:

- انسان کا سب سے اعلیٰ و ارفع مقام یہ ہے کہ وہ زمین پر خدا کا خلیفہ ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ:

﴿وَهُوَ ٱلَّذِى جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ ٱلْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِى مَآ ءَاتَىٰكُمْ﴾[4]

"اور اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا اور درجات کے اعتبار سے تم میں ایک کو دوسرے پر فوقیت دی تاکہ وہ تمہیں ان چیزوں کے بارے میں آزمائے جو تم کو عطا فرمائیں۔"

---

1) سورۃ مریم: 19/80

2) قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ ءَادَمَ وَحَمَلْنَٰهُمْ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَفَضَّلْنَٰهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴾ سورۃ الاسراء: 17/70

"اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی"

3) قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ ثُمَّ رَدَدْنَٰهُ أَسْفَلَ سَٰفِلِينَ ﴾ سورۃ التین: 95/5

"پھر ہم نے اس کو الٹا پھیر کر سب نیچوں سے نیچ کر دیا (اس کی اپنی غلط روش اور سوء اختیار کی بناء پر)"

4) سورۃ الانعام: 6/165

- انسان خدا کا امانت دار اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔ لہذا اس سے یہ بھی چاہا گیا ہے کہ وہ زمین کو آباد کرے اور خیر و شر کے راستوں میں سے ایک کو اپنی مرضی سے اختیار کرے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّا خَلَقْنَا ٱلْإِنسَٰنَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَٰهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝٢ إِنَّا هَدَيْنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴾(1)

"ہم نے انسان کو مرکب نطفے سے بنایا تا کہ اس کا امتحان لیں پھر ہم نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا کر دیا پھر ہم نے اس کو راستہ دکھایا اب یا وہ شکر کرنے والا ہے یا ناشکری کرنے والا یا وہ ہمارے دکھائے ہوئے سیدھے راستے پر چلے گا اور سعادت پائے گا یا کفران نعمت کرے گا اور منحرف ہو جائے گا"

- انسان دنیا میں صرف مادی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے ہی متحرک نہیں رہتا بلکہ وہ بعض بلند مقاصد کے حصول کے لئے بھی اٹھتا ہے اوراس عمل سے اس کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ۝٢٧ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾(2)

"اے مطمئن جان پلٹ جاتو اپنے رب کی طرف تو راضی اس سے وہ راضی تجھ سے"

اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿وَرِضْوَٰنٌ مِّنَ ٱللَّهِ أَكْبَرُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾(3)

"اور اللہ کی رضامندی ان میں سب سے بڑی ہے یہی بڑی کامیابی ہے"

یعنی ازروئے قرآن انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب شدہ ایک ایسی مخلوق ہے، جسے اس نے زمین پر خلیفہ اور جانشین مقرر کیا ہے۔ پیدائش کے بعد اس کی صلاحیتوں میں تدریجاً اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور اللہ کی طرف سے اسے خیر و شر، صحیح و غلط کی تمیز بھی دے دی جاتی ہے۔ یہاں سے اس کی وہ آزمائش شروع ہوتی ہے کہ اب وہ اللہ کی رضامندی کے مطابق عمل کرکے کامیاب ہوتا ہے یا اسے ناراض کرکے ناکام ونامراد قرار پاتا ہے۔

---

1) سورۃ الدھر: 2،3/76

2) سورۃ الفجر: 27،28/89

3) سورۃ التوبہ: 72/9

انسان کی منفی صفات:

انسان کی توصیف و تکریم کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے بعض مقامات پر اسی انسان کے حوالے سے شدید مذمت اور ملامت بھی بیان کی گئی ہے۔ اس ضمن میں ارشادات ربانی کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- ﴿ إِنَّهُۥ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴾[1]

"وہ بہت ظالم اور بہت نادان ہے"

- ﴿ إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَكَفُورٌ ﴾[2]

"وہ خدا کے بارے میں بہت ناشکرا ہے"

- ﴿ كَلَّآ إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَيَطۡغَىٰٓ ٦ أَن رَّءَاهُ ٱسۡتَغۡنَىٰٓ ﴾[3]

"جب انسان اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے تو سرکشی کرتا ہے"

- ﴿ وَكَانَ ٱلۡإِنسَٰنُ عَجُولًا ﴾[4]

"انسان بڑا جلد باز ہے"

- ﴿ وَإِذَا مَسَّ ٱلۡإِنسَٰنَ ٱلضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۢبِهِۦٓ أَوۡ قَاعِدًا أَوۡ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُ ضُرَّهُۥ مَرَّ كَأَن لَّمۡ يَدۡعُنَآ إِلَىٰ ضُرّٖ مَّسَّهُۥ ﴾[5]

"جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو لیٹے بیٹھے اور کھڑے کھڑے پکارنے لگتا ہے پھر جب اس کی وہ تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو پھر وہ اپنی پہلی حالت میں آ جاتا ہے گویا جو تکلیف اس کو پہنچی تھی اس کو دور کرنے کے لئے اس نے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔"

- ﴿ وَكَانَ ٱلۡإِنسَٰنُ قَتُورًا ﴾[6]

"اور انسان بڑا تنگ دل ہے"

---

1) سورۃ الاحزاب: 33/72

2) سورۃ الحج: 22/66

3) سورۃ العلق: 96/7،6

4) سورۃ الاسراء: 17/11

5) سورۃ یونس: 10/12

6) سورۃ الاسراء: 17/100

• ﴿وَكَانَ ٱلۡإِنسَٰنُ أَكۡثَرَ شَيۡءٖ جَدَلٗا﴾[1]

"انسان سب چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے۔"

• ﴿إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝١٩ إِذَا مَسَّهُ ٱلشَّرُّ جَزُوعٗا ۝٢٠ وَإِذَا مَسَّهُ ٱلۡخَيۡرُ مَنُوعًا ۝٢١﴾[2]

"بے شک انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے، جب اس کو برائی پہنچے تو وہ مضطرب ہو جاتا ہے، اور جب اس کو بھلائی پہنچے تو وہ بخل کرنے لگتا ہے"

انسان کے محمود و مذموم ہونے کی بنیاد:

درج بالا بحث سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان قرآن حکیم کی نظر میں بہت مذموم مخلوق بھی ہے اور بہت محمود مخلوق بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں ایسی آیات بھی ہیں جو واضح کرتی ہیں کہ وہ کیسا انسان ہے جو قابل تعریف ہے اور وہ کیسا انسان ہے جو قابل مذمت ہے۔ اور یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ وہ انسان جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے احکامات کے مطابق زندگی گزارتا ہے اور اس کی طرف سے آنے والی مشکلات پر صبر کرتا ہے وہ محمود و پسندیدہ انسان ہے اور جو اس کے مخالف چلتا ہے وہ خسارے اور نقصان کا شکار ہونے والا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلۡعَصۡرِ ۝١ إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَفِي خُسۡرٍ ۝٢ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلصَّبۡرِ﴾[3]

"زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور آپس میں حق بات کی تاکید اور صبر کی تلقین کرتے"

اسی طرح فرمایا:

﴿وَلَقَدۡ ذَرَأۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِۖ لَهُمۡ قُلُوبٞ لَّا يَفۡقَهُونَ بِهَا وَلَهُمۡ أَعۡيُنٞ لَّا يُبۡصِرُونَ بِهَا وَلَهُمۡ ءَاذَانٞ لَّا يَسۡمَعُونَ بِهَآۚ أُوْلَٰٓئِكَ كَٱلۡأَنۡعَٰمِ بَلۡ هُمۡ أَضَلُّۚ﴾[4]

"اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ان کا انجام جہنم ہے ان کے دل ہیں وہ ان سے سمجھتے نہیں

---

1) سورۃ الکھف: 18/104

2) سورۃ المعارج: 21-19/70

3) سورۃ العصر: 3-1/103

4) سورۃ الاعراف: 7/179

اور آنکھیں ہیں وہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ وہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں"

لہذا انسان اپنی انفرادی حیثیت کے اعتبار سے اس بات سے باخبر اور محتاط رہے کہ وہ اپنے تمام اعمال کا بذات خود جوابدہ ہے اور اللہ کے سامنے جوابدہی کے دوران کوئی بھی دوسرا اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے انسان سے محبت کا اظہار فرمایا ہے جو ہدایات الٰہیہ کے مطابق زندگی گزارتا ہے اور وہ انسان اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہے جو اس کے احکامات کے خلاف زندگی گزارتا ہے۔

مبحث دوم

مثالی فرد کی خصوصیات

قرآن و سنت کا مطالعہ کیا جائے تو بخوبی علم ہوتا ہے کہ ایک مثالی فرد کا نقشہ اور نمونہ کیا ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ بھی انہی تعلیمات کی عملی تفسیر ہے۔ اسلامی تعلیمات انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں، یعنی سب سے پہلے انسان کا تعلق اپنے رب سے ہے، اس کے بعد اپنے نفس سے، اور پھر اس کا تعلق اپنے والدین سے ہے۔ اس کے بعد بالترتیب اپنی بیوی، اولاد، عزیز واقارب، پڑوسیوں، بھائیوں، دوستوں اور معاشرہ سے ہے، یہاں اگر کوئی انسان ایک پہلو سے بھی صرف نظر کرتا ہے تو وہ مکمل اور مثالی فرد کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ رسول کریم ﷺ نے اپنی دعوت کے شروع میں اس حوالہ سے خصوصی توجہ دی یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی صورت میں لوگوں نے انسانیت کے ایسے مثالی نمونے دیکھے جو زندگی کے ہر پہلو کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یوں تو قرآن مجید میں جابجا انسان کی انفرادی پسندیدہ صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن یہاں اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قرآن مجید کی سورۃ المومنون میں بیان کردہ ایک مثالی فرد کی مطلوبہ صفات و خصوصیات بیان کی جائیں گی۔ سورۃ المومنون میں ان مطلوبہ صفات کا نقشہ کچھ یوں کھینچا گیا ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝١ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝٢ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝٣ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝٤ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝٥ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝٦ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝٧ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝٨ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝٩ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝١٠ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾[1]

"بے شک فلاح پائی ایمان والوں نے، جن کی نماز میں خشوع و خضوع ہے، جو بے ہودہ باتوں سے دور رہتے ہیں، جو زکوۃ ادا کرتے ہیں، جو اپنی شرم گاہوں کی محافظت کرتے ہیں، بجز اپنی بیویوں اور اپنی کنیزوں کے، سو اس بارے میں ان کو کوئی مذمت نہیں، البتہ جو اس کے سواء کچھ اور چاہیں، تو وہ حد سے نکلنے والے ہیں، جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا خیال رکھتے ہیں، جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں، یہ لوگ ہیں وراثت پانے والے، جو ہوں گے وارث فردوس بریں کے، جہاں ہمیشہ رہنا نصیب ہو گا ان خوش نصیبوں کو۔"

---

1) سورۃ المومنون: 23/1-11

ان آیات میں فرد کی اصلاح کے حوالے سے سنہری اصول اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ ان کے سامنے نازل ہوئی ہے اور وہ خود نزول وحی کی کیفیت کو نبی اکرم ﷺ پر طاری ہوتے دیکھ رہے تھے۔ جب آپؐ فارغ ہوئے اس سے تو فرمایا کہ مجھ پر اس وقت دس ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں اگر کوئی ان کے معیار پر پورا اتر جائے تو یقیناً جنت میں جائیگا[1]۔ اس سورت کی روشنی میں ایک مثالی فرد کے اندر درج ذیل خصوصیات پائی جاتی ہیں:

- **ایمان:**

ایک کامیاب اور مثالی بندے کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ صاحب ایمان ہو۔ اور "ایمان نام ہے ان بنیادی حقائق کو تسلیم کرنے کا جن کی خبر انبیاء کرامؑ نے دی ہے۔ اور ایمان کہتے ہیں اللہ پر، رسولوںؑ پر، فرشتوں پر، آخرت پر اور کتابوں پر ایمان کو"[2]۔

- **نماز میں خشوع وخضوع:**

کامیابی اور فلاح کی ایک خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اپنی نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں۔ خضوع کے معنی جسمانی اعضاء کا سکون اور خشوع کا معنی دل کی عاجزی ہے۔ خشوع وخضوع کی اہمیت اس روایت سے بھی واضح ہے:

((أَنَّ النبى ﷺ دَخَلَ المِسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَصَلَّى، ثُمَّ جاءَ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَدَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِ السَّلاَمَ، فَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ»، فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» ثَلاَثًا، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ، فَمَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ، فَعَلِّمْنِي، قَالَ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلاَةِ، فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ القُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ

---

1) ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ سُمِعَ عِنْدَ وَجْهِهِ كَدَوِيِّ النَّحْلِ، فَأُنْزِلَ عَلَيْهِ يَوْمًا فَمَكَثْنَا سَاعَةً، فَسُرِّيَ عَنْهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَقَالَ: اللَّهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا، وَأَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا، وَأَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا، وَآثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا، وَارْضِنَا وَارْضَ عَنَّا ، ثُمَّ قَالَ ﷺ: أُنْزِلَ عَلَيَّ عَشْرُ آيَاتٍ مَنْ أَقَامَهُنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ، ثُمَّ قَرَأَ: قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّى خَتَمَ عَشْرَ آيَاتٍ)) (جامع ترمذی، حدیث:3173)

نبی اکرم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے منہ کے قریب شہد کی مکھی کے اڑنے کی طرح آواز (بھنبھناہٹ) سنائی پڑتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر ایسی دس آیتیں اتری ہیں کہ جو عمل کرتا رہے گا ان پر، وہ جائے گا جنت میں، پھر قد أفلح المؤمنون سے شروع کرکے دس آیتیں مکمل تلاوت فرمائیں آپؐ نے۔

2) مطالعہ قرآن مجید کا منتخب نصاب، اسرار احمد، ڈاکٹر، انجمن خدام القرآن، لاہور، 2010ء، 1/ 45-33

اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلاَتِكَ كُلِّهَا))[1]

"نبی کریمؐ مسجد میں تشریف لائے، ایک اور صاحب بھی مسجد میں آئے اور نماز پڑھی، پھر انھوں نے آپؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ گئے اور جیسے پہلے نماز پڑھی تھی ویسے ہی دوبارہ پڑھ آئے، پھر آکر نبیؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے فرمایا: جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اسی طرح تین مرتبہ ہوا۔ انھوں نے عرض کیا: اُس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا، میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے نماز سکھایئے۔ آپؐ نے فرمایا: جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، پھر قرآن کریم میں سے جو کچھ پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ پھر رکوع کرو تو اطمینان سے رکوع کرو، پھر رکوع سے کھڑے ہو تو اطمینان کے ساتھ کھڑے ہو، پھر سجدہ کرو تو اطمینان سے کرو، پھر سجدہ سے اٹھو تو اطمینان کے ستھ بیٹھو۔ یہ سارے کام اپنی پوری نماز میں کرو۔"

- **بے حیائی اور لغویات سے پرہیز:**

اسی طرح ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ لغویات، بیہودہ اور فضول باتوں پر توجہ نہیں دیتے اور ان کی طرف رخ نہیں کرتے۔ جہاں ایسی باتیں ہو رہی ہوں یا ایسے کام ہو رہے ہوں اس میں جانے سے پرہیز کرتے ہیں، ان میں حصہ لینے سے اجتناب کرتے ہیں اور کہیں ان سے سابقہ پیش آ ہی جائے تو خوبصورتی سے اپنا پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔ سورۃ الفرقان میں بھی اس مضمون کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے[2]۔ علاوہ ازیں مومن ایک پاکیزہ مزاج انسان ہوتا ہے۔ بیہودگیوں سے اس کی طبیعت کو کسی قسم کا لگاؤ نہیں ہوتا۔ وہ مفید باتیں کرتا ہے اور فضول گپیں نہیں ہانکتا۔ وہ ظرافت اور مزاح اور لطیف مذاق تو کرتا ہے لیکن گندہ مذاق اور مسخرہ پن برداشت نہیں کرتا۔ اس کیلئے تو وہ سوسائٹی ایک مستقل عذاب ہوتی ہے جس میں کان کسی بھی وقت غیبت، گالی گلوچ، تہمت، جھوٹ، گانے باجے اور فحش گفتگو سے محفوظ نہ ہوں۔ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ جس جنت کی امید دلاتا ہے اس کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی بیان کرتا ہے کہ "وہاں تو کوئی لغوبات نہ سنے گا[3]"۔ اسی ضمن میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

1) صحیح بخاری، کتاب الاذان، بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لاَ يُتِمُّ رُكُوعَهُ بِالإِعَادَةِ، حدیث: 793

2) قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ وَعِبَادُ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى ٱلْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ ٱلْجَٰهِلُونَ قَالُواْ سَلَٰمًا ﴾ اور وہ ہیں بندے رحمٰن کے جو عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں زمین پر اور جب بات کرتے ہیں ان سے جہالت والے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا سلام ہے۔ سورۃ الفرقان: 25/63

3) قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَٰغِيَةً ﴾ سورۃ الغاشیہ: 88/11

((مِنْ حُسْنِ اِسْلاَمِ الْمَرْءِ تَرْکُهُ مَالَایَعْنِیْه))[1]

"انسان کا اسلام اسی وقت اچھا ہو سکتا ہے جبکہ وہ بے فائدہ اور فضول چیزوں کو چھوڑ دے۔"

- **زکوۃ کی ادائیگی:**

انسان کی کامیابی کے لئے ایک اہم شرط زکوۃ کے فرض ہونے پر اس کی ادائیگی ہے، زکوۃ اسلام کے بنیادی پانچ ارکان میں سے ایک ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کے بعد سب سے زیادہ حکم زکوۃ کی ادائیگی کا ہی دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لئے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے جو اپنے مال کی کماحقہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے[2]۔

- **جنسی بے راہروی سے حفاظت:**

ایک انتہائی اہم خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اسے صرف وہاں پر آزادی دیتے ہیں جہاں پر انھیں اس کا حق ہے۔" یعنی یوں بھی نہیں ہے کہ نفسانی خواہش کی تکمیل کلیۃً ممنوع ہو اور انسان راہبوں کی طرح شادی سے ہی کنارہ کش ہو جائے۔ اور اس طرح بھی نہیں ہے کہ ایک مست ہاتھی کی مانند لوگوں کی عزتیں پامال کرتا پھرے اور معاشرہ کو لاعلاج بیماریاں اور الجھنیں دیتا رہے"[3]

- **امانت داری:**

کامیاب ترین یا فلاح پانے والے لوگ وہ ہوتے ہیں جو امانتوں اور وعدوں کی پاسداری کرتے ہیں۔ امانتوں میں وہ تمام قوتیں، صلاحیتیں، فرائض اور ذمہ داریاں شامل ہیں جن کی ادائیگی ضروری قرار دی گئی ہے۔ اور عہد میں وہ تمام عہد و میثاق بھی داخل ہیں جو انسان نے اپنی فطرت یا انبیاءؑ کے واسطہ سے اپنے رب سے کئے ہیں یا کسی جماعت یا فرد سے اس دنیا میں کئے ہیں۔ ان دو صفات کے اندر ہر طرح کی

---

1) جامع ترمذی، ابواب الزھد، حدیث: 2317

2) ﴿ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴾ سورۃ التوبہ: 35،34/9

"اور جو لوگ جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور خرچ نہیں کرتے اسے اللہ کے راستے میں تو خوشخبری سنا دیں ان کو دردناک عذاب کی۔ جس دن دوزخ میں اس پر آگ دہکائی جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ"

3) تفسیر ضیاء القرآن: 84/3

اخلاقی و قانونی ذمہ داریاں آجاتی ہیں جن کا پابند ہر شریعت کرتی ہے۔ اس بارے میں میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لا ايمان لمن لا امانة له، ولا دين لمن لا عهد له)) (1)

”جو امانت کا خیال نہ رکھے اس کا ایمان نہیں اور جو وعدہ کا پاس نہ رکھے اس کا کوئی دین نہیں“

اور انھیں نفاق کی علامتوں میں بھی ذکر فرمایا:

((إِذَا اؤْتُمِنَ خان،وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)) (2)

”جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔ جب بولے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو توڑ دے۔ اور جب کسی سے جھگڑے تو (اخلاق و دیانت کی) ساری حدیں پھاند جائے“۔

- **نمازوں کی حفاظت:**

فلاح پانے والے مومن کی ایک خصوصیت یہ بتائی جارہی ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اس ضمن میں لاپرواہی نہیں برتتے۔ ”نمازوں کی حفاظت کا معنی یہ ہے کہ نماز کے اوقات، اس کے آداب، ارکان و اجزاء، الغرض نماز سے متعلق ہر چیز کی مکمل نگہداشت کی جائے اور ایک بوجھ کی طرح جلدی سے اتار کر بھاگا نہ جائے بلکہ نماز میں جو کچھ پڑھا جارہا ہے وہ ایسا ہو کہ گویا انسان اللہ سے گزارشات کررہاہے“۔ (3)

گویا کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حقیقی و مثالی فرد وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں پسندیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرہ کا مفید شہری بھی ہو۔ یہ وجہ ہے کہ ان عظیم صفات کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو جنت کی بشارت دی ہے جو ان آیات کے معیار پر پورا اترتے ہیں۔ اگر کوئی انسان اپنی اور معاشرہ کی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ ان آیات کی تعلیمات کے مطابق خود بھی چلے اور معاشرہ کو بھی چلانے کی کوشش کرے۔ ان تعلیمات پر عمل کرنے والے افراد بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اعلان کے مطابق جنت کے حقدار اور وارث قرار پائیں گے۔

---

1) مسند احمد، حدیث:13199

2) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، حدیث:34

3) تفہیم القرآن: 267/3

مبحث سوم

انفرادی زندگی پر گمراہی کے اثرات

اللہ نے انسان کو پیدا کیا، اسے عقل اور شعور دیا، اسے شریعت کے احکامات کا پابند بنایا اور زندگی و موت کو پیدا فرمایا تاکہ اس کے ذریعے سے آزمائے کہ کارکردگی کے لحاظ سے کون اچھا ہے۔ گویا کہ اس دنیا میں مختلف آزمائشوں کے ذریعے انسان کو پرکھا جارہا ہے۔ اس کے مخالفین اور دشمن اس پر مسلط ہیں۔ شیطان اس کا ازلی دشمن ہے جو ہمہ تن انسان کو گمراہ کرنے کے لیے سرگرم ہے[1]۔ اسی طرح برائی کا حکم دینے والا نفس امارہ انسان کے جسم میں پیوست ہے[2]۔ ایسی صورت حال میں عقل مند انسان وہی ہے جو اپنا محاسبہ کرتا رہے اور خود کو گمراہ ہونے سے بچالے۔ گمراہ انسان نہ صرف یہ کہ معاشرے اور دیگر انسانوں پر بوجھ اور ذلت کا باعث ہوتا ہے بلکہ ذاتی طور پر اپنے لیے بھی کئی قسم کی مزید خرافات، خباثتوں اور نقصانات کا باعث بنتا ہے۔ یعنی گمراہی انفرادی اور ذاتی سطح پر بھی انسان پر انتہائی مضر اور منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔ گمراہی کے انسان کی انفرادی زندگی پر اثرات کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

اعمال کی قبولیت میں رکاوٹ:

گمراہی کی روش انسان کے اعمال کی قبولیت میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ کیونکہ اعمال کی قبولیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو معیار قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَأَ ٱبۡنَيۡ ءَادَمَ بِٱلۡحَقِّ إِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانٗا فَتُقُبِّلَ مِنۡ أَحَدِهِمَا وَلَمۡ يُتَقَبَّلۡ مِنَ ٱلۡأٓخَرِ قَالَ لَأَقۡتُلَنَّكَۖ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ ٱللَّهُ مِنَ ٱلۡمُتَّقِينَ ﴾[3]

”اور آپ ان کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنایئے جب کہ ان دونوں نے ایک ایک نیاز دی، سو ان میں ایک کی قبول ہوئی نیاز اور دوسرے کی نہیں قبول کی گئی، کہا اس نے کہ تجھے میں ضرور بالضرور کردوں گا قتل، کہا دوسرے نے کہ اللہ قبول فرماتا ہے صرف تقویٰ والوں سے“

---

1) قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغۡوِيَنَّهُمۡ أَجۡمَعِينَ ٨٢ إِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ ٱلۡمُخۡلَصِينَ ﴾ سورۃ ص: 82،83/38
”قسم تیری عزت کی، میں ضرور گمراہ کروں گا ان سب کو سوائے تیرے اخلاص والے بندوں کے ان میں سے“

2) قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ إِنَّ ٱلنَّفۡسَ لَأَمَّارَةُۢ بِٱلسُّوٓءِ ﴾ سورۃ یوسف: 53/12
”بیشک نفس برائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا ہے۔“

3) سورۃ المائدۃ: 27/5

مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں:

”یہاں ہابیل و قابیل کی باہمی گفتگو میں ایک ایسا جملہ آگیا جو ایک اہم اصول کی حیثیت رکھتا ہے، کہ اعمال وعبادات کی قبولیت تقویٰ اور خوف خدا پر موقوف ہے، جس میں تقویٰ نہیں اس کا عمل مقبول نہیں، اسی وجہ سے علمائے سلف نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عبادت گزاروں اور عمل کرنے والوں کے لیے بڑا تازیانہ ہے“[1]

ضیاع اعمال:

ہدایت واضح ہونے کے بعد اللہ کی ناراضگی یعنی گمراہی کی روش اختیار کرنا اللہ کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے اور انسان کی ایسی روش خود کو مکمل طور پر شیطان کے حوالے کرنے کے مترادف ہے۔[2] ایسا کرنے سے انسان کے اعمال غارت ہو جاتے ہیں۔ گویا کہ ایسی صورت میں انسان خود اپنے لیے یہ انجام پسند کرتا اور خود ایسے طریقے اختیار کرتا ہیں جو اللہ کو ناراض کرنے والا ہوتا ہے۔ جیسا کہ نفاق، معصیت اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ مل کر سازشیں کرنا وغیرہ انتہائی گمراہ کن اعمال ہیں جن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو حبط کر دیتا ہے۔ جیسے اللہ کا فرمان ہے:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ ٱتَّبَعُواْ مَآ أَسۡخَطَ ٱللَّهَ وَكَرِهُواْ رِضۡوَٰنَهُۥ فَأَحۡبَطَ أَعۡمَٰلَهُمۡ ﴾[3]

”یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی ناراضی کا باعث بننے والی چیزوں کی پیروی کی اور رضائے الٰہی کو پسند نہ کیا، تو اللہ نے ان کے اعمال غارت کر دیئے۔“

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

”یعنی اللہ کی خوشنودی کا راستہ پسند نہ کیا۔ اسی راہ چلے جس سے وہ ناراض ہوتا تھا۔ اس لیے موت کے وقت ہی بھیانک سماں دیکھنا پڑا۔ اور اللہ نے ان کے کفر وطغیان کی بدولت سب عمل بیکار کر دیے۔ کسی عمل نے ان کو دوسری زندگی میں فائدہ نہ پہنچایا۔“[4]

---

1) معارف القرآن: 108/3

2) قَالَ تَعَالَىٰ:﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱرۡتَدُّواْ عَلَىٰٓ أَدۡبَٰرِهِم مِّنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ ٱلۡهُدَى ٱلشَّيۡطَٰنُ سَوَّلَ لَهُمۡ وَأَمۡلَىٰ لَهُمۡ ﴾ سورۃ محمد: 47/25

”حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ حق بات سے پیٹھ پھیر کر مڑ گئے ہیں، باوجودیکہ ہدایت ان کے سامنے خوب واضح ہو چکی تھی، انھیں شیطان نے پٹی پڑھائی ہے اور انھیں دور دراز کی امیدیں دلائی ہیں۔“

3) سورۃ محمد: 47/ 90

4) تفسیر عثمانی: 495/3

دل کی سختی:

عام مشاہدہ کی بات ہے کہ جو جتنا برائی میں مبتلا ہوتا ہے وہ اسی قدر دوسرے لوگوں کے لئے سخت دل ثابت ہوتا ہے۔ معمولی باتوں پر ہنگامہ کھڑا کر دینا ایسے لوگوں کی عادت بن جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا۟ وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾[1]

"سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی تو انہوں نے عاجزی کیوں نہیں اختیار کی، لیکن ان کے قلوب سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر دیا۔"

دل کی تنگی:

گمراہی کی روش انسان کے دل کی تنگی کا باعث بنتی ہے۔ جیسے اونچائی پر چڑھتے ہوئے انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ شاید اس کا دل دھڑک دھڑک کر باہر ہی نکل آئے گا۔ ایسے ہی اگر اللہ کی طرف سے انسان کو ہدایت کی توفیق عطا نہ ہوئی ہو تو اس کے لیے راہ حق پر چلنا دنیا کا مشکل ترین کام بن جاتا ہے۔ ذرا سی آزمائش آجائے تو اس پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے اور ایک ایک قدم اٹھانا اس کے لیے دوبھر ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف وہ انسان جو ہدایت کی روش اختیار کرتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے شرح صدر کی نعمت سے نوازا ہوتا ہے اس کے لیے نہ صرف حق کو قبول کرنا آسان ہوتا ہے بلکہ اس راہ کی ہر تکلیف اور ہر مشکل کو وہ کھلے دل کے ساتھ سے برداشت کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُۥ يَجْعَلْ صَدْرَهُۥ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى ٱلسَّمَآءِ﴾[2]

"اور جسے وہ گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو تنگ اور گھٹا ہوا بنا دیتا ہے، جیسے کہ وہ آسمان کی طرف چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

"جب کسی کی پیہم سرکشیوں کے باعث اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت اس کی طرف سے پھر جاتی ہے تو قبول حق سے اس کا دل بہت تنگ ہو جاتا ہے۔ حق کو تسلیم کرنے کا تصور کرتے ہیں تو اس کی حالت ایسی ناگفتہ بہ ہو جاتی ہے جیسے کسی انسان کو آسمان کی طرف چڑھنے پر مجبور کیا جائے۔ جس طرح اس کا سانس پھول جاتا ہے۔ اوسان خطا ہو جاتے ہیں

---

1) سورۃ الانعام: 6/43

2) سورۃ الانعام: 6/125

اور ایک بے بسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اسی طرح اس بدنصیب کا حال ہوتا ہے۔"[1]

خدا خوفی کا خاتمہ:

انسانی شخصیت پر گمراہی کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ بے حیا اور بے باک بن جاتا ہے۔ اس کے اندر خوف اور شرم کا نام تک باقی نہیں رہتا اور نہایت بے شرمی کے ساتھ ڈھیٹ بن کر معصیت کی راہ پر گامزن رہتا ہے۔ گویا کہ کوئی اس کا خالق و مالک نہیں جسے اس نے اپنے کیے کا حساب دینا ہے اور نہ ہی اسے دنیا و آخرت میں کسی رسوائی کا ڈر ہوتا ہے۔ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلاَمِ النُّبُوَّةِ، إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ)) [2]

"اگلے پیغمبروں کے کلام میں سے لوگوں نے جو پایا یہ بھی ہے کہ جب تجھ میں حیا نہ ہو پھر جو جی چاہے کر۔"

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے:

((إنَّ المؤمنَ يرى ذنوبَه كأنه قاعدٌ تحت جبلٍ يخاف أن يقعَ عليه، وإن الفاجرَ يرى ذنوبَه كذبابٍ مر على أنفه)) [3]

"مومن اپنے گناہوں کو ایسا خیال کرتا ہے جیسے پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا شخص یہ خوف کرتا ہے کہ کہیں پہاڑ اس پر نہ گر پڑے اور فاجر گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ ناک پر سے مکھی اڑ گئی۔"

وجہ غفلت:

سیاہ کاریوں میں آگے بڑھتے چلے جانا، گناہوں پر اصرار کرنا، گناہ کر کے مسرت کا اظہار کرنا، گناہوں کو معمولی سمجھنا اور اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہو جانا انسان کے غافل اور اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کی علامات ہیں۔ جیسا کہ اس روایت سے واضح ہے:

"حضرت عبد اللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: (اپنے آپ کو معمولی گناہوں سے بچاؤ، کیونکہ معمولی گناہ انسان کے خلاف جمع ہوتے ہوتے اسے تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں) ابن مسعود کہتے ہیں کہ آپؐ نے ان کی مثال ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اس کی مثال ایک مسافر جماعت کی ہے وہ کسی چٹیل میدان میں پڑاؤ ڈالتے ہیں اور کھانا تیار کرنے کا وقت آجاتا ہے، اس پر ہر شخص ایک ایک لکڑی تلاش کر کے لاتا ہے، اس طرح لکڑیوں کا

---

1) ضیاء القرآن: 1/599

2) صحیح بخاری، كتاب احاديث الانبياء، باب حديث الغار، حديث: 3483

3) صحیح بخاری، كتاب الدعوات، باب التوبة، حديث: 6308

ایک انبار جمع ہو جاتا ہے، وہ ان میں آگ لگاتے ہیں اور اس پر اپنا کھانا پکا لیتے ہیں" [1]

گناہوں کا وبال:

چہرے پر سیاہی، رزق میں تنگی، دل اور قبر میں تاریکی، جسم میں کمزوری، بزدلی اور مخلوق کے دل میں نفرت وغیرہ، یہ سب گناہوں کا وبال ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ معصیت الٰہی ایک تاریکی اور اندھیرا ہے جبکہ اطاعت الٰہی ایک نور اور روشنی ہے۔ چنانچہ امام ابن قیم حضرت عبداللہ ابن عباس سے منسوب قول نقل کرتے ہیں:

(إن للحسنة ضياء في الوجه ونورًا في القلب وسعة في الرزق وقوة في البدن ومحبة في قلوب الخلق وإن للسيئة سوادًا في الوجه وظلمة في القبر والقلب ووَهنا في البدن ونقصا في الرزق وبغضة في قلوب الخلق) [2]

"جو شخص اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کوشاں رہتا ہے، اس کے چہرے پہ چمک دمک، دل میں نور، روزی میں فراخی، بدن میں طاقت و قوت اور لوگوں کے دل میں اس کے لیے محبت و مودت ہوتی ہے اور جو شخص اطاعت الٰہی سے منہ موڑ کر نافرمانی اور طغیانی میں کوشاں رہتا ہے، اس کے چہرے پہ نحوست، دل میں تاریکی، قبر میں اندھیرا، بدن میں کمزوری، روزی میں کمی اور لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے حسد، بغض اور کینہ پیدا ہو جاتا ہے۔"

دل کا مقفل ہونا:

گمراہ انسان غافل و بے خبر ہو جاتا ہے اور اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور گناہوں پر اصرار کی وجہ سے بالآخر پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿خَتَمَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ﴾ [3]

"اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔"

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ﴾ [4]

"ہرگز نہیں، بلکہ دراصل ان لوگوں کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔"

---

1) مسند احمد: 344/4

2) روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین، الجوزیہ، ابن القیم، محمد بن ابی بکر، مجمع الفقہ الاسلامی، جدہ، ص:441

3) سورۃ البقرۃ: 2/7

4) سورۃ المطففین: 83/14

اس صورت حال کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پھر انسان کا ازلی دشمن شیطان پوری قوت سے اس پر غالب آجاتا ہے اور اسے جہاں چاہتا ہے، ہانک کر لے جاتا ہے۔

خلاصہ بحث:

الغرض گمراہی کی روش انسان کی انفرادی زندگی کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔ جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب انسان گناہ کرنے کے بعد اس پر نادم نہ ہو اور وقتی لذت اور فائدہ کے حصول کی خاطر گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے تو یہ عادت اسے آہستہ آہستہ گمراہی سے دوچار کر دیتی ہے جس کے نتیجے میں اس کے دل میں سختی اور اعمال صالحہ کی ادائیگی اور ہدایت کے راستے پر چلنا دشوار ہو جاتا ہے اور بالآخر وہ گمراہی کی اس خطرناک ترین منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس کا دل زنگ آلود ہو کر مقفل ہو جاتا ہے۔

فصل دوم

اجتماعی زندگی پر اثرات

مبحث اول: اجتماعیت۔ ایک تعارف

مبحث دوم: مثالی اجتماعیت کی خصوصیات

مبحث سوم: اجتماعی زندگی پر گمراہی کے اثرات

مبحث اول

اجتماعیت-ایک تعارف

جمعیت یا اجتماعیت کا لفظ لوگوں کے کسی ایک جگہ اکٹھا ہونے کے لیے بولا جاتا ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں اس کا معنی "اکٹھا ہونا، گروہ، مجمع اور جمگھٹا" بیان کیا گیا ہے[1]۔ انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے اجتماعی زندگی کا محتاج ہوتا ہے۔ بغیر اجتماعیت کے اس کی زندگی ناممکن ہے۔ لہذا اجتماعیت کی اصطلاح انسانوں کے مل جل کر ایک گروہ کی شکل میں اکٹھا ہونے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ انسان کی اجتماعی زندگی کے مختلف پہلو ہیں جیسے خاندان، معاشرہ اور اسی طرح انسان مختلف مذاہب، ممالک اور سیاسی اعتبارات سے مختلف طرح کی اجتماعیتوں سے بندھا نظر آتا ہے۔

معروف محقق ابن خلدون فرماتے ہیں:

"انسان میں طبعی طور پر مدنیت پسندی پائی جاتی ہے، یعنی انسان کے لیے اجتماع لازمی ہے۔ اسے ہماری اصطلاح میں عمران یا معاشرہ کہتے ہیں جو انسانوں کے باہمی تعاون کی عملی شکل ہے، اگر یہ باہمی تعاون مفقود ہو تو انسان تباہی کے گڑھے میں گر کر فنا ہو جائے"[2]۔

انفرادی کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی کا اجتماعی پہلو بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے یعنی اگر ایک انسان انفرادی حیثیت میں تو متحرک ہو لیکن اپنے آپ کو کسی بھی طرح کے اجتماعی نظام سے ماورا سمجھے تو یہ بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ اگرچہ وہ اپنی ذات میں خود مختار ہے لیکن ایک بڑے کل کا چھوٹا سا جزو بھی ہے۔ اس کی کامیابی کا دارومدار اجتماعی نظام سے وابستگی میں ہی ہے کیونکہ فرد اور اجتماعیت ایک دوسرے کی کامیابیوں میں معاون و مددگار ہوتے ہیں۔ ایک فرد اپنی ذات میں کتنا ہی متقی کیوں نہ ہو لیکن اس سے تقاضا کیا گیا ہے کہ وہ سچے لوگوں کا ساتھ بھی دے[3] تاکہ اس کی یہ انفرادی نیکی کسی بڑے نظام میں بھی اپنا حصہ ڈال سکے۔ دوسری جانب اگر ایک انسان انفرادی سطح پر گمراہی اور بغاوت کا شکار ہو لیکن ساتھ ہی ساتھ کسی پاکیزہ اجتماعیت میں اپنے آپ کو شامل کر کے حساب کتاب سے بے پروا ہو جائے کہ یہ اجتماعیت اس کے لیے نجات دہندہ بن جائے گی تو یہ انتہائی نامعقول روش ہے۔ الغرض فرد کی درست

---

1) فرہنگ آصفیہ: 2/49

2) مقدمہ ابن خلدون، ابن خلدون، عبدالرحمن، علامہ، مترجم: مولانا راغب رحمانی، نفیس اکیڈمی، کراچی، 2001ء، ص: 154،153

3) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَكُونُواْ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ﴾ سورۃ التوبہ: 9/119
"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ"۔

بنیادوں پر کردار سازی اور اس کا صالح و بامقصد اجتماعیت سے جڑنا ہی دراصل زندگی کا توازن ہے۔

انسانوں کے درمیان باہمی ربط و تعلق کا ہونا فطری عمل ہے۔ خواہ امن و حفاظت کا مسئلہ ہو یا معاش و معیشت کا، اسے لازمی طور پر ایک دوسرے کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ضرورت مند ہوتا ہے کہ کوئی اس کی نگہبانی کرے، اس کے ساتھ خیر خواہی کی جائے اور بوقت ضرورت اس کی مدد کی جائے۔ یہ تمام ذمہ داریاں ادا کرنے والا "راعی" کہلاتا ہے اور جس کی حفاظت و نگہبانی کی جاتی ہے اسے "رعیت" کہتے ہیں۔ یہ اصول زندگی کے تمام شعبہ جات کا احاطہ کرتا ہے۔ یعنی حکمران سے اس کی عوام کے بارے میں باز پرس ہوگی، مرد اپنے اہل خانہ کا ذمہ دار ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور خادم اپنے آقا کے ساز و سامان کا ذمہ دار ہے، ان سب سے ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ الغرض اسلام ایسی اجتماعی زندگی چاہتا ہے جس میں ہر فرد کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہو۔ جیسا کہ نبی کریم نے فرمایا:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) (1)

"تم میں ہر ایک ذمہ دار ہے، اس سے اسکے ماتحت لوگوں بارے باز پرس ہوگی"

انسانی فطرت اور اجتماعیت:

انسانی زندگی اور اجتماعیت لازم و ملزوم ہیں۔ زمانہ چاہے کوئی بھی رہا ہو انسان کبھی بھی اجتماعیت سے بے نیاز نہیں رہا۔ لہذا تاریخ کے قدیم سے قدیم گوشوں میں بھی انسان خاندانوں اور قبائل کی شکل میں اپنی زندگی گزارتا نظر آتا ہے اور رفتہ رفتہ انسان کی اجتماعیت پسندی ایک بین الانسانی کنبے کی حیثیت اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔ جس کی بنیادی وجہ انسان کی فطری ضرورت اور انفرادی صلاحیتوں کی محدودیت ہے جس وجہ سے وہ زندگی کے مختلف معاملات کی تکمیل کے لیے دوسرے انسانوں کا محتاج نظر آتا ہے۔

قدیم یونانی فلسفی ارسطو کے مطابق:

"انسان ایک سیاسی حیوان ہے اس لیے معاشرتی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ انسان اپنی مادی اور اخلاقی ضروریات پوری کرنے کے لیے دوسرے انسانوں کے تعاون کا محتاج ہوتا ہے اور اس تعاون کی ابتدائی شکل خاندان، بہتر شکل گاؤں اور اعلیٰ ترین شکل مملکت ہے"(2)

---

1) صحیح مسلم، کتاب امارۃ، باب: فَضِيلَةِ الْإِمَامِ الْعَادِلِ، وَعُقُوبَةِ الْجَائِرِ، وَالْحَثِّ عَلَى الرِّفْقِ بِالرَّعِيَّةِ، وَالنَّهْيِ عَنْ إِدْخَالِ الْمَشَقَّةِ عَلَيْهِمْ، حدیث:20

2) ارسطو-حیات و تعلیمات اور فکر و فلسفہ، شاہد مختار، شاہد پبلشرز، لاہور، ص:114

چونکہ سیاست اجتماعیت کی آخری ترقی یافتہ شکل ہے۔ لہذا انسان کے سیاسی حیوان ہونے کے یہ معنی لیے جاسکتے ہیں کہ ایسا حیوان جو آخری اور انتہائی حد تک اجتماعیت پسند واقع ہوا ہو۔ یعنی ارسطو کے مطابق اجتماعیت پسندی ہی انسان کی وہ صفت ہے جو اسے حیوانات سے ممتاز کرتی ہے۔

اسلام اور اجتماعیت:

اسلام ملت اسلامیہ کے ایک ایک فرد کو اجتماعیت سے جڑے رہنے کی ہدایت دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْ ﴾[1]

"اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کا ساتھ تھام لو اور تفرقے میں مت پڑو"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے مختلف ارشادات میں بھی جماعت و اجتماعیت کو لازم پکڑنے کی بات کہی گئی ہے۔ جیسے نبی پاکؐ کا ارشاد گرامی ہے:

((عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ))[2]

"تمہارے اوپر واجب ہے کہ تم جماعت کو لازم پکڑے رہو اور تفرقہ بازی سے بچو کیونکہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو لوگوں سے دور رہتا ہے۔"

اجتماعیت کی اہمیت کے پیش نظر اس سے الگ ہونے کی سخت مذمت کی گئی ہے بلکہ ایسا شخص جس کی گردن پر کسی امیر سے بیعت کا قلادہ نہ ہو اور اسی حالت میں اسکی موت ہو جائے تو اسے جاہلیت کی موت قرار دیا گیا ہے[3]۔

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے، وہ بیان فرماتے ہیں:

((أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَسْمَعَ وَأُطِيعَ، وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا مُجَدَّعَ الْأَطْرَافِ))[4]

"میرے خلیل نے مجھے وصیت کی کہ میں سمع وطاعت بجالاؤں چاہے امیر غلام حبشی اور ناک کان کٹا ہی کیوں نہ

---

1) سورۃ ال عمران:3/103

2) سنن ترمذی، ابواب الفتن، بَابُ مَا جَاءَ فِي لُزُومِ الجَمَاعَةِ، حدیث:2165

3) مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً
"جس شخص نے امیر کی اطاعت سے کھینچ لیا ہاتھ اپنا تو دن قیامت کے ملے گا وہ اللہ سے ایسے کہ نہ ہو گی پاس اس کے حجت کوئی اور وہ شخص جس کی گردن میں کسی امیر کی بیعت کا قلادہ نہیں اور اسی حالت میں اس کی موت ہو جائے تو گویا اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی" (صحیح المسلم، کتاب الامارۃ، حدیث:58)

4) سنن ابن ماجہ، کتاب الجهاد، باب طاعة الامام، حدیث:2862

ہو۔"

البتہ جہاں عام لوگوں کو جماعت کے امیر کی اطاعت کا حکم ہے وہیں پر امیر کو اپنی رعایا کیساتھ عدل وانصاف کرنے اور ان کو ظلم وزیادتی سے بچانے کی تاکید کی گئی ہے، بصورت دیگر اس کے خلاف سخت وعید بھی وارد ہوئی ہے۔ جیسے فرمایا نبی ﷺ نے:

((اللهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهِ)) (1)

"اے اللہ! میری امت میں جو شخص امیر یا ذمہ دار بنایا گیا اور اس نے لوگوں کو مشقت میں مبتلا کیا تو بھی اس پر مشقت ڈال دے اور جس نے نرمی برتی تو بھی اس سے نرمی برت"

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے:

((مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) (2)

"اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو امیر بنایا اور اس نے اپنی رعیت کے ساتھ دھوکہ کیا تو اس پر جنت حرام ہوگی"

اجتماعیت کی بنیادی حیثیت اور اہمیت کے پیش نظر شریعت اسلامیہ نے اجتماعیت کے متعلق واضح احکامات دیے ہیں اور اسے اہم امور دینیہ میں شمار کیا گیا ہے۔ لہذا اسلام یہ تربیت کرتا ہے کہ کسی بھی صالح اجتماعیت کا قیام محض لوگوں کے جمع ہو جانے یا کسی وقتی دنیاوی اور مادی ضرورت کی تکمیل کی غرض سے ممکن نہیں بلکہ اس کیلئے عدل اور خیر خواہی وغیرہ جیسی مضبوط بنیادوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ﴾ (3)

"بے شک اللہ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے"

الغرض اجتماعی زندگی گزارنا انسان کی فطری ضرورت ہے اور انسان اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے لہذا اجتماعیت سے متعلق بھی واضح راہ نمائی فراہم کرتا ہے اور انتہائی قابل عمل اور متوازن انداز میں راعی اور رعیت کے تصورات پیش کرتے ہوئے ہر ایک کو معاشرے میں اس کی حیثیت کے مطابق ذمہ داری ادا کرنے کے لیے ہدایات فراہم کرتا ہے۔

---

1) مسند احمد، حدیث: 24622

2) صحیح مسلم، کتاب امارۃ، باب: فَضِيلَة الْإِمَامِ الْعَادِلِ، حدیث: 21

3) سورۃ النحل: 16/90

مبحث دوم
مثالی اجتماعیت کی خصوصیات

قرآن مجید میں جابجا اجتماعی امور و معاملات کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں جن تمام کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا اختصار کے پیش نظر ذیل کی سطور میں قرآن مجید کی سورۃ الحجرات میں بیان کردہ اجتماعیت کی مطلوبہ خصوصیات بیان کی جارہی ہیں:

خبروں کی تحقیق:

معاشرے میں انسان کے اکثر فیصلوں کی بنیاد وہ اطلاعات اور معلومات ہوتی ہیں جو وقتاً فوقتاً اس تک پہنچتی رہتی ہیں۔ لہٰذا اسلام انسان کو غلط فیصلوں اور ان فیصلوں کے خطرناک نتائج سے محفوظ رکھنے کے لیے خبروں کی تحقیق کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ﴾[1]

"اے مسلمانوں، اگر دے تمہیں کوئی فاسق خبر کوئی تو اس کی تحقیق کر لیا کرو اچھی طرح تم کہ نہ ہو ایسا کہ پہنچا دو تکلیف کسی قوم کو نادانی سے پھر ہو شرمندہ اپنے کیے پر"

صلح جوئی کی روش:

اتفاق و اتحاد پر امن معاشرے کا ایک اہم عنصر ہے۔ لہٰذا معاشرے کی فلاح کے پیش نظر معاشرے میں موجود مختلف طبقات کے درمیان اختلاف پر نظر رکھنا اور اس اختلاف کو تصادم کی شکل اختیار کرنے سے روکنا ایک اہم معاشرتی تعلیم ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱقۡتَتَلُواْ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَهُمَا﴾[2]

"اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو"

عدل:

عدل و انصاف کسی بھی اجتماعیت کی فلاح اور ترقی کے لیے اہم اور بنیادی اہمیت کا حامل اصول ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

1) سورۃ الحجرات: 49/6

2) سورۃ الحجرات: 49/9

﴿ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَهُمَا بِٱلۡعَدۡلِ وَأَقۡسِطُوٓاْ﴾[1]

"تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کرو"

مذاق نہ اڑانا:

معاشرتی اجتماعیت سے جڑے مختلف طبقات کا ایک دوسرے کا مذاق اڑانا اور تحقیر آمیز انداز اختیار کرنا نااتفاقی اور معاشرتی بگاڑ کا باعث بنتا ہے۔ اسلام اس روش کی سختی سے مذمت کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٞ مِّن قَوۡمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُواْ خَيۡرٗا مِّنۡهُمۡ وَلَا نِسَآءٞ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيۡرٗا مِّنۡهُنَّ﴾[2]

"اے مومنو، نہ اڑائیں مذاق مرد دوسرے آدمیوں کا ممکن ہے ان سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے یہ ان سے بہتر ہوں"

طعنہ زنی سے اجتناب:

اسلام ایک دوسرے کے عیب نکالنے اور طعنے دینے سے منع کرتا ہے تاکہ معاشرے میں اخوت اور بھائی چارہ قائم رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَلۡمِزُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ ﴾[3]

"اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ"

برے القابات سے اجتناب:

کسی کو برے القابات سے پکارنا اور تذلیل آمیز لہجہ اختیار کرنا معاشرے میں فساد اور اجتماعیت کو نقصان پہنچانے کا باعث بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَنَابَزُواْ بِٱلۡأَلۡقَٰبِ﴾[4]

"اور نہ کسی کو برے لقب دو"

بدگمانی سے اجتناب:

بدگمانی کسی بھی اجتماعیت کو دیمک کی طرح اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہے۔ لہذا اسلام بدگمانی سے بچنے کی تلقین

---

1) سورۃ الحجرات: 49/9

2) سورۃ الحجرات: 49/11

3) سورۃ الحجرات: 49/11

4) سورۃ الحجرات: 49/11

کرتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱجْتَنِبُواْ كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ ﴾[1]

"اے مومنو، زیادہ بدگمانیوں سے اجتناب کرو یقین جانو کہ گناہ ہیں بعض بدگمانیاں"

عیب جوئی سے اجتناب:

لوگوں میں خامیاں تلاش کرتے رہنا اور اس ٹوہ میں لگے رہنا کہ کسی کا کوئی بھید یا راز معلوم ہو جائے جس کے ذریعے اس کی کردار کشی کی جائے انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَجَسَّسُواْ ﴾[2]

"اور بھید نہ ٹٹولا کرو"

غیبت سے اجتناب:

غیبت اتفاق کو نااتفاقی میں بدلنے والی شے ہے جس سے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بدگمانیاں جنم لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غیبت ایک انتہائی قبیح و مکروہ فعل ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًاۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ﴾[3]

"اور نہ کرے کوئی غیبت کسی کی تم میں سے۔ کیا پسند کرتا ہے کوئی تم میں کہ کھائے گوشت اپنے مردے بھائی کا"

ان آیات میں اجتماعی انسانی زندگی کی اصلاح کے حوالے سے سنہری اصول اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ الغرض اسلام انسانی زندگی کے اجتماعی پہلو کو انتہائی اہمیت دیتا ہے اور اس کے نزدیک ہر اس خامی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیے جو اجتماعیت میں کسی بھی قسم کی دراڑ یا پھوٹ ڈالنے کا باعث بنے۔ اور ایسی اجتماعیت جو خیر خواہی اور اتفاق و اتحاد پر مبنی ہو اسلام کے نزدیک ایک پسندیدہ اجتماعیت ہے۔

---

1) سورۃ الحجرات: 49/12

2) سورۃ الحجرات: 49/12

3) سورۃ الحجرات: 49/12

مبحث سوم

اجتماعی زندگی پر گمراہی کے اثرات

گمراہی نہ صرف انسان کی انفرادی زندگی کو متاثر کرتی ہے بلکہ یہ انسان کی اجتماعی زندگی کو بھی متاثر کیے بغیر نہیں چھوڑتی۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں جہاں دنیا سمٹ کر گلوبل ویلیج بن گئی ہے اور مختلف زاویوں سے ہر خاص وعام کی دسترس میں ہے وہیں اس کا ایک منفی اثر یہ بھی ہے کہ برائی کا اثر ور سوخ بھی گہرا اور وسیع تر ہوتا چلا گیا ہے۔ آج کی جدید اور تیز رفتار دنیا میں برائی کا اثر لمحوں میں دنیا کے دور دراز کے علاقوں اور اقوام پر مرتب ہو جاتا ہے۔ لہذا مختلف قسم کی گمراہیوں سے فرد تو فرد انسان کی اجتماعی زندگی بھی محفوظ نہیں ہے۔ ذیل کی سطور میں آیات قرآنیہ کی روشنی میں یہ بات واضح کی گئی کہ کس طرح گمراہ کن روش انسانی اجتماعی زندگی متاثر کرتی ہے۔

فساد فی الارض:

گمراہی انسان کی اجتماعی زندگی کے سکون کو غارت کرنے والی شے ہے۔ آج تمام تر جدت اور سہولیات کے باوجود انسان اپنی اجتماعی زندگی کے اعتبار سے بھیانک اور خطرناک دور سے گزر رہا ہے۔ جنگ وجدل، لسانی وعلاقائی عصبیتیں، فساد، زناکاری، رشوت خوری، لوٹ کھسوٹ، سود بازاری، قتل وغارت گری، کسب معاش میں حلت وحرمت کا فقدان، ظلم وجور، ذکر الٰہی اور عبادت رب سے غفلت، ایمان بلا عمل اور شخصیت بلا کردار، برائی کا شوق اور نیکی سے نفرت، اس کے عملی مظاہر ہیں۔ الغرض بحر وبر کی ساری چیزیں گمراہی کے اس فساد سے متاثر نظر آتی ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا:

﴿ ظَهَرَ ٱلۡفَسَادُ فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ أَيۡدِي ٱلنَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعۡضَ ٱلَّذِي عَمِلُواْ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُونَ ﴾[1]

”خشک اور تر میں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے پھیل گیا فساد تا کہ انہیں ان کے کچھ عملوں کا پھل چکھا دے اللہ ممکن ہے (بہت) کہ باز آجائیں وہ“

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَمَآ أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٖ فَبِمَا كَسَبَتۡ أَيۡدِيكُمۡ وَيَعۡفُواْ عَن كَثِيرٖ ﴾[2]

---

1) سورۃ الروم: 30/41

2) سورۃ الشوریٰ: 42/30

"تمہیں جو تکلیفیں آتی ہیں وہ تمہارے ہاتھوں کے اعمال کا بدلہ ہے اور بہت سی باتوں سے تو وہ درگزر فرماتا ہے"

مذکورہ بالا آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فساد کی وجہ انسان کے گمراہ کن اعمال ہی ہیں جو نہ صرف خالق و مالک کائنات کی ناراضگی کا باعث بنتے ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ غیر فطری ہونے کی وجہ سے انسانی زندگی کے لیے پریشانیوں کا باعث بھی بنتے ہیں۔

غضب الٰہی کا موجب:

گمراہی اللہ کے غضب کو دعوت دینے کا موجب بنتی ہے۔ گمراہیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کچھ اقوام کو سزا سے دوچار کیا اور ان کے واقعات انسان کو اس لیے بتا دیے گئے تاکہ بعد میں آنے والے انسان ان کے اختیار کردہ گمراہیوں کے راستے کی پیروی کرنے سے باز رہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ ٱلذِّلَّةُ أَيۡنَ مَا ثُقِفُوٓاْ إِلَّا بِحَبۡلٖ مِّنَ ٱللَّهِ وَحَبۡلٖ مِّنَ ٱلنَّاسِ وَبَآءُو بِغَضَبٖ مِّنَ ٱللَّهِ﴾[1]

"وہ جہاں کہیں پائے گئے ان پر ذلت تھوپ دی گئی، الا یہ کہ اللہ کی طرف سے کوئی سبب پیدا ہو جائے یا انسانوں کی طرف سے، آخر کار وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔"

اللہ کی پکڑ اور بلاؤں کا نزول:

اجتماعی طور پر گمراہی میں ملوث ہونا انتہائی نقصان دہ اور باعث ضرر ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالی ناراض ہوتا ہے اور یہ روش اللہ کی پکڑ اور بلاؤں کے نزول کا باعث بنتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَأَيِّن مِّن قَرۡيَةٍ عَتَتۡ عَنۡ أَمۡرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِۦ فَحَاسَبۡنَٰهَا حِسَابٗا شَدِيدٗا وَعَذَّبۡنَٰهَا عَذَابٗا نُّكۡرٗا ۝٨ فَذَاقَتۡ وَبَالَ أَمۡرِهَا وَكَانَ عَٰقِبَةُ أَمۡرِهَا خُسۡرًا ۝٩ أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُمۡ عَذَابٗا شَدِيدٗاۖ فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ يَٰٓأُوْلِي ٱلۡأَلۡبَٰبِ﴾[2]

"کتنی بستیاں ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار اور اس کے رسولوںؑ کے حکم سے سرتابی کی تو ہم نے ان کا بڑا سخت محاسبہ کیا اور انہیں بری طرح سزا دی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے کیے کا وبال چکھ لیا اور ان کے کام کا انجام خسارہ ہی تھا۔ ان کے لئے اللہ تعالی نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، پس اللہ سے ڈرو اے عقل والو۔"

امام ابن قیم الجوزیہ فرماتے ہیں:

"آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ زمین شق ہونے لگتی ہے۔ آبادیاں زمین کے اندر دھنس جاتی ہیں، زلزلے آنے

---

1) سورۃ ال عمران: 3/112

2) سورۃ الطلاق: 10-8/65

لگتے ہیں، زمین کی برکتیں اور روئید گی کم ہو جاتی ہے۔"[1]

لہٰذا انسان کو جتنی بھی آزمائشوں، تکلیفوں، مصیبتوں، قحط سالی، بیماریوں کا سامنا ہوتا ہے یہ سب سیاہ کاریوں اور اعمال بد یعنی گمراہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

نعمتوں کا زوال:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف قسم کی گمراہیوں میں مبتلا لوگوں کی مثالیں بھی ذکر کی ہیں تا کہ ان مثالوں سے عبرت حاصل کی جائے۔ اللہ تعالی نے واضح طور پر بیان فرمایا ہے اللہ کی ناشکری و نافرمانی کرتے ہوئے گمراہی کا راستہ اختیار کرنا نعمتوں کے زوال اور آفتوں کے نزول کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا قَرۡيَةً كَانَتۡ ءَامِنَةً مُّطۡمَئِنَّةً يَأۡتِيهَا رِزۡقُهَا رَغَدًا مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتۡ بِأَنۡعُمِ ٱللَّهِ فَأَذَٰقَهَا ٱللَّهُ لِبَاسَ ٱلۡجُوعِ وَٱلۡخَوۡفِ بِمَا كَانُواْ يَصۡنَعُونَ ﴾[2]

"اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے۔ جو امن وچین سے رہتی تھی اور ہر طرف سے اس کا رزق اسے فراوانی کے ساتھ پہنچ رہا تھا۔ پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے کرتوتوں کا مزا یہ چکھایا کہ ان پر بھوک اور خوف (کا عذاب) مسلط کر دیا۔"

اعلانیہ گناہوں کی جرات:

انسان کی اجتماعی زندگی پر گمراہی کا ایک سنگین اثر یہ بھی پڑتا ہے کہ ایک دوسرے کا اثر قبول کرتے ہوئے اکثریت کا کسی گمراہی میں مبتلا ہونا گناہ کو معمول کا کام بنا دیتی ہے اور لوگ سرعام اعلانیہ معصیت اور گناہوں کا ارتکاب کرنے پر جری ہو جاتے ہیں جو کہ ایک انتہائی تباہ کن روش ہے۔ سیاہ کاریوں کی سزا اور پکڑ اس وقت انتہائی شدت اختیار کر جاتی ہے جب گناہ معمول بن جائیں اور لوگ اعلانیہ طور پر گناہ کر کے سرعام اللہ تعالی کو دعوت مبارزت دینے لگیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا المجاهِرِينَ، وَإِنَّ مِنَ المجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَيَقُولَ: يَا فُلاَنُ، عَمِلْتُ البَارِحَةَ كَذَاوَكَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللَّهِ عَنْهُ))[3]

---

1) دوائے شافی، ابن قیم، محمد بن ابو بکر، الجوزیہ، مترجم: محمد اسمٰعیل گودھروی، ادارہ اسلامی تحقیقات، اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2010ء، ص:157

2) سورۃ النحل: 16/112

3) صحیح بخاری، کتاب الادب، بَابُ سَتْرِ المُؤْمِنِ عَلَى نَفْسِهِ، حدیث:6069

"میری تمام امت معاف کر دی جائے گی سوائے اعلانیہ گناہ کرنے والوں کے۔ اور اعلانیہ گناہ کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ کوئی شخص رات کو کسی گناہ کا ارتکاب کرے اور اس کی صبح اس حال میں ہو کہ اللہ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈالے رکھا ہو اور وہ (کسی سے) کہے کہ اے فلاں میں نے کل رات یہ یہ کام کیا۔ جب کہ اس کی رات اس حال میں گزری تھی کہ اللہ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈالے رکھا لیکن صبح ہوتے ہی وہ خود اپنے بارے میں اللہ کے پردے کو کھولنے لگا "

اعلانیہ گناہ اللہ کے حقوق کی پامالی کے ساتھ اللہ کے سامنے گناہ کرنے کی جسارت بھی ہے،، اس طرح سیاہ کاروں کی نفری میں اضافہ ہوتا ہے اور گناہوں کے منفی اثرات دوسروں تک پہنچتے ہیں۔ اعلانیہ گناہ سے دوسروں کو بھی گناہ کی دعوت اور ترغیب ملتی ہے۔

خلاصہ بحث:

تمام تر تفصیل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ بنی نوع انسان اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ مخلوق ہے لیکن جب یہی مخلوق خدا نافرمانی اور گمراہی پر اتر آتی ہے تو اللہ کے ہاں کس قدر بے حیثیت اور بے وقعت بن جاتی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ معاشرے و افراد کو اجتماعی طور پر گمراہیوں میں مبتلا ہونے سے بچایا جائے تاکہ گمراہ کن اعمال معاشرے کا معمول نہ بن سکیں اور معاشرہ اجتماعی گمراہیوں کی وجہ سے اللہ کی طرف سے مسلط کردہ مصیبتوں اور مشکلات میں مبتلا ہونے سے بچ جائے۔

فصل سوم

اخروی زندگی پر اثرات

مبحث اول:	اخروی زندگی۔ ایک تعارف
مبحث دوم:	انسانی زندگی پر فکر آخرت کے اثرات
مبحث سوم:	اخروی زندگی پر گمراہی کے اثرات

مبحث اول

اخروی زندگی-ایک تعارف

آخرت ایک حقیقت کبریٰ ہے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوںؑ اور اپنی کتابوں کے ذریعے سے پیشگی عطا فرما دیا ہے، تاکہ انسان کے تمام اعمال کا اصل محرک اللہ تعالیٰ کی رضا اور اخروی نجات کا حصول بن جائے۔

ارشاد باری ہے:

﴿فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ﴾[1]

''پس جب قیامت کا ہنگامۂ عظیم برپا ہو گا، جو کچھ انسان نے دنیا میں کیا ہے اس دن وہ اس کو یاد کرے گا، اور دوزخ ہر دیکھنے والے کے سامنے بے نقاب کر دی جائے گی''

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿٧﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾[2]

''پھر جس کسی نے ذرہ برابر نیکی کری ہو گی وہ اس کو دیکھے گا اور جس کسی نے ذرہ برابر بدی کی ہو گی، اس کو دیکھے گا۔''

دنیا کی زندگی کا کوئی فائدہ اور حکمت و مقصد ہی نظر نہیں آتا جب تک مخلوق کے لیے ایک ایسا دن نہ ہو جس میں نیک کو اپنی نیکی کا اور برے کو اپنی برائی کا صلہ نہ ملے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے ہر صفحے پر کسی نہ کسی اسلوب سے بعث بعد الموت، حشر و نشر، جزا و سزا، جنت و دوزخ اور حساب و کتاب میں سے کسی نہ کسی کا ذکر ضرور ملتا ہے۔

ایمان بالآخرۃ کی اہمیت:

بنیادی ایمانیات تین ہیں۔ ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرۃ۔ اور اگر باریک بینی سے دیکھا جائے تو دراصل ایمان بالآخرت اور ایمان بالرسالت دونوں ایمان باللہ کی فروع ہیں۔ یعنی ایمان بالآخرت اللہ رب العزت کی صفت عدل کا مظہر ہے جبکہ ایمان بالرسالت اللہ تعالیٰ کی صفت ہدایت کا اظہار ہے۔

انجینیئر نوید احمد[3] صاحب فرماتے ہیں:

''قانونی، فقہی اور شرعی اعتبار سے اہم ترین ایمان' ایمان بالرسالت ہے۔ چنانچہ ایمان باللہ اسی وقت معتبر ہو گا جبکہ اللہ تعالیٰ کو اُن اَسماء وصفات کے ساتھ مانا جائے جن کی خبر حضرت محمد ﷺ نے دی ہے' اور ایمان بالآخرت بھی تب

---

1) سورۃ النازعات: 79/34-36

2) سورۃ الزلزلۃ: 99/8،7

3) انجنیئر نوید احمد، ڈاکٹر اسرار احمد کی قائم کردہ تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن سے وابستہ شخصیات میں سے ایک ہیں۔

ہی معتبر ہو گا جب بعث بعد الموت' حشر و نشر' حساب کتاب' وزنِ اعمال' جزا و سزا اور جنت و دوزخ کی ان تفاصیل کو مانا جائے جن کی خبر حضرت محمد ﷺ نے دی ہے۔ اسی طرح عملی اور اخلاقی اعتبار سے سب سے مؤثر ایمان' ایمان بالآخرت ہے۔ کیونکہ اگر آخرت کا یقین ہو گا، جزا و سزا کا یقین ہو گا، مرنے کے بعد محاسبہ کے لیے جی اٹھنے کا یقین ہو گا اور جنت و دوزخ کا یقین ہو گا تو انسان کے رویے میں عملی تبدیلی لازماً واقع ہو گی۔ اس کے برعکس اگر ایمان بالآخرت میں کمی رہ گئی، تو ایمان باللہ بھی ذات و صفات باری تعالیٰ کی ایک علمی بحث بن کر رہ جائے گا اور ایمان بالرسالت بھی عشقِ رسول ﷺ کے محض زبانی دعووں کی صورت اختیار کر لے گا اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کی طرف توجہ نہیں رہے گی۔"[1]

ایک مغالطہ کا ازالہ:

شیطان کی طرف سے بے عملی اور شریعت کی خلاف ورزی کی روش کو تقویت دینے کے لیے ایک وسوسہ یہ بھی ڈالا جاتا ہے کہ آخرت حقیقی اور واقعی نہیں ہے بلکہ محض ایک نظریہ اور تصور ہے جس سے اصل مقصود دنیا میں عدل و انصاف کا قیام ہے چنانچہ جنت و دوزخ اور جزا و سزا کا جو تصور قرآن مجید دیتا ہے اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ اس دنیا میں انسان کی معاشرتی، سیاسی اور معاشی زندگی عدل و قسط پر قائم ہو جائے اور انسان دنیا میں امن و سکون کے ساتھ بہتر سے بہتر انداز سے زندگی بسر کر سکے۔ یہ وسوسہ اور خیال انتہائی درجہ کی گمراہی ہے۔ لہذا آخرت ہرگز صرف تصور اور محض نظریہ نہیں ہے، بلکہ آخرت ایک واقعہ ہے جو لازمی ظہور پذیر ہو گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ ۝ وَإِنَّ ٱلدِّينَ لَوَٰقِعٌ ﴾[2]

"جس (قیامت و آخرت) کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ بالکل برحق ہے' اور جزا و سزا لازماً واقع ہو کر رہے گی"

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَٰقِعٌ ﴾[3]

"جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ واقع ہو کر رہے گی"

یعنی آخرت صرف ایک دھمکی نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جو اپنے مقررہ وقت پر وقوع پذیر ہو کر رہے

1) تدریسی نکات برائے مطالعہ قرآن مجید کا منتخب نصاب، نوید احمد، انجینیئر، انجمن خدام القران، 7/2

2) سورۃ الذاریات: 5،6/51

3) سورۃ المرسلات: 7/77

گی۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ محض تصور و نظریہ سے فرد و معاشرہ کی اصلاح کا مقصد ہر گز حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ انسان کی سیرت و کردار پر مثبت اثر صرف آخرت کے تصور سے نہیں بلکہ صرف یقین کے درجے تک پہنچے ہوئے ایمان سے ہی پڑ سکتا ہے۔

انکار آخرت کے اسباب–سورۃ القیامۃ کی روشنی میں:

سورۃ القیامۃ کی روشنی میں انکار آخرت کے چند اہم اور بنیادی اسباب درج ذیل ہیں:

- **فسق وفجور کی عادت:**

انکار آخرت کا ایک سبب تو یہ ہے کہ جب انسان فسق وفجور اور حرام کمائی سے حاصل ہونے والی عیش کا عادی ہو جاتا ہے تو ان سب کو چھوڑنا اس کے لیے آسان نہیں رہتا۔ کیونکہ اگر وہ آخرت کو مان لے تو اسے حلال و حرام اور جائز وناجائز میں تمیز کرنا پڑے گی۔ چنانچہ جس طرح کبوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے اسی ایسے لوگ اپنی خرافات میں مگن رہتے ہوئے آخرت ہی کا انکار کر دیتے ہیں۔ اسی ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ بَلْ يُرِيدُ ٱلْإِنسَٰنُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُۥ ﴾[1]

"بلکہ آدمی یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی فسق وفجور کرتا رہے"

- **دنیا کی محبت:**

آخرت اور قیامت کے انکار کا ایک سبب دنیا کی حد سے بڑھی ہوئی محبت بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ ٱلْعَاجِلَةَ ۝٢٠ وَتَذَرُونَ ٱلْءَاخِرَةَ ﴾[2]

"ہر گز نہیں، بلکہ تم لوگ جلدی حاصل ہونے والی چیز (یعنی دنیا) سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو"

یعنی تمہاری گمراہی کا اصل سبب یہ ہے کہ تم عاجلہ کی محبت میں گرفتار ہو' اور اس کے پرستار بن گئے ہو۔ لفظ عاجلہ عجلت سے بنا ہے' اس سے مراد دنیا ہے۔ اس لیے کہ اس کا نفع بھی فوری اور نقد ہے اور نقصان بھی فوری اور نقد ہے۔ یہاں عاجلہ کا لفظ استعمال کر کے اس حقیقت کی جانب توجہ مبذول کرا دی گئی

---

1) سورۃ القیامۃ: 75/5

2) سورۃ القیامۃ:20،75/21

کہ جو لوگ دنیا کی فوری لذت اور عیش و راحت کو قربان کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ آخرت سے غافل رہتے ہیں اور اللہ کی جناب میں محاسبہ کے لیے کھڑے ہونے کو فراموش کر دیتے ہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کوشش کرنے والے کو جان لینا چاہیے کہ دنیا کی نحوست اور بدبختی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ دنیا کی فکر اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں رکاوٹ ڈالتی ہے۔"[1]

- **تکبر:**

قیامت اور آخرت کے انکار کا ایک اہم سبب تکبر بھی ہے۔ جیسے فرمان ربانی ہے:

﴿ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿٣١﴾ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِۦ يَتَمَطَّىٰٓ ﴾[2]

"پس اس نے نہ تصدیق کی اور نہ نماز ادا کی۔ بلکہ جھٹلایا اور روگردانی کی۔ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چل دیا"

اکثر اہل علم کے نزدیک اگرچہ یہ الفاظ عام ہیں اور ان میں ایک عام متکبر انسان کا نقشہ پیش کیا گیا ہے، لیکن یہاں معین طور پر ابوجہل مراد ہے۔ کیونکہ ابوجہل کے کفر و تکذیب کی وجہ بھی تکبر تھا۔ اور اس کی متکبرانہ طبیعت نبی اکرم ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر آمادہ نہیں تھی۔

الغرض قیامت کے انکار اور آخرت کی جوابدہی سے نظریں چرانے کی وجوہات منطقی و عقلی ہونے کی بجائے انسانی نفس کی اختراع ہے جو دنیا کی لذات کا عادی ہو کر اخروی کامیابی کے لیے کسی بھی قسم کے مجاہدہ اور محنت پر آمادہ نہیں ہوتا اور خود کو کسی بھی قسم کی پابندی میں جکڑنا اپنی توہین سمجھتا ہے۔

---

1) منہاج العابدین، الغزالی، محمد بن محمد، مترجم: مولانا عطاء المصطفیٰ اعظمی، ضیاء الدین پبلیکیشنز، کراچی، ص:198

2) سورۃ القیامۃ:33-75/31

مبحث دوم
انسانی زندگی پر فکر آخرت کے اثرات

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ آزمائے کہ کون کارکردگی کے اعتبار سے اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو رضائے الٰہی کی موجب بننے والی اطاعت کے لیے پیدا کیا ہے، اور ناراضی کا باعث بننے والی نافرمانی سے روکا ہے۔ تاکہ انسان اعمال صالحہ کے انعام اور گمراہیوں کا وبال کو مد نظر رکھتے ہوئے دنیا میں زندگی گزارے۔ اسی موت وحیات کے نظام کے انجام کار کے طور پر اللہ تعالی نے اطاعت گزاروں کے لیے جنتیں بنائیں اور اس کے مقابلے میں جہنم کو پیدا کیا جہاں نافرمانوں کو ان کے اعمال بد کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴾[1]

"جس دن ان کی زبانیں، ہاتھ، اور پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے"

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَقَالُوا۟ لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوٓا۟ أَنطَقَنَا ٱللَّهُ ٱلَّذِىٓ أَنطَقَ كُلَّ شَىْءٍ ﴾[2]

"وہ کہیں گے کھالوں اپنی سے، کیوں دی گواہی خلاف ہمارے تم نے، وہ بولیں گی، دی بولنے کی طاقت ہمیں اسی اللہ نے جس نے دی گویائی ہر شے کو"

لہذا عقلمندی اور ہوشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اس دنیا کو دار العمل اور عارضی سمجھے اور ایک ایسی زندگی گزارے جو ایک مثالی اخروی زندگی کا باعث بن سکے۔

دنیوی زندگی کی بے ثباتی:

ایک مومن اس حقیقت پر یقین رکھتا ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے اور اسے ایک دان اللہ کے حضور پیش ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ اگر اس نے ذرہ برابر بھی نیک عمل کیا ہو گا تو اس کی جزا ملے گی اور اگر اس نے رائی کے برابر بھی برا کام کیا ہو گا تو اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ فرما کر اسے دھوکے کا سامان قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

1) سورۃ النور: 24/24

2) سورۃ فصلت: 41/21

﴿ ٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّمَا ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَا لَعِبٞ وَلَهۡوٞ وَزِينَةٞ وَتَفَاخُرُۢ بَيۡنَكُمۡ وَتَكَاثُرٞ فِي ٱلۡأَمۡوَٰلِ وَٱلۡأَوۡلَٰدِ﴾ [1]

"تم سب جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا، زیب وزینت، آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا، اور مال و دولت اور اولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا ہے"

دنیا کی بے ثباتی کی وجہ سے ہی نبی کریم ﷺ نے اپنی بے شمار احادیث میں امت کی توجہ آخرت کی طرف مبذول کروائی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((يَقُولُ الْعَبْدُ: مَالِي، مَالِي، إِنَّمَا لَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلَاثٌ: مَا أَكَلَ فَأَفْنَى، أَوْ لَبِسَ فَأَبْلَى، أَوْ أَعْطَى فَاقْتَنَى، وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ، وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ)) [2]

"انسان ہمیشہ یہ کہتا رہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے اور یہ میرا مال ہے، حالانکہ سوائے تین چیزوں کے کوئی اس کا مال نہیں ہے۔ جو کچھ کھا کر ختم کر دیا، جو کچھ پہن کر پرانا کر دیا اور جو کچھ عمل کر کے توشہ آخرت تیار کر لیا۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ (وارثوں کو) جانے والا، اور لوگوں کے لیے چھوڑ کر مرنے والا ہے"

ایک اور روایت میں آتا ہے:

((لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى ثَالِثًا، وَلاَ يَمْلأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ)) [3]

"اگر انسان کے پاس سونے کی دو وادیاں بھی ہوں پھر بھی اس کی چاہت ہو گی کہ کاش اسے تیسری بھی مل جاتی۔ انسان کی (حرص) کے پیٹ کو سوائے (قبر کی) مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی"

موت ایک اٹل حقیقت:

موت ہی ایک ایسی حقیقت ہے جس کو ہر انسان تسلیم کرتا ہے اور جس میں اختلاف کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ کافر اسے زندگی کا اختتام سمجھتا ہے اور مسلمان اسے آخرت کا دروازہ اور رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کی جزا یا سزا پانے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُلُّ نَفۡسٖ ذَآئِقَةُ ٱلۡمَوۡتِۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوۡنَ أُجُورَكُمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِۖ فَمَن زُحۡزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدۡخِلَ ٱلۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَۗ وَمَا ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَآ إِلَّا مَتَٰعُ ٱلۡغُرُورِ ﴾ [4]

---

1) سورۃ الحدید: 57/20

2) صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، حدیث:4

3) صحیح بخاری، کتاب الرقائق، بَابُ مَا يُتَّقَى مِنْ فِتْنَةِ المَالِ، حدیث:6436

4) سورۃ ال عمران: 3/185

"ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، تو جو شخص آتش جہنم سے دُور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔"

کوئی ایسی پناہ گاہ نہیں ہے جو انسان کی موت سے حفاظت کر سکے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا۟ يُدْرِككُّمُ ٱلْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِى بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾(1)

"تم کہیں بھی رہو موت تو تمہیں آکر ہی رہے گی خواہ مضبوط سے مضبوط قلعوں میں ہی رہو"

نبی کریم ﷺ نے اس فانی دنیا کے بارے میں پسندیدہ طرز عمل کچھ یوں بیان فرمایا ہے:

((كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ فِي أَهْلِ القُبُورِ فَقَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ: إِذَا أَصْبَحْتَ فَلاَ تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالمسَاءِ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ فَلاَ تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ))(2)

"دنیا میں اس طرح رہو جیسے تم اجنبی ہو یا مسافر اور ابن عمر کہتے ہیں: صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو، اور شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو، اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کر لو، اور اپنی صحت کو غنیمت جان لو اپنی بیماری سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔"

یعنی دنیا سے صرف اتنا تعلق رکھا جائے جتنا ایک اجنبی شخص اجنبی ملک سے رکھتے ہوئے اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹنا چاہتا ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

((أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَادِمِ اللَّذَّاتِ، يَعْنِي الْمَوْتَ))(3)

"تم لذتوں کو پاش پاش کرنے والی چیز کو بکثرت یاد کیا کرو، وہ موت ہے۔"

نیز فرمایا:

((فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ))(4)

"تم قبرستان کی زیارت کرو، اس لیے کہ یہ عمل تمہیں موت کی یاد دلاتا ہے"

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان کے عبرت حاصل کرنے کے لیے قبرستان سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ جہاں ایسے ایسے لوگ مٹی تلے دفن ہیں جن کے بغیر نظم و نسق چلانا ناممکن تصور کیا جاتا تھا۔

---

1) سورۃ النساء: 4/78

2) **سنن ترمذی**، ابواب الزهد، بَابُ مَا جَاءَ فِي قِصَرِ الأَمَلِ، **حدیث**: 2333

3) **سنن ابن ماجہ**، کتاب الزهد، بَابُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَالِاسْتِعْدَادِ لَهُ، **حدیث**: 4258

4) **صحیح مسلم**، کتاب الجنائز، بَابُ اسْتِئْذَانِ النَّبِيِّ ﷺ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ، **حدیث**: 108

دنیا کے متعلق مومن کا کردار:

مومن دنیا میں دل نہیں لگاتا اور اپنی ساری توجہ آخرت پر مرکوز رکھتا ہے۔ دنیا کو ضرورت کی حد تک محدود رکھتا ہے اور آخرت کو مقصد بنا کر اس کے لیے زیادہ سے زیادہ ذخیرہ جمع کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ یعنی گزر اوقات کے لیے محنت مزدوری اور دیگر امور انجام دیتے ہوئے بھی آخرت کو نہیں بھولتا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ))[1]

”دنیا اگر اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہوتی اگر برابر مچھر کے پر کے، تو نہ ملتا گھونٹ بھر پانی بھی پینے کے واسطے کسی کافر کو“

اسی طرح درج ذیل روایت میں دنیا سے بے رغبتی کو اللہ کی محبت کے حصول کا ایک ذریعہ قرار دیا گیا ہے:

((ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ))[2]

”بے رغبت ہو جاؤ دنیا سے تو اللہ تم سے محبت کرے گا“

آخرت اور مومن کا طرز عمل:

انسانی زندگی پر فکر آخرت کا اثر کچھ اس انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ کی رضا و خوشنودی اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے ابدی انعامات حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے دل میں اللہ کی ناراضگی اور اس کے نتیجہ میں ملنے والے عذاب اور سزا سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اس روش کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان ایسے اعمال کی طرف راغب ہوتا ہے جو اللہ کی رضامندی کا باعث بنتے ہیں اور وہ خود کو ایسے اعمال سے دور رکھتا ہے جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔

- **اللہ کی رضا اور انعامات کے حصول کا شوق:**

نیک اعمال کی طرف رغبت کے لیے قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں تاکہ انسان اس طرف توجہ دے اور اس دنیوی زندگی کی صورت میں ملنے والی مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسے اعمال کرے جو اخروی نجات کا باعث بن سکیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَمَّآ إِن كَانَ مِنَ ٱلْمُقَرَّبِينَ ۝٨٨ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴾[3]

---

1) سنن ترمذی، ابواب الزھد، بَابُ مَا جَاءَ فِي هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، حدیث:2320

2) سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الزھدفی الدنیا، حدیث:4102

3) سورۃالواقعۃ: 89،88/56

"پس قریب کیا ہوا ہو گا جو بھی بار گاہ الٰہی سے۔ اس کے لیے جنت ہے راحت، غذاؤں اور آرام والی"

اسی طرح فرمایا:

﴿ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴾[1]

" یقیناپرہیز گار لوگوں کے لیے کامیابی ہے"

اور فرمایا:

﴿ جَزَآءً مِّن رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴾[2]

"ان کو تیرے رب کی طرف سے یہ بدلہ ملے گا جو کافی انعام ہو گا"

اس بارے میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَتْفُلُونَ، أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ، وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ، أَخْلَاقُهُمْ عَلَى خُلُقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ))[3]

"جنت میں جو گروہ سب سے پہلے داخل ہو گا ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی اور اس گروہ کے بعد جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان کی صورتیں انتہائی چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح ہوں گی وہ (یعنی جنتی) نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ اور نہ تھوکیں گے اور نہ ناک صاف کریں گے اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک ہو گا اور ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگ رہا ہو گا اور ان کی بیویاں بڑی آنکھوں والی ہوں گی اور ان سب کے اخلاق ایک جیسے ہوں گے اور وہ سب اپنے باپ آدم کی صورت پر ہوں گے اور ان کا قد آسمان میں ساٹھ ہاتھ کا ہو گا"

- **اللہ کی ناراضگی کا خوف:**

جب انسان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اسے بروز محشر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو وہ کبھی بھی کسی کو دھوکہ نہیں دیتا، جھوٹ نہیں بولتا اور ہر قسم کی برائیوں

1) سورۃ نباء: 78/31

2) سورۃ نباء: 78/36

3) **صحیح مسلم**، کتاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا، بَابُ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَصِفَاتُهُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ، حدیث:15

سے خود کو بچا کر رکھتا ہے۔ اسلاف کی زندگیاں ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہیں کہ کس طرح آخرت کی فکر اور اللہ کے خوف نے انھیں سیدھی راہ پر گامزن رکھا۔ جیسا کہ امام غزالی رحمہ اللہ احیاء علوم الدین میں لکھتے ہیں:

"امام یونس بن عبید کپڑوں کا کاروبار کرتے تھے، آپ کی دوکان میں مختلف قسم کے لباس، چادریں اور جوڑے تھے، ان میں سے کچھ کی قیمت چار سو درہم اور کچھ کی دو سو درہم تھی، آپ نے نماز پڑھنے کے لیے مسجد جاتے ہوئے دوکان میں اپنے بھتیجے کو چھوڑا اور اسے تمام کی قیمتیں بھی سمجھادیں، اس دوران ایک بدو شخص آیا، اس نے چار سو درہم کا ایک جوڑا مانگا، لڑکا چالاک تھا اس نے اسے دو سو درہم والا جوڑا دکھایا، اس نے اسے پسند کر لیا اور خوشی خوشی چار سو درہم ادا کر کے چلا گیا، راستے میں اسے یونس بن عبید مل گئے، انہوں نے اس کپڑے کو پہچان لیا جو ان کی دوکان سے خریدا گیا تھا، آپ نے اس بدو سے پوچھا: "تم نے اسے کتنے میں خریدا" کہا: چار سو درہم میں، آپ نے فرمایا: "یہ دو سو درہم سے زیادہ کا نہیں ہے، اس لیے تم اسے واپس کر آو" اس نے کہا: " حضرت! یہ ہمارے ہاں پانچ سو درہم کا ملتا ہے اور میں نے اسے اپنی خوشی سے خریدا ہے آپ نے فرمایا: " میرے ساتھ واپس چلو، اس لیے کہ دین میں خیر خواہی کا مقام دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے" پھر آپ اپنی دکان پر آئے اور اسے دو سو درہم واپس کیا، اپنے بھتیجے کو خوب ڈانٹا پھٹکارا، اس سے جھگڑا کیا اور فرمایا: "کیا تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آئی؟ کیا تم میں کچھ بھی اللہ کا خوف نہیں؟ اصل قیمت کے برابر فائدہ کھاتے ہو اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی نہیں کرتے؟"(1)

اسی طرح مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"انگریزی عملداری کی ابتدا کا واقعہ ہے کہ ضلع مظفّر نگر کے قصبہ کاندھلہ میں ایک جگہ پر ہندو اور مسلمانوں میں تنازعہ ہوا کہ یہ ہندووں کا معبد ہے یا مسلمانوں کی مسجد؟ انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد مسلمانوں سے تخلیہ میں پوچھا کہ کیا ہندووں میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی صداقت پر آپ اعتماد کرسکتے ہیں اور جس کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے؟ انہوں نے کہا: "ہمارے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں، ہندووں سے پوچھا تو انہوں نے کہا: " یہ بڑی آزمائش کا موقعہ ہے، معاملہ قومی ہے، لیکن پھر بھی ایک مسلمان بزرگ ہیں جو کبھی جھوٹ نہیں بولتے، شاید وہ اس موقعہ پر بھی سچّی ہی بات کہیں" یہ

---

1) احیاء العلوم، الغزالی، محمد بن محمد، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2/234

بزرگ مفتی الٰہی بخش صاحب (تلمیذ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب خلیفہ حضرت سیّد احمد شہید کے خاندان کے ایک بزرگ تھے، مجسٹریٹ نے ان کے پاس چپراسی بھیج کر عدالت میں طلب کیا، انہوں نے فرمایا کہ " میں نے قسم کھائی ہے کہ فرنگی کا منہ کبھی نہ دیکھوں گا" مجسٹریٹ نے کہا" آپ میرا منہ نہ دیکھیں، لیکن تشریف لے آئیں، معاملہ اہم ہے، اور آپ کے یہاں تشریف لائے بغیر فیصلہ نہیں ہو سکتا" وہ بزرگ تشریف لائے اور پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو گئے، معاملہ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا اور دریافت کیا گیا کہ آپ کا اس بارے میں کیا علم ہے ؟، ہندوؤں اور مسلمانوں کی نگاہیں ان کے چہرے پر ہیں اور کان ان کے جواب پر لگے ہوئے تھے، جس پر اس اہم معاملے کا فیصلہ ہونا ہے۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ:" صحیح بات تو یہ ہے کہ جگہ ہندوؤں کی ہے، مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔" عدالت کا فیصلہ ہو گیا، جگہ ہندوؤں کو مل گئی، مسلمان مقدمہ ہار گئے، لیکن اسلام کی اخلاقی فتح ہوئی، صداقت اور اسلامی اخلاق کے ایک مظاہرے نے چند گز زمین کھو کر بہت سے غیر مسلم انسانوں کے ضمیر اور دل و دماغ جیت لیے، بہت سے ہندو اسی دن ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔"[1]

الغرض فکر آخرت ہی وہ محرک ہے جو انسان کو راہ راست پر رکھنے کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ انسان اخروی نجات حاصل کرتا ہے بلکہ معاشرے میں ایک مفید فرد کے طور پر زندگی گزارتا ہے جس کی زندگی معاشرے کے لیے خیر کا باعث ہوتی ہے۔

---

1) انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ندوی، سید علی، ص: 360

مبحث سوم

اخروی زندگی پر گمراہی کے اثرات

انسان جونہی اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس وقت اس پر ایسے بہت سے حقائق ظاہر ہوتے ہیں جو دنیا میں اس سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَّقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾[1]

"تو اس سے غفلت میں تھا ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا اور آج تیری نگاہ بہت تیز ہے"

مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ دنیا کے مزوں میں پڑ کر تو آج کے دن سے بے خبر تھا اور تیری آنکھوں کے سامنے شہوات و خواہشات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پیغمبر جو سمجھاتے تھے۔ تجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ آج ہم نے تیری آنکھ سے وہ پردے ہٹا دیے اور نگاہ خوب تیز کر دی۔ اب دیکھ لے جو باتیں کہی گئی تھیں، صحیح ہیں یا غلط"[2]

گمراہی کی روش انسان کی انفرادی اور اجتماعی دنیوی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کی اخروی زندگی کو بھی بری طرح متاثر کرتی ہے اور یہ گمراہی کا مہلک ترین پہلو ہے۔ اخروی زندگی پر گمراہی کے تباہ کن اثرات کی ایک جھلک درج ذیل ہے۔

عذاب الٰہی:

دنیا کی گمراہی کا انسان کی اخروی زندگی پر سب سے خطرناک اثر یہ پڑتا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان آخرت میں عذاب الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾[3]

"بلاشبہ جو لوگ بھٹکتے ہیں اللہ کے راستے سے ان کے لیے عذاب ہے سخت"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

"یعنی روز حساب کو بھولے رہنے کی وجہ سے ان پر سخت عذاب ہو گا، کیونکہ روز حساب کی یاد کا تقاضا ہے کہ اللہ کی راہ

---

1) سورۃ ق: 50/22

2) تفسیر عثمانی: 3/539

3) سورۃ ص: 38/26

پر قائم رہیں اور خواہشات نفس کی مخالفت کریں۔"[1]

اعضاء جسمانی کی گواہی:

دنیا میں گمراہیوں میں مبتلا ہو کر انسان وقتی لذت اور فائدہ تو حاصل کر لیتا ہے لیکن انسان کے یہی جسمانی اعضاء جب آخرت میں ان گمراہیوں کی گواہی دے کر اس انسان کی اخروی تباہی کا باعث بنیں گے تو وہ اس کے لیے انتہائی پریشان کن وقت ہو گا جس سے فرار کسی صورت ممکن نہیں ہو گا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَا كُنتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَن يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ أَبْصَٰرُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَٰكِن ظَنَنتُمْ أَنَّ ٱللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴾[2]

"اور (گناہ کرتے وقت) تم اس بات سے نہیں چھپتے تھے کہ کہیں تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری جلدیں ہی تمہارے خلاف گواہی نہ دے دیں۔ بلکہ تم تو یہ خیال کرتے تھے کہ جو کچھ تم کرتے ہو ان میں سے اکثر باتوں کو اللہ جانتا ہی نہیں"

تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

"تم دیواروں سے پردہ کرتے یعنی پردے ڈالتے جب فواحش کا ارتکاب کرتے اور تمہارا یہ چھپنا اس ڈر سے نہ تھا کہ تمہارے اعضاء تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ کیونکہ تمہیں اپنے خلاف ان کی شہادت کا علم نہ تھا۔ بلکہ تم تو زور سے بعث بعد الموت کے بھی انکاری تھے۔ اور جزاء کے بالکل قائل ہی نہ تھے۔ تم نے ان سے اس وجہ سے پردے ڈالے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال سے واقف ہی نہیں اور وہ وہی مخفی اعمال ہیں۔"[3]

بے بسی:

گمراہیوں میں مبتلا انسان بروز محشر انتہائی درجہ کی بے بسی کا شکار ہو گا۔ اور جن لوگوں کی آسانی اور آسائشوں کی فراہمی کے لیے اس نے گمراہی اور مالک کائنات کی ناراضگی کا راستہ اختیار کیا ہو گا وہ سب قربان کرنے کے لیے تیار ہو گا کہ کسی طرح اسے نجات مل جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوَدُّ ٱلْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِى مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيهِ ﴿١١﴾ وَصَٰحِبَتِهِۦ وَأَخِيهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيلَتِهِ ٱلَّتِى تُـْٔوِيهِ ﴿١٣﴾

---

1) تفسیر مظہری، پانی پتی، محمد ثناء اللہ، قاضی، دارالاشاعت، کراچی، پاکستان، 1999ء، 10/75

2) سورۃ فصلت: 41/22

3) تفسیر مدارک التنزیل، وحقائق التاویل، النسفی، ابوالبرکات، عبداللہ بن احمد بن محمود، دارالکلم الطیب، بیروت

وَمَن فِي ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعٗا ثُمَّ يُنجِيهِ ﴾[1]

”جس دن مجرم یہ تمنا کرے گا کہ اس دن کے عذاب کے عوض اپنے بیٹوں، بیوی، بھائی، اور سہارا دینے والا کنبہ قبیلہ بلکہ زمین کی ہر چیز دے دے صرف اس لیے کہ اسے نجات مل جائے“

تفسیر قرطبی میں یہ مضمون کچھ اس انداز سے بیان کیا گیا ہے:

”جہنم کے عذاب سے بچنے کیلئے وہ چیز فدیہ کر دے جو دنیا میں اس کے لیے سب سے عزیز تھی۔ خواہ وہ اس کے قریبی رشتہ دار ہوں تو وہ اس پر قادر نہیں ہو گا۔ صاحبتہ سے مراد اس کی بیوی ہے۔ فضیلتہ سے مراد اس کا قبیلہ ہے جو اس کی مدد کرتا تھا، وہ پسند کرتا ہے کہ اگر ان کو بطور فدیہ دینے سے نجات ملے تو وہ فدیہ کے طور پر دے دے۔ پھر وہ فدیہ اسے خلاصی دے۔“[2]

حساب لینے میں سختی:

دنیا کی زندگی میں گمراہ کن اور سرکشی کی روش اختیار کرنے والوں سے حساب کتاب انتہائی سخت انداز میں لیا جائے گا اور ان سے کسی قسم کی رعایت نہیں برتی جائے گی یہاں تک کہ وہ تمنا کرنے لگیں گے کہ ان سے ہر چیز لے لی جائے بس کسی طرح سے یہ وبال ہم سے ٹل جائے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ لَمۡ يَسۡتَجِيبُواْ لَهُۥ لَوۡ أَنَّ لَهُم مَّا فِي ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعٗا وَمِثۡلَهُۥ مَعَهُۥ لَٱفۡتَدَوۡاْ بِهِۦٓۚ أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمۡ سُوٓءُ ٱلۡحِسَابِ وَمَأۡوَىٰهُمۡ جَهَنَّمُۖ وَبِئۡسَ ٱلۡمِهَادُ ﴾[3]

” اور جنہوں نے اسے قبول نہ کیا وہ اگر زمین کی ساری دولت کے بھی مالک ہوں اور اتنی ہی اور فراہم کر لیں تو وہ خدا کی پکڑ سے بچنے کے لیے ان سب کو فدیے میں دے دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے بری طرح حساب لیا جائے گا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، بہت ہی برا ٹھکانہ“

اس ضمن میں مولانا مودودی فرماتے ہیں:

”یعنی اس وقت ان پر ایسی مصیبت پڑے گی کہ وہ اپنی جان چھڑانے کے لیے دنیا ومافیہا کی دولت دے ڈالنے میں بھی تامل نہ کریں گے۔ سخت حساب سے مطلب یہ ہے کہ آدمی کی کسی خطا اور کسی لغزش کو معاف نہ کیا جائے، کوئی قصور جو اس نے کیا ہو مواخذے کے بغیر نہ چھوڑا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کا محاسبہ اپنے ان بندوں سے کرے گا جو اس

---

1) سورۃ المعارج: 14-11/70

2) تفسیر قرطبی: 594/9

3) سورۃ الرعد: 18/13

کے باغی بن کر دنیا میں رہے ہیں۔ بخلاف اس کے جنہوں نے اپنے خدا سے وفاداری کی ہے اور اس کے مطیع فرمان بن کر رہے ہیں ان سے حساب یسیر یعنی ہلکا حساب لیا جائے گا، ان کی خدمات کے مقابلے میں ان کی خطاؤں سے درگزر کیا جائے گا اور ان کے مجموعی طرز عمل کی بھلائی کو ملحوظ رکھ کر ان کی بہت سی کوتاہیوں سے صرف نظر کر لیا جائے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص اپنے وفادار ملازم کی چھوٹی چھوٹی خطاؤں پر کبھی سخت گرفت نہیں کرتا بلکہ اس کے بڑے بڑے قصوروں کو بھی اس کی خدمات کے پیش نظر معاف کر دیتا ہے۔ لیکن اگر کسی ملازم کی غداری وخیانت ثابت ہو جائے تو اس کی کوئی خدمت قابل لحاظ نہیں رہتی اور اس کے چھوٹے بڑے سب قصور شمار میں آجاتے ہیں۔"[1]

شرمندگی:

قیامت کے دن گمراہوں کی صورت حال انتہائی شرمناک ہو گی جب اس کی چھوٹی بڑی تمام سیاہ کاریاں شمار کی جائیں گی اور ان کا انبار لگ جائے گا، جو اس کے لیے انتہائی شرمندگی کا باعث ہو گا۔ قرآن مجید میں اس کی شرمندگی کو کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿يَوَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّآ أَحْصَىٰهَا ۚ وَوَجَدُوا۟ مَا عَمِلُوا۟ حَاضِرًا ۗ﴾[2]

"ہائے ہماری تباہی اس کتاب نے نہ تو کوئی چھوٹی بات چھوڑی ہے اور نہ بڑی، سب کچھ ہی لکھ لیا ہے۔ اور جو کام وہ کرتے رہے سب اس میں موجود پائیں گے"

ڈاکٹر اسرار احمد اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"یہ پوری نوع انسانی کے ایک ایک فرد کی زندگی کے ایک ایک لمحے اور ایک ایک عمل کی تفصیل پر مشتمل ریکارڈ ہو گا۔ گویا یہ ایک بہت بڑا کمپیوٹر سسٹم ہے جو کسی جگہ پر نصب کیا گیا ہے اور وہاں سے لا کر میدان حشر میں رکھ دیا جائے گا۔ آج سے سو برس پہلے تو ایسی تفصیلات کو تسلیم کرنے کے لیے صرف ایمان بالغیب کا ہی سہارا لینا پڑتا تھا مگر آج کے دور میں اس سب کچھ پر یقین کرنا بہت آسان ہو گیا ہے۔ آج ہم انسان کے بنائے ہوئے کمپیوٹر کے کمالات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اپنے معمولات زندگی میں ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔ آج جب ہم ایک بٹن جتنی جسامت کی chip میں مفصل معلومات پر مشتمل ریکارڈ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی وضع کردہ ڈیٹا بیس (الکتاب) کے بارے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ اس میں کس طرح ایک ایک فرد کی ایک ایک

---

1) تفہیم القرآن:2/454

2) سورۃ الکھف: 18/49

حرکت کی ریکارڈنگ محفوظ ہو گی اور پلک جھپکنے کی دیر بھی نہیں لگے گی کہ اس کا پرنٹ متعلقہ فرد کے ہاتھ میں تھما دیا جائے گا۔"[1]

خلاصہ بحث:

الغرض گمراہی کا سب سے خطرناک پہلو انسان کا اخروی زندگی میں ناکام ہونا ہے۔یعنی اس دنیا میں تو اصلاح کا موقع مل سکتا ہے لیکن آخرت تو جزا و سزا کی جگہ ہے وہاں تو کسی قسم کی اصلاح کی گنجائش موجود نہیں ہے بلکہ گمراہی وہاں انسان کے لیے دردناک عذاب، ذلت اور رسوائی کا باعث بنے گی۔لہذا دینا کو دارالعمل اور مہلت سمجھتے ہوئے اس کا فائدہ اٹھانا چاہیے اور ہر قسم کی گمراہیوں سے توبہ کر کے اخروی نجات کو یقینی بنانے کی فکر کرنی چاہیے۔

---

1) بیان القرآن:4/367

باب چہارم

گمراہی سے بچاؤ اور تدارک کے لیے مجوزہ لائحہ عمل

فصل اول:	عقیدہ و فکر کی اصلاح

فصل دوم:	نظام تعلیم و تربیت کی اصلاح

فصل سوم:	ریاست کی ذمہ داریاں

﴿لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ﴾[1]

گمراہی سے بچاؤ اور واپسی ممکن ہے بس ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے لیے باقاعدہ حکمت عملی کے تحت شعوری کوشش کی جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِن يَنتَهُوا۟ يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ وَإِن يَعُودُوا۟ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴾[2]

”آپ کفر کرنے والوں سے فرمادیں: اگر وہ (اپنے کافرانہ اَفعال سے) باز آجائیں تو ان کے وہ (گناہ) بخش دیئے جائیں گے جو پہلے گزر چکے ہیں، اور اگر وہ پھر وہی کچھ کریں گے تو یقیناً اگلوں (کے عذاب در عذاب) کا طریقہ گزر چکا ہے (ان کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوگا)۔ “

یعنی آپؐ سے فرمایا جارہا ہے کہ کافروں سے کہہ دیں کہ اگر وہ اپنے کفر سے اور ضد سے باز آجائیں، اسلام اور اطاعت قبول کرلیں اور اپنے رب کی طرف جھک جائیں تو ان کے کفر، خطا اور گناہ سب کو معاف کیا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس اگر یہ اپنے کفر پر قائم رہیں تو وہ ان لوگوں کی حالت دیکھ لیں جنھیں ان کے کفر کے سبب نشان عبرت بنادیا گیا۔ گویا کہ کافر کے لیے بھی (کفر سے باز آنے اور اسلام قبول کرنے کی صورت میں) سدھرنے اور آخرت کی ابدی نعمتیں حاصل کرنے کا موقع موجود ہے۔ جیسا کہ اس روایت سے واضح ہے:

((عن عَمْرو بْنَ الْعَاصِ ﷛ قال : لَمَّا جَعَلَ اللَّهُ الإِسْلامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: ابْسُطْ يَمِينَكَ فَلأُبَايِعْكَ . فَبَسَطَ يَمِينَهُ ، قَالَ : فَقَبَضْتُ يَدِي . قَالَ : مَا لَكَ يَا عَمْرُو ؟ قَالَ: قُلْتُ : أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ . قَالَ : تَشْتَرِطُ بِمَاذَا ؟ قُلْتُ : أَنْ يُغْفَرَ لِي . قَالَ : أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الإِسْلامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ))[3]

”جب عمرو بن عاص قبول اسلام کے لیے بارگاہ رسالتؐ میں آئے اور آپؐ کا دست اقدس تھام کر عرض کی کہ میں اس شرط پر اسلام قبول کرتا ہوں کہ میری مغفرت کردی جائے، تو فرمایا آپؐ نے، کیا تم جانتے نہیں قبول اسلام پچھلے گناہ ختم کردیتا ہے۔“

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

---

1) سورۃ الزمر: 39/53

2) سورۃ الانفال: 8/38

3) صحیح مسلم، بَابُ كَوْنِ الْإِسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَكَذَا الْهِجْرَةِ وَالْحَجِّ، حدیث: 192

﴿ قُلْ يَـٰعِبَادِىَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴾[1]

''کہہ دیجیے، اے میرے بندو، جو زیادتی کر بیٹھے اپنے اوپر، نہ مایوس ہو نا تم رحمت اللہ کی سے، بے شک معاف کر دیتا ہے وہ گناہ سارے، بڑا بخشنے والا ہے وہ اور کرنے والا ہے رحم''

الغرض یہ بات انسان کے لیے انتہائی امید افزاء اور حوصلہ کے باعث ہے کہ اللہ رب العزت کے ہاں بڑے سے بڑے گناہ اور جرم کی بھی معافی کی گنجائش موجود ہے شرط صرف یہ ہے کہ انسان اللہ کی نافرمانی کے جرم و گناہ سے باز آجائے اور خود کو اللہ کی مرضی کی مطابق ڈھال لے، نتیجتاً وہ بھی اللہ کے دربار میں کامیاب انسان کے طور پر پیش ہو سکتا ہے۔

---

1) سورۃ الزمر: 39/53

فصل اول
عقیدہ و فکر کی اصلاح

مبحث اول: عقیدہ و فکر۔ ایک تعارف

مبحث دوم: عقیدہ و فکر کی گمراہیاں

مبحث سوم: عقیدہ و فکر کی اصلاح سے گمراہی کا تدارک

مبحث اول

عقیدہ و فکر-ایک تعارف

"عقیدہ" کا لغوی معنی:

امام راغب اصفہانی لفظ عقیدہ کی تفصیل کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

(العَقْدُ : الجمع بين أطراف الشىء، ويستعمل ذلک في الأجسام الصّلبة كعقد الحبل وعقد البناء، ثم يستعار ذلک للمعاني نحو : عَقْدِ البيع، والعهد، وغيرهما، فيقال : عاقدته، وعَقَدْتُهُ ، وتَعَاقَدْنَا، وعَقَدْتُ يمينه، ومنه قيل : لفلان عقيدة، فجمع، نحو :الْعُقُودِ)(1)

"(ع ق د) عقد کا مطلب کسی شے کی اطراف کا جمع کر دینے یعنی گرہ باندھ دینے کے ہیں یہ اصل میں تو سخت اجسام کے متعلق استعمال ہوتا ہے جیسے عقد الحبل رسی کی گرہ باندھنا۔ اسی طرح بطور استعارہ بھی بولا جاتا ہے جیسے عقد البیع سودے کو پختہ کرنا وغیرہ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے میں نے اس سے پختہ عہد و پیمان باندھا، اسی سے لفلان عقیدۃ کا محاورہ ہے جس کے معنی پختہ یقین کے ہیں اس کی جمع عقود آتی ہے"

جیسا کہ ارشاد ہے باری تعالیٰ کا:

﴿ بِمَا عَقَّدتُّمُ ٱلۡأَيۡمَٰنَ ﴾(2)

"جن قسموں کو تم نے پختہ کیا ہے"

اسی طرح فرمایا:

﴿ أَوۡفُواْ بِٱلۡعُقُودِ ﴾(3)

"اپنے اقراروں کو پورا کرو"

"فکر" کا لغوی معنی:

امام راغب اصفہانی لفظ فکر کی تفصیل کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

(الْفِكْرَةُ : قوّة مطرقة للعلم إلى المعلوم، والتَّفَكُّرُ : جولان تلک القوّة بحسب نظر العقل، وذلک للإنسان

---

1) مفردات القرآن، 151/2

2) سورۃ المائدۃ: 5/89

3) سورۃ المائدۃ: 5/1

دون الحيوان)[1]

"علم کو معلوم کی طرف لے جانے والی قوت فکر کہلاتی ہے۔ اور تفکر کے معنی عقل کے مطابق اس قوت کو جولانی دینے کے ہیں۔ اور غور فکر کی استعداد صرف انسان کو دی گئی ہے دوسرے حیوانات اس سے محروم ہیں"

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ فرمایا باری تعالیٰ نے:

﴿ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِم ۗ مَّا خَلَقَ ٱللَّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِلَّا بِٱلْحَقِّ ﴾[2]

"کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے"

اسی طرح فرمایا:

﴿ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾[3]

"حقیقت یہ ہے کہ ان ساری باتوں میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کریں"

عقیدہ کا اصطلاحی مفہوم:

ڈاکٹر محمد طاہر القادری عقیدہ کی اصطلاحی تعریف کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

"وہ قلبی تصدیق جو کسی تصور میں یقین کی کیفیت پیدا کرے عقیدہ کہلاتی ہے"[4]

یعنی کسی چیز کی ایسی تصدیق کرنا جس میں کسی قسم کا بھی شک نہ رہے عقیدہ کہلاتا ہے۔ عقیدہ ایمان کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے، جس کا مطلب ان حقیقتوں کی تصدیق کرنا ہے جن کی تعلیم اللہ نے انبیاء کرامؑ کے ذریعے انسان کو عطا فرمائی ہے۔ عقیدہ کا تعلق حقائق و موجودات سے ہوتا ہے اور حقائق اور موجودات کے متعلق سب سے مضبوط بات ان کے خالق کی ہی ہو سکتی ہے۔ اور انبیاءؑ خالق کے مستند نمائندے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے:

((الأَنْبِيَاءُ أَوْلَادُ عَلَّاتٍ))[5]

---

1) مفردات القرآن: 2/ 250

2) سورۃ الروم: 8/30

3) سورۃ الرعد: 3/13

4) اسلام کے بنیادی عقائد، القادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، تدوین: غلام مرتضیٰ علوی، منہاج القرآن، لاہور، 2013ء، ص:10

5) صحیح بخاری، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ (وَاذْكُرْ فِي الكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا، مریم:16)، حدیث:3442

"انبیاءؑ آپس میں علاتی بھائی (مائیں الگ الگ لیکن باپ ایک) ہیں"

یہاں ماؤں سے مراد شریعتیں اور احکام و قوانین ہیں، جبکہ باپ سے مراد عقیدہ ہے۔ قوانین اور احکامات کا تعلق انسانی ضروریات، حالات اور زمانوں سے ہے لہذا ان کے بدلنے سے احکامات بدلتے رہے۔ لیکن عقیدہ کا تعلق احکام و قوانین کا تعلق زمانوں، حالات اور ضروریات سے تھا جن کے بدلنے سے احکام و قوانین بدلتے رہے۔ لیکن عقیدہ کا تعلق ایسے حقائق سے ہے جو کبھی تبدیل نہیں عقیدہ ایک ہی رہتا ہے۔

فکر و نظر کی اصطلاحی بحث:

عقیدہ کے برعکس نظریہ کا تعلق زاویہ نگاہ سے ہے، اور سطح اور دائرہ کے فرق کی وجہ سے نگاہ کا زاویہ تبدیل ہو سکتا ہے۔ دو انسانوں کے چیزوں کو دیکھنے کا زاویہ اور معلومات اور حالات الگ ہونے کی وجہ سے دونوں کا نظریہ اور فکر الگ الگ ہو سکتے ہیں۔

عقائد و نظریات میں فرق:

ڈاکٹر طاہر القادری فرماتے ہیں:

"دین اسلام نظریہ نہیں بلکہ عقیدہ ہے۔ نظریہ میں تبدیلی کی گنجائش ہمیشہ موجود رہتی ہے جبکہ عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ نظریات ہمیشہ تجربات کے نتیجے میں وجود میں آتے ہیں جبکہ دین و عقائد وحی الٰہی کی نتیجہ میں حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسانی علم مشاہدہ، مفروضہ، تجزیہ اور تجربہ کے مراحل سے گزرنے کے بعد نظریہ کی شکل اختیار کرتا ہے اور اس میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلی بھی آتی رہتی ہے۔ اس کے برعکس عقائد تجربات کا نتیجہ نہیں ہوتے بلکہ انبیاء کرامؑ کے مستند اور ناقابل تردید ذریعے سے لوگوں تک پہنچتے ہیں۔"(1)

اس موقع پر ایک اور فرق بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ ایک تو نفس عقیدہ ہے، اور ایک اس عقیدہ کی تعبیر و توضیح ہے۔ یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں کا حکم بھی الگ الگ ہے۔ مثال کے طور پر جنت کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ جنت موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کے لیے بنائی ہے۔ اس لیے یہ بات قطعی ہے کہ جنت کا وجود ہے اور اس میں آج، کل یا آئندہ کبھی بھی دوسرے کسی احتمال کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن ایک ہے اس کی ایسی تعبیر و تشریح جس کی بنیاد قطعی نصوص کی بجائے فکر و قیاس اور معلومات پر مبنی ہے۔ یعنی جنت کہاں واقع ہے، اس کی وسعت کتنی ہے، اور اس کی دیگر کیفیات کیا ہیں وغیرہ۔ ایسے معاملات میں ارباب علم کی آراء اپنی اپنی دستیاب معلومات کی بنیاد پر مختلف ہو سکتی ہیں۔ لہذا اس نوعیت کے امور کو عقیدہ کا اختلاف نہیں کہا جاتا

---

1) اسلام کے بنیادی عقائد، ص:11

بلکہ یہ تعبیر و تشریح کا اختلاف ہے اور اس کی گنجائش علمی حلقوں میں ہر وقت موجود رہتی ہے۔

چنانچہ عقائد و نظریات کے عنوان کے تحت تین الگ الگ دائرے بن جاتے ہیں:

- **عقائد:**

عقائد کی بنیاد وحی الٰہی اور نص قطعی پر ہوتی ہے اور ان میں کسی بھی قسم کی کمی بیشی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ جیسے وجود باری تعالیٰ، رسالت اور اخروی زندگی کا وجود وغیرہ بنیادی عقائد میں سے ہیں۔

- **عقائد کی تعبیر و تشریح:**

عقائد کی تعبیر و تشریح کی بنیاد میسر معلومات اور دائرہ تحقیق پر مبنی ہوتی ہے اور اس معاملہ میں اہل علم کی آراء آپس میں مختلف ہو سکتی ہیں۔ جیسے عقیدہ آخرت کے حوالے سے جنت و جہنم کی تفصیلات میں اختلاف رائے وغیرہ۔

- **افکار و نظریات:**

جن کی بنیاد انسان کی فکر و نظر پر ہے اور تجربہ و تجزیہ پر مبنی ہونے کے باعث ان میں ہر وقت تغیر ہوتا رہتا ہے۔ کسی بھی شخص کی فکر یا نظریہ کبھی حرف آخر نہیں ہوتا اور شعور و آگہی کے دائرہ میں وسعت کے ساتھ افکار و نظریات میں ارتقاء کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔

تنازعات کی وجہ:

مسائل اصل میں تب پیدا ہوتے ہیں درج بالا تین دائروں یعنی عقائد، ان کی تعبیر و تشریح اور افکار و نظریات کو آپس میں گڈمڈ کر دیا جاتا ہے۔ اور عقیدہ کی طرح اس کی تعبیر و تشریح اور اپنے افکار و نظریات کو بھی حرف آخر قرار دے کر دوسروں سے اسے منوانے کی کوشش کی جاتی ہے جس کی وجہ سے اختلاف تنازعہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

الغرض عقیدہ کی بنیاد چونکہ قطعی نصوص پر مبنی ہوتی ہیں لہذا وہ جامد اور ردوبدل سے ماوراء ہوتا ہے لیکن اسی عقیدہ کی تعبیر و تشریح ایک تحقیقی عمل ہے جس کا تعلق اور بنیاد میسر معلومات پر ہوتی ہے۔ لہذا کسی بھی عقیدہ پر تحقیق اور غور و فکر کے نتیجہ میں اگر کوئی فکر یا نظریہ قائم ہوتا ہے تو وہ عقیدہ کی طرح قطعی بنیادوں کی بجائے محض غور و فکر کی بنیاد پر مبنی ہونے کی وجہ سے اپنے اندر ارتقاء کی خاصیت رکھتا ہے۔ البتہ یہ امر انتہائی توجہ طلب ہے کہ عقائد، سیر حاصل ذہنی مشق و غور و خوض کے نتیجہ میں سامنے آنے والی تعبیرات و تشریحات اور قائم ہونے والے افکار و نظریات انسان کی عملی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ لہذا عقیدہ و فکر کی اصلاح سے لاپرواہی بالآخر اعمال کی بربادی اور گمراہی پر منتج ہوتی ہے۔

مبحث دوم

عقیدہ و فکر کی گمراہیاں

عقیدہ اور فکر و نظریات بھی گمراہی سے محفوظ نہیں رہ سکتے اور شیطان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ انسان کی نظریات میں گمراہی داخل کر کے اس کے اعمال ہی کو ضائع کر دے۔ فکر و عقیدہ کی چند گمراہیاں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

- **انکار خدا:**

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر[1] الحاد کو ایک فکری گمراہی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

الحاد اور دہریت کچھ مذہبی شعائر و مظاہر کا انکار کرنے کا نام ہی نہیں ہے بلکہ دہریت اور الحاد ایک سوچ اور ایک فکر کا نام ہے۔[2]

لہذا اس طرح کے غلط طرز فکر کا حامل ذہن جب کائنات اور اپنی زندگی کے متعلق سوچتا ہے تو اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ انسان کا کوئی مالک اور حاکم نہیں ہے جس کے سامنے وہ جواب دہ ہے اور نہ ہی اس کی نظر میں انسایت کے لئے کوئی سرچشمہ ہدایت موجود ہوتا ہے۔ لہذا قانون بنانا اور اپنے لئے عمل کی راہ متعین کرنا اس کا اپنا کام ہے۔ اور انفرادی زندگی میں جب انسان اپنی خواہشات نفسانی اور دیگر مسائل کا حل اپنے ہی ذہن سے تلاش کرے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ایک خود غرض، مادہ پرست اور عملی طور پر ایک شتر بے مہار کی طرح ہو جائے گا کہ جو راہ چاہے اپنے لئے متعین کرے اور جو بھی طرز عمل چاہے اختیار کرے۔ چنانچہ جب ایسی انفرادی زندگی، اجتماعی طرز حیات کا رنگ اختیار کرتی ہے، تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سیاست کی بنیاد انسانی حاکمیت پر اور تمام اصول و قوانین محض خواہشات نفسانی کی بنیاد پر وضع کیے جاتے ہیں۔ بااختیار اور صاحب اقتدار وہی لوگ سمجھے جاتے ہیں جو طاقتور ہوتے ہیں۔ یعنی طاقت کا نام حق اور کمزوری کا نام باطل رکھ دیا جاتا ہے۔ الغرض پوری کی پوری معاشرت اور طرز تمدن محض نفس پرستی پر قائم ہوتا ہے۔

---

1) ڈاکٹر حافظ محمد زبیر، کامساٹس انسٹیٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی، لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔

2) وجود باری تعالیٰ، حافظ محمد زبیر، ڈاکٹر، دار الفکر الاسلامی، لاہور، 2017ء، ص: 92

- ## شرک:

انکار خدا کے بعد فکری بگاڑ کی ایک دوسری صورت شرک ہے۔ ایسے لوگ یقیناً کم ہوتے ہیں جو خالق کائنات یا قادر مطلق کے وجود کا انکار کرتے ہوں، لیکن ایسے لوگ بکثرت مل جاتے ہیں جو شرک کی بھول بھلیوں میں بھٹکتے نظر آتے ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کی وساطت سے مشرکین کے خلاف اتمام حجت فرما دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ کچھ وجود خدا کی صفات و اختیارات میں کسی نہ کسی طرح شریک ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيمٌ ﴾[1]

"بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَمَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَٰلَۢا بَعِيدًا ﴾[2]

"اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے تو وہ دور کی بڑی گمراہی میں جا پڑا۔"

یعنی ایک انسان اللہ پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بھی کرے اور ساتھ ساتھ شرک بھی کرتا چلا جائے تو یہ گمراہی کی بدترین شکل ہے۔ شرک ایک انتہائی تفصیلی موضوع ہے اور ہر قسم کی گمراہی اور گناہ بالآخر شرک ہی کی کوئی نہ کوئی شکل قرار پاتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں:

"لغوی طور پر شرک کا معنی ہے کسی دوسرے کو اپنے کام یا حصہ میں شریک کر لینا۔ جبکہ اصطلاحاً شرک کہتے ہیں اللہ کی ربوبیّت 'الوہیّت' اسماء وصفات میں' یا ان میں سے کسی ایک میں کسی غیر اللہ کو اللہ کا شریک بنانا۔ یعنی اللہ کے حقوق میں کسی کو اس کا ساجھی بنا دینا۔ ہر دور کا ایک خاص شرک ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے دور کے شرک کو نہ پہچان پائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ سابقہ ادوار کے تمام شرکوں سے بچا ہوا ہو لیکن لاعلمی کی وجہ سے اپنے دور کے شرک میں مبتلا ہو گیا ہو۔ جیسا کہ موجودہ دور کا شرک مادہ پرستی کا شرک ہے۔"[3]

امام ابن قیم فرماتے ہیں:

---

1) سورة لقمان: 31/13

2) سورة النساء: 4/116

3) مطالعہ قرآن مجید کا منتخب نصاب: 1/88-86

”شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہ گردانا جائے۔“[1]

پس جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی خالق، مدد گار ہے، عبادت کے لائق یا اسماء وصفات میں اس کا ہم پلہ ہے۔ تو وہ مشرک ہے۔ شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ مثال کے طور پر جیسے مختلف جرائم کی مختلف سزائیں مقرر ہوتی ہیں، جیسے چوری، ڈکیتی، قومی خزانے کو نقصان پہنچانا وغیرہ اور بعض اوقات ان سزاؤں میں کمی یا معافی کی گنجائش بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں جن سے بغاوت ظاہر ہوتی ہے اور وہ ناقابل معافی ہوتے ہیں۔ جیسے بادشاہ یا سربراہ کی موجودگی میں کسی سازش کے ذریعے کسی وزیر یا مشیر کو بادشاہ بنا دیا جائے تو اس قسم کی حرکت بغاوت کے زمرے میں آتی ہے۔ یہ جرم تمام جرائم میں سب سے بڑا تصور کیا جاتا ہے اور اس کی سزا بھی ضرور دی جاتی ہے۔ اسی طرح شرک کرنا اللہ کے ساتھ سب سے بڑی بغاوت ہے۔ جب ایک عام بادشاہ اس قسم کی بغاوت کو برداشت نہیں کر سکتا تو بادشاہوں کا بادشاہ رب کائنات کیسے یہ بغاوت برداشت کرلے گا۔

شرک کے نقصانات:

قرآنی آیات کی روشنی میں شرک کے انسان کی دنیا و آخرت پر پڑنے والے چند اثرات درج ذیل ہیں:

اعمال کا ضیاع:

شرک ایک ایسا خطرناک اور قبیح عمل ہے جو مسلمان کے اعمال کو برباد کر دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری:

﴿ وَلَوْ أَشْرَكُواْ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُواْ يَعْمَلُونَ ﴾[2]

”اور اگر یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے ہیں ان کے سب اکارت ہو جاتے۔“

اللہ کے ہاں شرک انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے، حتیٰ کہ سردار الانبیاءؑ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ دھمکی دی گئی کہ ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴾[3]

---

1) دوائے شافی، ص:328

2) سورۃ الانعام: 6/88

3) سورۃ الزمر: 39/65

جنت کا حرام ہونا:

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے سخت بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے ان پر جنت کو حرام قرار دیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ﴾[1]

"جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔ اس کا ٹھکانہ جہنّم ہی ہے"

تفرقہ بازی کا سبب:

توحید اور واحدانیت لوگوں کو یکجا کرتی ہے جب کہ شرک انسانوں کو تفرقے میں مبتلا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تَكُونُوا۟ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾ مِنَ ٱلَّذِينَ فَرَّقُوا۟ دِينَهُمْ وَكَانُوا۟ شِيَعًا ﴾[2]

"لوگو! مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے۔"

انسانیت کی ہلاکت:

کیونکہ مشرک آدمی اللہ رب العزت جو کہ اعلیٰ و برتر ہے اس کو چھوڑ کر گھٹیا پر یقین رکھتا ہے جس کی وجہ سے وہ اسفل السافلین میں گر جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ ٱلطَّيْرُ أَوْ تَهْوِى بِهِ ٱلرِّيحُ فِى مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾[3]

"گویا گر پڑا آسمان سے وہ جس نے کیا شرک، اب یا تو پرندے اچک لے جائیں گے اسے یا پھینک دے گی ہوا کسی دور دراز کی جگہ"

خوف و اوہام کا مرکز:

شرک میں مبتلا انسان کی عقل ہر طرح کی خرافات کو قبول کر لیتی ہے اور وہ باطل کی تصدیق پر تیار ہو جاتا ہے۔ کئی معبودوں پر یقین رکھنے کی وجہ سے وہ کئی جہات سے خوف کھاتا ہے۔

---

1) سورۃ المائدۃ: 5/72

2) سورۃ الزمر: 31، 39/32

3) سورۃ الحج: 22/31

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿سَنُلۡقِي فِي قُلُوبِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ٱلرُّعۡبَ بِمَآ أَشۡرَكُواْ بِٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ سُلۡطَٰنٗا﴾[1]

"ہم ڈال دیں گے جلد رعب کافروں کے قلوب میں، بوجہ یہ کہ وہ شریک بناتے ہیں اللہ کے ان ان اشیاء کو جس کی دلیل کوئی نازل نہ کی ہے اللہ نے"

- **بدعت:**

شرک پرستی انسان کو ذلیل سے ذلیل ترین حرکات پر مجبور کرتی ہے۔ ایسے میں وہ اپنے خیال و فکر کے گھوڑے دوڑاتا ہے اور اختراع دین پر بھی بس نہیں کرتا، جب کہ دین مکمل ہو چکا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:

﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗا﴾[2]

"آج ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا۔"

یعنی اسلام دین کامل ہے۔ دین اسلام نے زندگی کے تمام گوشوں کے لیے اصول، قوانین اور ضابطے بیان کر کے انسان کو دوسرے تمام طور طریقوں سے بے نیاز کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((من اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِ هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))[3]

"جس نے ہمارے اس معاملے (دین) کے اندر کوئی نئی شے گھڑی تو وہ مردود ہو گی۔"

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْن))[4]

"لازم ہے تم پر کہ کرو عمل میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر"

لہٰذا اب اگر کوئی شخص عبادت و نیکی اور ثواب کا کوئی ایسا کام کرے، جس کا وجود آنحضرت ﷺ کے مبارک دور اور خلفاء راشدین کے مثالی اور سنہرے دور میں نہیں تھا۔ اور صحابہ کرام بھی وہ کام نہیں

1) سورۃ آل عمران:3/151

2) سورۃ المائدہ:5/3

3) **صحیح مسلم**، کتاب الاقضية، بَابُ نَقْضِ الْأَحْكَامِ الْبَاطِلَةِ، وَرَدِّ مُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، **حدیث**:17

4) **سنن ترمذی**، ابواب العلم، بَابُ مَا جَاءَ فِي الأَخْذِ بِالسُّنَّةِ وَاجْتِنَابِ البِدَعِ، **حدیث**:2676

کیا کرتے تھے، تو وہ سراسر دھوکہ، فریب اور غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ ایسا کام ثواب اور دین نہیں بلکہ بدعت میں شمار ہو گا۔ حضرت امام مالک نے اسی طرح فرمایا ہے:

((مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم خَانَ الرِّسالة لِاَنَّ اللّٰه يَقُوْلُ ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ'' فَمَالَكُمْ يَوْمَئِذٍ دِيْنًا لَايَكُوْنُ الْيَوْمَ دِيْنًا)) (1)

"جو شخص بدعت کا کام کرتا ہے، اور اسے نیکی سمجھتا ہے وہ گمان کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تبلیغ رسالت میں خیانت کی ہے پس جو کام اس زمانے میں دین نہیں تھا، وہ کام آج بھی دین نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا ہے۔"

شیخ محمد بن صالح العثیمین (2) فرماتے ہیں:

"دین میں اضافہ کرنے والا بدعتی انسان زبان حال سے گواہی دے رہا ہوتا ہے کہ دین ابھی مکمل نہیں ہوا اور اس میں اس میں تقرب کے کچھ اعمال ہونے چاہیے تھے جو کہ نہیں ہیں۔" (3)

بدعت ہمیشہ نیکی کے روپ میں آتی ہے اور بدعتی اس کام کو ثواب اور قرب خدا کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر گنہگار کو توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے لیکن بدعتی کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ ہر گنہگار گناہ کو گناہ سمجھ کر کرتا ہے لیکن بدعتی شخص بدعت کے عظیم گناہ کو دین اور نیکی سمجھ کر کرتا ہے۔ تو ایسی صورت میں نیکی سے توبہ کس طرح کرے، توبہ تو گناہوں سے کی جاتی ہے۔ گویا کہ عبادت و نیکی اور دین کا ہر کام کرتے ہوئے پرکھنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ اور اصحاب رسولؐ کا اس بارے میں کیا عمل تھا۔ اگر اس کا ثبوت آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے مل جائے تو وہ کام سنت ہو گا، نیکی ہو گا اور اللہ کی رضامندی کا باعث ہو گا۔ اور اگر اس کام کا نام ونشان نبی کریم ﷺ کی سیرت و سنت میں نہ ہو، اصحاب رسولؐ کے اعمال میں بھی نہ ہو، تو پھر وہ کام بظاہر کتنا ہی خوشنما کیوں نہ ہو اور بظاہر نیکی معلوم ہو وہ سنت اور دین نہیں ہو گا بلکہ بدعت، ضلالت اور گمراہی ہو گا۔

- **انکار آخرت:**

انکار آخرت بھی، انکار خدا اور شرک ہی کی طرح ایک فکری گمراہی ہے۔ آخرت اصل میں دنیا میں کیے گئے اعمال و افعال کے اچھے یا برے انجام اور نتیجے کا نام ہے۔ اگر جزا و سزا کا تصور ہی ذہن میں

---

1) الاعتصام، الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد، دار ابن الجوزی، المملکۃ السعودیہ العربیہ، 1/47

2) شیخ محمد بن صالح العثیمین ایک مشہور سعودی عالم ہیں۔

3) بدعت کیا ہے، العثیمین، محمد بن صالح، مترجم: عمر فاروق سعیدی، دار الابلاغ، لاہور، 2013ء، ص:14

موجود نہ ہو تو انسان نفس پرست بن جاتا ہے۔ اور دنیاوی خواہشات و لذات حاصل کرنے کے لئے جائز و ناجائز ہر طرح کے ذرائع کا بے دریغ استعمال شروع کر دیتا ہے۔ "انکار آخرت کی ایک وجہ یہ ہے کہ انسان اللہ کی نافرمانی سے حاصل ہونے والے نقد فوائد، لذتوں اور عیاشیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ لہذا وہ آخرت کا انکار کر کے حقیقت کا سامنا اسی طرح نہیں کرنا چاہتا جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے"[1]۔ اگر پوری سوسائٹی کے افعال و اعمال کا دارومدار اسی گمراہ کن اعتقاد پر ہو تو پورا معاشرہ خود غرضی اور نفسانیت کی لپیٹ میں آجاتا ہے اور عبرتناک انجام سے دوچار ہوتا ہے۔

- **انکار حدیث:**

رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل، اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ شریعت میں حدیث کے حجت ہونے پر اہل اسلام کا اجماع ہے ۔ ابتدائے اسلام سے اب تک حدیث کو شریعت الٰہی کا ایک ماخذ سمجھا گیا ہے اور بلا کسی شک و شبہ کے حدیث کو منزل من اللہ یعنی وحی ہی کی ایک قسم تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی لئے علمائے اسلام نے محافظت احادیث میں انتھک کوشش کی اور اس سلسلہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انھوں نے فن حدیث مرتب کیا، ہر حدیث کو پرکھا اور مختلف قسم کی باریکیوں سے جانچا۔ محدثین کرام کی مساعی جمیلہ سے آج امت مسلمہ کو صحیح احادیث کا ایک قیمتی ذخیرہ میسر ہے، جس کی روشنی میں امت مسلمہ کا ہر فرد قرآن مجید پر اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق عمل کر سکتا ہے ورنہ حدیث و سنت کے بغیر تو قرآن مجید کو بازیچہ اطفال ہی بنا دیا جاتا۔ ایسے لوگ جو صرف قرآن مجید کو ہی وحی سمجھتے ہوئے حدیث کے دین میں حجت ہونے کا انکار کریں اور احادیث کے حجت شریعہ کا انکار کرتے ہوئے اطاعت رسول ﷺ پر بھی ضرب لگائیں، منکرین حدیث کہلاتے ہیں۔ اس گمراہی کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ حدیث کا کلی انکار تو نہ کیا جائے لیکن مختلف اعتراضات کے ذریعے حدیث کے بارے میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنزَلَ ٱللَّهُ عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ ﴾[2]

"اور اللہ نے آپؐ پر کتاب نازل کی ہے اور حکمت"

شیخ صالح العثیمین یہاں حکمت سے مراد سنت اور دانائی لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

1) تدریسی نکات برائے مطالعہ قرآن مجید کا منتخب نصاب، 112/2

2) سورۃ النساء: 4/113

"سنت وحی کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور اللہ نے اسے اپنے نبیؐ پر نازل فرمایا ہے۔ سو جو چیز سنت میں ہے ہو کتاب اللہ سے ہے اور کتاب اللہ میں سے ہے" [1]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ﴾[2]

"اور (اے نبیؐ) نازل کیا ہے ہم نے آپؐ پر یہ قرآن تاکہ کر دیں آپؐ تشریح ان باتوں کی لوگوں کے سامنے جو ان کے لیے اتاری گئی ہیں"

یہ آیت منکرین سنت و حدیث کے خلاف ایک واضح دلیل ہے۔ اس آیت کی رو سے قرآن مجید کی وضاحت رسول اللہ ﷺ کا فرض منصبی تھا۔ یعنی قرآن مجید کے اسرار و رموز کو سمجھانا، اس کے مجمل نکات کی تفصیل بیان کرنا اور مبہم کی وضاحت کرنا رسول کریم ﷺ کا فرض منصبی تھا۔ یہ فرض خود اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تفویض کیا ہے۔ لیکن منکرین حدیث کے مطابق قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے ہم تک پہنچادی ہے، اب ہم خود اسے پڑھیں گے، خود سمجھیں گے اور خود ہی عمل کی جہات متعین کریں گے۔ اور آپؐ کے سمجھانے کی اگر کچھ ضرورت تھی بھی تو وہ اپنے زمانے کی حد تک تھی۔

مولانا صفی الرحمن مبارکپوری [3] فرماتے ہیں:

"حضورؐ صرف قرآن پڑھ کر سنا دینے پر ہی مامور نہیں تھے، بلکہ آپؐ کی پیغمبرانہ ذمہ داری میں تلاوت قرآن کے علاوہ بھی بہت سے کام شامل تھے یعنی آپؐ کتاب اللہ کے شارع اور مفسر تھے۔ امت کے معلم اور مربی تھے۔ پیشوا، راہنما اور قائد تھے، جاج، قاضی اور جج تھے اور حاکم و فرمانروا تھے۔ آپؐ کے یہ مناصب قرآن پاک کی رو سے آپؐ کی رسالت کے اجزاء لاینفک ہیں۔ جو شخص ان میں سے کسی بھی جزو کا یا اس کے لازمی تقاضوں کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت آپؐ کی رسالت کا اور قرآن مجید کا انکار کرتا ہے۔ کیونکہ یہ سارے مناصب قرآن ہی کی طرف سے آپؐ کو عطا کیے گئے ہیں۔" [4]

---

1) بدعت کیا ہے،، محمد بن صالح العثیمین، ص:12

2) سورۃ النحل:16/44

3) مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری بھارت کے ایک ممتاز عالم دین ہیں جن کی سیرت پر تصنیف الرحیق المختوم کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

4) انکار حدیث حق یا باطل، مبارکپوری، صفی الرحمٰن، مولانا، تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ، راولپنڈی، ص:72

الغرض یہ کہ وہ گمراہیاں جن کا تعلق اعمال کی بجائے عقائد و نظریات کے ساتھ ہو عقیدہ و فکر کی گمراہیوں کے ضمن میں آتی ہیں۔ شرک، بدعت اور انکار حدیث و سنت وغیرہ جیسی گمراہیوں کا تعلق بھی عقیدہ و فکر کی خرابی کے ساتھ ہے۔ یہ اور اس طرح کی دیگر خرابیاں انسان کے نظریات میں بگاڑ کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں اور بالآخر انسان کے اعمال پر اثر انداز ہو کر اخروی ناکامی کا باعث بنتی ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ انسان کے عقیدہ و فکر کی اصلاح کی طرف بھی خصوصی توجہ دی جائے تا کہ اس بگاڑ اور گمراہی کی ان خطرناک صورتوں سے بچا جا سکے۔

مبحث سوم

عقیدہ وفکر کی اصلاح سے گمراہی کا تدارک

عقیدہ کی اہمیت:

اسلام میں عقیدہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اخروی زندگی میں عملی کمزوری کی تو اللہ کی شان کریمی سے بخشش ممکن ہے اور دوسری صورت میں انسان گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں جا سکتا ہے لیکن شرک اور کفر جیسے عقیدہ والا اعمال کرنے کے باوجود بھی بخشش سے محروم رہ جائے گا۔

انبیاء کرامؑ کا منہج:

گمراہی سے نجات کے ذرائع میں سے ایک بنیادی اور مفید ذریعہ عقیدہ اور فکر کی اصلاح ہے۔ انبیاء کرامؑ اسی سے تزکیہ کا آغاز کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی ابتدائی سورتوں میں یہ اسلوب جابجا ملتا ہے جن میں رسول کریم ﷺ کو نصیحت اور تذکیر کی تاکید کی گئی۔ جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

﴿ فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ ٱلذِّكْرَىٰ ۝٩ سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ ۝١٠ وَيَتَجَنَّبُهَا ٱلْأَشْقَى ۝١١ ٱلَّذِى يَصْلَى ٱلنَّارَ ٱلْكُبْرَىٰ ﴾[1]

"سو آپ نصیحت کیجئے اگر نصیحت نفع دے، وہی شخص نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے، اور اس سے دور وہ رہے گا جو بڑا بدبخت ہو گا، جو بڑی آگ میں داخل ہو گا"

اسی طرح فرمایا:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ﴾[2]

"فلاح پا گیا وہ جس نے تزکیہ اختیار کیا"

دعوت کے ابتدائی مکی دور میں تزکیہ کے اندر بنیادی طور پر یہ بات شامل تھی کہ انسان شرک اور بت پرستی سے کلی طور پر دست بردار ہو جائے، توحید کا عقیدہ اس کے دل و دماغ میں سرایت کر جائے اور وہ معصیت کو چھوڑ کر اللہ کی اطاعت اختیار کر لے۔ جیسا کہ در فرماتے ہیں:

"قد افلح من تزکی یعنی جس نے شرک سے اپنے آپ کو پاک کیا"[3]

---

1) سورۃ الاعلیٰ: 87/9-12

2) سورۃ الاعلیٰ: 87/14

3) تفسیر در منثور، سیوطی، جلال الدین، امام، مترجم: پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 2006ء، 954/6

اسی طرح تفسیر قرطبی میں ہے:

(ای من تطھّر من الشرک بایمان)[1]

"یعنی وہ جو ایمان کے ذریعہ شرک سے پاک ہوا۔"

اسی طرح مدنی سورتوں میں بھی تزکیہ کی ہدایات موجود ہیں۔ ان میں سے بعض میں عقیدہ اور فکر کی اصلاح کا واضح ذکر ملتا ہے۔ جیسے فرمان ربانی:

﴿ هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَـٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَـٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبۡلُ لَفِى ضَلَـٰلٍ مُّبِينٍ ﴾[2]

"وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اُٹھایا، جو انھیں اُس کی آیات سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالاں کہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے ان عظیم احسانات کا ذکر ہے جو اس نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ ایک 'امّی' قوم پر کیے۔ 'امّی' اس شخص کو کہا جاتا ہے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔ امام راغب فرماتے ہیں:

(الامّی ھو الذی لایکتب ولایقرأ من کتاب)[3]

"امّی وہ ہے جو نہ لکھ سکے اور نہ کوئی کتاب پڑھ سکے۔"

یہاں 'امّی' اہل عرب کو کہا گیا ہے۔ اور ان کی دور جاہلیت کی کیفیت بیان ہوئی ہے کہ وہ کھلی ضلالت میں مبتلا تھے۔ اس سے اصلا مراد شرک، فسق و فجور کی زندگی اور دین حق سے بے خبری ہے۔ اور عقیدہ و عمل کی اس تاریکی سے نکالنا تزکیہ ہے۔ ایک دوسرے مقام پر یہی بات اہل ایمان پر اللہ کے احسان کی حیثیت سے بیان ہوئی ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدۡ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ بَعَثَ فِيهِمۡ رَسُولًا مِّنۡ أَنفُسِهِمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَـٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَـٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبۡلُ لَفِى ضَلَـٰلٍ مُّبِينٍ ﴾[4]

"درحقیقت ایمان والوں پر اللہ نے کیا احسان بہت بڑا کہ بھیجا انہی میں سے ایک نبیؐ جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے،

---

1) تفسیر قرطبی: 323/10

2) سورۃ الجمعہ: 62/2

3) مفردات القرآن، 64/1

4) سورۃ ال عمران: 3/164

تزکیہ کرتا ہے ان کا اور تعلیم دیتا ہے انھیں دانائی اور کتاب کی، حالاں کہ اس سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہیوں میں تھے۔“

یعنی اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے ذریعہ انہیں اس صریح ضلالت سے نکالا جو فکر وعقیدہ اور اخلاق و کردار ہر طرح کی تھی۔ اور تزکیہ اسی گمراہی کے اندھیرے سے نکالنے کا نام ہے۔

عقیدہ کا انسانی زندگی میں کردار:

انسان کی باقی مخلوقات سے امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بغض، حب اور تعجب وغیرہ جیسی صفات کا حامل ہے۔ اور یہ سب خصوصیات اس کے عقیدہ ہی کی مرہون منت ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدۡ جَمَعُواْ لَكُمۡ فَٱخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ إِيمَٰنٗا وَقَالُواْ حَسۡبُنَا ٱللَّهُ وَنِعۡمَ ٱلۡوَكِيلُ﴾[1]

”یہ وہ لوگ تھے جنہیں جب بعض لوگوں نے کہا لوگ (لشکر دشمن) تم پر حملے کے لیے جمع ہو چکے ہیں ان سے ڈرو تو اس بات نے ان کے ایمان میں اور اضافہ کر دیا اور انہوں نے کہا خداوند ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین حامی ہے“

یعنی یہ عقیدہ کی مضبوطی ہی ہے جو خوف کا خاتمہ کرتی ہے اور مشکل حالات میں صبر واستقامت اور ایمان میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح انسان جو عقیدہ رکھتا ہے وہ دنیا اور زندگی کے دیگر معاملات و امور کے بارے میں اس کے نظریات و افکار پر حاکم کی حیثیت رکھتا ہے اور انسان کے ہر قول وفعل میں اس کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔

مولانا مودودی فرماتے ہیں:

انسان جو کچھ معلومات حاصل کرتا ہے، اسے اپنی اس فکر کے سانچے میں ڈھالتا جاتا ہے جو اس کے اندر بنیادی طور پر موجود ہوتی ہے۔ پھر اسی فکر کی بنیاد پر اس کا وہ نظام زندگی قائم ہوتا جسے کلچر کہا جاتا ہے۔[2]

عمل کا عقیدہ سے تعلق:

عقیدہ عمل کی اساس ہے۔ لہٰذا کسی بھی عمل کے مطلوبہ اثرات و نتائج حاصل کرنے کے لیے صرف اس عمل کا صحیح ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عمل صحیح عقیدہ کی بنیاد پر صادر ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ

---

1) سورۃ ال عمران:3/173

2) تعلیمات، مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 2018ء، ص: 135

قرآن مجید میں جابجا عمل صالح کا تذکرہ ایمان کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ﴾[1]

"وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ انجام دیئے۔"

کسی بھی عمل کے پیچھے اگر عقیدہ محرک کے طور پر موجود نہ ہو تو وہ عمل کمال عروج تک نہیں پہنچ سکتا۔ یعنی جو انسان وجود باری تعالیٰ کا منکر ہو اس کا عمل کیسے بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو کر اس کے لئے اجر و ثواب کا باعث بن سکتا ہے۔ اسی طرح جو انسان ایمان حقیقی کا حامل ہو، اس کے اثرات اطاعت خداوندی اور اعمال صالحہ کی صورت میں اسکی پوری زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ انسان کی موت کے بعد اس سے پہلا سوال ہی یہ کیا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے، اور تیرا نبی کون ہے۔ گویا کہ پوچھا جاتا ہے کہ تیرا عقیدہ کیا ہے اور تیرے نظریات کیا ہیں، جو دنیا میں تیرے اعمال کا سبب بنتے تھے۔

عقیدہ و فکر کی اصلاح کے ذرائع:

عقیدہ و فکر کی اصلاح انسان کے اعمال و کردار اور اخروی انجام کے حوالے سے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس ضمن میں قرآن مجید کے بیشتر مقامات انسان کی راہ نمائی کے لیے موجود ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿سَنُرِيهِمْ ءَايَٰتِنَا فِى ٱلْءَافَاقِ وَفِىٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ﴾[2]

"ہم انہیں آفاق میں اور ان کی جانوں میں نشانیاں اپنی دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان کے لئے روشن ہو جائے گا کہ صرف حق وہی ہے، کیا تیرا رب کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے۔"

یہاں رب کریم کی معرفت کے دو طریقے بیان کیے گئے ہیں جن کے ذریعے انسان ایمان کی آبیاری و اصلاح یعنی عقیدہ و فکر کی اصلاح کر سکتا ہے۔

- **آیات آفاقی میں غور و فکر:**

کائنات میں جابجا بکھری ہوئی مختلف مخلوقات جیسے سورج، چاند، ستارے، دن و رات اور بادل و بارش وغیرہ پر غور و فکر سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سب انتہائی منظم نظام کے مطابق رواں دواں ہیں۔ اور یہ ربط اور نظم و ضبط انسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرے اور اپنے اندر یہ اعتقاد پیدا کرے

1) سورۃ العصر: 103/3

2) سورۃ فصلت: 41/53

کہ ایک قادر و مدبر ہستی کی قوت ہے جو ان سب کو چلا رہی ہے۔ یہ قوت اللہ رب العزت ہی کی ہے جسے ایک دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ کچھ یوں ذکر کیا گیا ہے:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ وَٱلْفُلْكِ ٱلَّتِي تَجْرِي فِي ٱلْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ وَمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ ٱلرِّيَٰحِ وَٱلسَّحَابِ ٱلْمُسَخَّرِ بَيْنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ لَأَيَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾(1)

”زمین و آسمان کی خلقت میں، رات اور دن کی رفت و آمد میں، اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدے کے لیے دریاؤں میں متحرک ہیں، اور جو آسمان سے خداوند پانی برساتا ہے اور زندہ کرتا ہے اس سے زمین کو مردہ ہونے کے بعد اور اس زمین میں جو اسکی متحرک مخلوقات ہیں اور اسی طرح ہواؤں کے تھپیڑوں میں اور زمین و آسمان کے درمیان مسخر بادلوں میں صاحبان عقل و فکر کے لئے نشانیاں ہیں“

- **آیات انفسی میں غور و فکر:**

انسان کا اپنے آپ پر یعنی اپنے نفس پر غور و فکر بھی اسے حقیقت تک پہنچا دیتا ہے۔ اس غور و فکر سے اسے یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے کہ ایک ایسی قوت و ہستی موجود ہے جس نے اسے تخلیق کیا ہے۔ کیونکہ بغیر کسی علت و سبب کے، عدم سے وجود میں آنا عقل سے ماوراء ہے اور نفس کا خود اپنے آپ کو تخلیق کرنا محال ہے۔ گویا کہ یہ حقیقت دل میں راسخ ہو جاتی ہے کہ تمام تر نقائص سے پاک ایک خالق موجود ہے جبکہ مخلوق تمام تر کمزوریوں اور نقائص کی حامل ہے اور اپنے نقائص سے واقف بھی ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿أَمْ خُلِقُوا۟ مِنْ غَيْرِ شَىْءٍ أَمْ هُمُ ٱلْخَٰلِقُونَ ۝٣٥ أَمْ خَلَقُوا۟ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ۝٣٦﴾(2)

”کیا وہ بغیر کسی شے سے خلق ہوئے یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں، کیا انہوں نے آسمان و زمین کو خلق کیا، بلکہ وہ یقین نہیں کریں گے۔“

---

1) سورۃ البقرۃ: 2/164

2) سورۃ الطور: 52/26،25

خلاصہ بحث:

الغرض عقائد و نظریات انسان کے اعمال پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اچھے یا برے اعمال کے محرک کے طور پر کام کرتے ہیں لہذا ان کی اصلاح بھی انتہائی ضروری ہے۔ عقیدہ و فکر کی درستگی انسان کے اعمال میں عظیم انقلاب برپا کرتی ہے، انسانی اخلاق بہتر اور پاکیزہ ہو جاتا ہے اور خیر کے تمام جذبات اس میں پیدا ہونے لگتے ہیں اور ہر قسم کے رذائل سے پاکی حاصل ہوتی ہے۔ عقائد و نظریات کا تعلق چونکہ غور و فکر اور ذہن و عقل کے ساتھ ہے لہذا اس کی اصلاح کے لیے بھی ذہنی مشق اور غور و فکر کا طریقہ ہی کارگر ثابت ہوتا ہے۔ مشاہدہ کائنات، آیات ارضی و سماوی اور آیات انفسی و آفاقی سے ایک ایسا انسان جس کی عقل و فطرت سلامت ہو، تشکر اور تذکر جیسی بنیادی اصلاحی چیزیں حاصل کر سکتا ہے۔ یعنی اس کائنات کی وسعتوں پر غور و فکر سے اس کے خالق و مالک، صانع و مصور اور مدبر کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے۔ جسے تذکر کہا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کے ادراک و شعور سے انسان کے دل میں شکر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور شکر کا یہ جذبہ اسے محسن حقیقی کی اطاعت و بندگی کی طرف راغب کرنے کا سبب بنتا ہے۔

فصل دوم
نظام تعلیم و تربیت کی اصلاح

مبحث اول: تعلیم و تربیت۔ ایک تعارف

مبحث دوم: تعلیم و تربیت کے انسانی زندگی پر اثرات

مبحث سوم: نبوی طرز تربیت سے گمراہی کا تدارک

مبحث اول

تعلیم وتربیت-ایک تعارف

تربیت کا لفظ انسان کی پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اوراسے پستی سے نکال کر بلندی کی راہ پر گامزن کرنے وغیرہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ گویا کہ تربیت کسی چیز کو وجود میں لانے کا نام نہیں ہے بلکہ پہلے سے موجود صفات کی نشوونما اور دیکھ بھال کر کے صحیح رخ پر پروان چڑھانے کا نام ہے۔

تربیت اور انسان:

تربیت کا اصل عنوان اور موضوع انسان ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ ﴾[1]

"ایمان والو، بچاؤ خود کو اور اپنے عیال کو اس آگ سے، ایندھن جس کا ہوں گے انسان اور پتھر"

یہاں انسان کو تربیت کی دونوں جہات یعنی اپنی تربیت اور اپنے ارد گرد کے لوگوں کی تربیت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے تاکہ اس تربیت کے ذریعے انسان خود بھی اور اس سے متعلق باقی لوگ بھی ذلت وپستی اور جہنم میں جانے کی بجائے بلند مراتب حاصل کر سکیں۔ اس آیت کے انداز سے واضح ہے کہ تربیت ایک ضروری امر ہے کیونکہ گمراہی اور جہنم سے بچنے اور کمالات کی طرف بڑھنا تربیت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کا مقصد بعثت انسانوں کی تربیت اور ہدایت قرار دیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَمَآ أَرۡسَلۡنَا فِيكُمۡ رَسُولٗا مِّنكُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡكُمۡ ءَايَٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمۡ تَكُونُواْ تَعۡلَمُونَ﴾[2]

"جیسا کہ ہم نے بھیجا تمہارے اندر ایک رسول جو تم میں سے ہے وہ تلاوت کرتا ہے آیات ہماری تم پر اور پاکیزہ بناتا تمہیں اور دیتا ہے تعلیم حکمت اور تعلیم کی تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں وہ کچھ و نہیں جانتے تھے تم"

تعلیمات قرآنیہ کے مطابق انبیاء کرامؑ کے ذریعے سے تعلیم وتربیت انسانوں کے لیے زندگی ہے اور جو لوگ اس سے محروم رہ گئے انہیں مردہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱسۡتَجِيبُواْ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيكُمۡ﴾[3]

---

1) سورۃ التحریم: 66/6

2) سورۃ البقرۃ: 2/151

3) سورۃ الانفال: 8/24

"اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی دعوت قبول کرو، جب رسول تمہیں اس بات کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

"دل کی زندگی کا مطلب ہے: پردے ہٹا کر، تاریکی چھانٹ کر دل سے غفلت دور کرنا" [1]

اہم امور تربیت:

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تربیت کے لیے بہت سے انتظامات فرمائے ہیں۔ اس نے رسولؐ بھیجے، انسان کو عقل و شعور عطا کیا، والدین کو تربیت کے حوالے سے مسئول بنایا اور پھر پورے معاشرے پر یہ ذمہ داری عائد کی کہ تربیت میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں، یعنی رشتہ دار، علماء اور دانشور وغیرہ کی صورت میں معاشرے کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والوں کو ذمہ داری دی کہ وہ بھی معاشرے کی تربیت میں اپنا کردار ادا کریں اور لوگوں کو ذلت و پستی اور انحراف کا شکار ہونے سے بچا کر معاشرے کی مشکلات کو حل کریں۔ یعنی اگر کسی کا تعلق اساتذہ کے طبقہ سے ہے تو وہ صرف ایک کورس اور کتابوں کے نصاب کی حد تک محدود نہ رہیں بلکہ مسئول ہونے کی بناء پر تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کی ذمہ داری بھی ادا کریں اور اگر کسی کا تعلق حکومتی حلقوں سے ہے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ معاشرے میں ایسے امور اور قوانین نافذ کرے جس کے ذریعہ معاشرے کے تمام افراد مہذب اور تربیت یافتہ بن سکیں۔ الغرض جب ہر فرد اپنی ذمہ داری پابندی کے ساتھ ادا کرے گا تو اس کا فائدہ پورے معاشرے کو پہنچے گا۔ تربیت کے ضمن میں چند اہم امور درج ذیل ہیں:

نفس و جذبات پر کنٹرول:

انسانی فطرت ہے کہ وہ بہت سی آسائشوں اور نعمتوں کو اپنے دامن میں سمیٹنا چاہتا ہے اور دنیا کی ہر لذت سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنَّهُۥ لِحُبِّ ٱلْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ﴾ [2]

"اور بیشک وہ خیر کی محبت میں بہت سخت ہے"

یعنی انسان مال و دولت اور خیر میں اس قدر مبتلا ہے کہ ان خواہشات کی تکمیل کے راستے میں حائل ہونے والی ہر رکاوٹ کو ناپسند کرتا ہے اور ان کی تکمیل کے لیے معاون کرداروں سے محبت کرتا ہے۔ دین اسلام کی ایک

---

1) تفسیر مظہری، 49/5

2) سورۃ العادیات: 100/8

خوبی یہ بھی ہے کہ وہ فطرت کے ان میلانات سے بر سر پیکار ہونے کی بجائے انھیں مہذب اور شائستہ بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے محبت و نفرت کے جذبات پر روح اور عقل کے ضوابط قائم کیے ہیں اور ان ضوابط کو رب کریم کی ذات اقدس سے مربوط کر دیا ہے۔ گویا کہ اسلام کی نظر میں حب نفس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر لمحہ نفس کو وسوسوں اور خواہشات میں مبتلا رکھنے کی بجائے خدائی ہدایات کے مطابق اس کی درست سمت میں تربیت اور راہ نمائی کرتا رہے۔

اعتدال اور میانہ روی:

کسی بھی معاملے میں حد سے تجاوز کرنا درست روش نہیں ہے۔ لہذا انسان اپنی تربیت میں مصروف ہو یا دوسروں کی تربیت پر مامور ہو اسے ہر حال میں اعتدال سے کام لینا چاہیے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إن الدين يسر، ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه، فسددوا، وقاربوا، وابشروا، واستعينوا بالغدوة والروحة، وشئى من الدلجة)) (1)

"دین ہے آسان اور کرتا ہے جو بھی سختی بے جا دین مین تو اس پر غالب آجاتا ہے دین۔ یعنی ایسا انسان مغلوب ہو جاتا ہے اور دین پر عمل ترک کر دیتا ہے۔ پس تم سیدھے راستے پر رہو اور رات کے کچھ حصہ کی عبادت سے مدد حاصل کرو"

اعتدال و عدالت ایک ایسا فطری ضابطہ ہے جس کا پوری کائنات میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے یہاں تک کہ خود انسان اپنے جسمانی اعضاء کے درمیان ہم آہنگی کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی (2) فرماتے ہیں:

"اعتدال شریعت اسلامی کا ایک امتیازی وصف ہے۔ اس حوالے سے دوسرا کوئی نظام شریعت اسلامی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سیکولر نظاموں نے انسانوں کی مادی اور جسمانی ضروریات پر زیادہ زور دیا۔ روحانی تقاضوں کو چھوڑ دیا۔ بعض قدیم مذاہب نے روحانی اور اخلاقی تقاضوں پر زور دیا اور مادی اور جسمانی تقاضوں کو نظر انداز کر دیا۔ بعض اقوام نے محض اخلاقی ہدایات کو کافی سمجھا اور تعلق مع اللہ اور روحانیت کی تربیت کو غیر ضروری قرار دیا۔ کچھ لوگوں نے محض تعلق مع باللہ اور روحانیت کو کافی سمجھا اور بقیہ تفصیلات کو چھوڑ دیا۔ لہذا اخلاق اور روحانیت کو ساتھ رکھتے ہوئے تمدن کو چلانے کا طریقہ صرف محمد الرسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے" (3)

---

1) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الدين يسر، حدیث:39

2) ڈاکٹر محمود احمد غازی، وفاقی وزیر برائے مذہبی امور، اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے صدر، اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن وغیرہ جیسے اہم ترین مناصب پر فائز رہے۔

3) محاضرات فقہ، غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، الفیصل ناشران، لاہور، ص: 142

تشویق وتنبیہ:

تربیت کے لیے تشویق وتنبیہ کا متوازن امتزاج ایک اہم اصول ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی انسان کے اچھے اعمال وکردار پر بہشت کی خوش خبری اور گمراہی کی سزا کے طور پر جہنم کی وعید دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ۝١٣ وَإِنَّ ٱلْفُجَّارَ لَفِى جَحِيمٍ ﴾[1]

"بلاشبہ نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور بلاشبہ بدکار دوزخ میں ہوں گے"

لہٰذا اچھے امور انجام دینے پر تعریف کرنا اور دوران تربیت اچھے کاموں کا شوق پیدا کرنا اور ناپسندیدہ امور پر تنبیہ کرنا ایک بنیادی تربیتی اصول ہے۔

ماحول:

انسان کی تربیت میں ماحول انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا آپؐ نے:

((كل مولود يولد على الفطرة فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه))[2]

" پیدا ہوتا ہے ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پھر بنا دیتے ہیں اسے والدین اس کے اسے یہودی، نصاریٰ یا مجوسی"

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی فرماتے ہیں:

"ماحول انسان کی عقلی وخلقی حالت پر اثر انداز ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ انسان یہ صلاحیت بھی رکھتا ہے کہ انسان محنت وکوشش کے ذریعے غیر موزوں ماحول کو موزوں ماحول میں تبدیل کر دے"[3]۔

لہٰذا اسلام ماحول کو منکرات سے پاک کرنے کی کوشش میں لگے رہنے کی تلقین کرتا ہے اور جہاں تک ممکن ہو سکے ایسے ماحول سے دور رہنے کی ترغیب دیتا ہے جس میں معاملات وامور کو اسلامی تعلیمات کے مطابق انجام نہ دیا جا سکے یا پھر منکرات سے نہ بچا جا سکے۔ کیونکہ انسان جس ماحول میں زندگی بسر کرتا ہے اسی ماحول کا طرز فکر بھی اختیار کرتا ہے۔

مشاہدات وحادثات:

انسان کی زندگی حادثات ومشاہدات سے بھری پڑی ہے اور حادثات ومشاہدات کا وجود میں آنا انسان کے اختیار سے باہر کی چیز ہے۔ انسانی زندگی میں پیش آنے والے حادثات، واقعات اور مشاہدات کو انسان کی تربیت کرنے اور صلاحیتوں کو ابھارنے کے لیے ایک مؤثر ذریعہ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ حادثات سے

---

1) سورۃ الانفطار: 13، 14/82

2) صحیح بخاری، كتاب الجنائز، بَابُ مَا قِيلَ فِي أَوْلَادِ المشْرِكِينَ، حدیث: 1385

3) اخلاق وفلسفہ اخلاق، سیوہاروی، حفظ الرحمٰن، مولانا، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 1976ء، ص: 54، 55

انسان کی طبعیت میں نرمی پیدا ہوتی ہے اور انسان مکمل طور پر تربیت کیلئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَٰنَ ٱلضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۢبِهِۦٓ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُۥ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَآ إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُۥ ﴾[1]

"اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے لیٹے، بیٹھے اور کھڑے پھر جب ہم اس کی تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا اس نے اپنی تکلیف کے لیے جو اسے پہنچی تھی کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا"

ایسے حالات میں انسان کو تربیت کی شاہراہ پر گامزن کیا جاسکتا ہے اور اس کی شخصیت پر تربیت کے دیرپا اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔

نصیحت:

تربیت کے اصولوں میں سے ایک بنیادی اصول نصیحت کرنا ہے۔ انسانی نفس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ نصیحت کا اثر قبول کرتا، چاہے وہ انسان کا اپنا نفس ہو یا پھر کسی اور کا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَذَكِّرْ فَإِنَّ ٱلذِّكْرَىٰ تَنفَعُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾[2]

" اور نصیحت کرتے رہیے۔ کیونکہ نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے"

انسان میں ایسے فطری رجحانات موجود ہوتے ہیں جن کو مسلسل راہ نمائی اور تہذیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہذا تربیت کے لیے نصیحت ایک لازمی اور مسلسل عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرامؑ اپنی امتوں کی تربیت کرتے وقت مسلسل نصیحت کا عمل انجام دیا کرتے تھے۔

سختی اور سزا:

تعلیم و تربیت کے حوالے سے اگر معاشرے کے بعض افراد پر نہ تو نصیحت اثر کرے، نہ شوق ورغبت اور نہ ہی مثالی نمونہ اثر انداز ہو تو پھر ایسے افراد کے لیے سزا اور سختی کا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے تاکہ اس کی اصلاح ہوسکے اور اس کا شمار معاشرے کے کار آمد افراد میں ہو سکے۔ دین میں نصیحت کے ساتھ ساتھ حدود و تعزیرات اسی لیے ہیں کہ انسان کے لیے کبھی نرمی و نصیحت اور کبھی سزا و سختی اصلاح کا باعث بنتی ہے۔ جیسا کہ بچوں کو نماز کی طرف مائل کرنے کے حوالے سے نبی کریمؐ نے فرمایا:

---

1) سورۃ یونس: 10/12

2) سورۃ الذاریات: 51/55

((عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلاَةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرٍ)) (1)

"سات سالہ بچے کو سکھاؤ نماز اور دس سالہ بچے کو دو سزا (اگر نہ پڑھے نماز)"

یعنی یہ رویہ مناسب نہیں ہے کہ تربیت کا آغاز ہی سختی سے کیا جائے بلکہ تربیت کے تمام ذرائع استعمال کرنے کے بعد جب یہ واضح ہو جائے کہ کوئی ذریعہ تربیت کارگر نہیں ہو پا رہا تو اس صورت میں سزا و سختی کے چند مراحل میں سے پہلے مرحلہ سے ابتداء کی جائے اور پھر بقدر ضرورت تدریجاً اس میں اضافہ کیا جائے۔

مربی کے لیے چند ضروری امور:

انسان کا اصل مربی تو رب کریم ہے جس نے انسان کی تربیت کا مکمل بندوبست فرمایا اور اس کی تربیت کا سامان پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر فطرت اور دیگر صلاحیتیں ودیعت کی ہیں جن کی بنیاد پر وہ والدین یا استاد کی صورت میں دیگر انسانوں کی تربیت کے قابل ہوتا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں کی بدولت وہ افراد جو افراد معاشرہ کی تربیت کی ذمہ داری اٹھانے کے قابل ہوتے ہیں، اگر وہ درج ذیل امور کی رعایت رکھیں تو اس سے مزید بہتر نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

حسن نیت اور اخلاص:

تربیت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ تربیت میں اخلاص اور حسن نیت کا خصوصی اہتمام کرے کیونکہ اخلاص نیت ہی اعمال کی بنیاد ہے۔ جیسا کہ فرمایا آپؐ نے:

((إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ)) (2)

" نیتوں پر دارومدار ہے عملوں کا "

لہٰذا مربی کی نیت میں خیر خواہی کا جذبہ شامل ہونا چاہیے نہ کہ اپنی نمود و نمائش اور اسی طرح صرف اور صرف اللہ کی رضا اور اخروی نجات مقصود ہونی چاہیے نہ کہ دنیوی فائدہ کا حصول۔

اعمال صالحہ:

تربیت کے سلسلہ میں مربی کا خود اعمال صالحہ سے آراستہ ہونا انتہائی ضروری اور خیر و برکت کا باعث ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

---

1) سنن ترمذی، ابواب الصلاۃ، بَابُ مَا جَاءَ مَتَى يُؤْمَرُ الصَّبِيُّ بِالصَّلاَةِ، حدیث:407

2) صحیح بخاری، بدءالوحی، كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حدیث:1

﴿ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴾[1]

"جس شخص نے بھی مومن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیا ہو گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے، اور ایسے لوگوں کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ان کا اجر ضرور عطا کریں گے"

یہی وجہ ہے کہ تربیت کے لیے بہترین مثالیں یعنی انبیاء کرامؑ اعمال و کردار سے آراستہ ہستیاں تھیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی تربیت کے لیے چنا۔

صبر واستقامت:

مربی کے لیے ایک بنیادی شرط یہ بھی ہے کہ وہ حوصلہ اور صبر سے کام لے اور اپنے فریضہ میں جلد بازی اور تنگ دلی کا مظاہرہ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت بھی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّـٰبِرِينَ ﴾[2]

"بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"

یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرامؑ کی مبارک زندگیاں صبر و استقامت کی مثالوں سے آراستہ نظر آتی ہیں۔

عملی نمونہ:

ایک اچھے مربی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذاتی طور پر عملی نمونہ بن کر دکھائے تاکہ زیر تربیت افراد میں بھی شوق اور جذبہ پیدا ہو۔ اس سلسلہ میں نبیؐ کی سیرت مبارکہ ایک درخشاں مثال ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾[3]

"حقیقت تو یہ ہے بہترین نمونہ ہے رسول کریم ﷺ کی ذات مبارکہ میں تمہارے لیے"

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾[4]

"اور بلاشبہ آپ اخلاق کے بہت بڑے مرتبے پر ہیں"

---

1) سورۃ النحل: 16/97

2) سورۃ البقرۃ: 2/153

3) سورۃ الاحزاب: 33/21

4) سورۃ القلم: 68/4

آپؐ کے اس ارشاد گرامی سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے:

((بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ)) [1]

"مجھے صالح اخلاق کو منزل تکمیل تک پہنچانے کیلئے بھیجا گیا"

الغرض تربیت سے مراد پرورش کرنا، سنوارنا، ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے اعلیٰ درجات تک لے جانا ہے۔اور اس اہم ترین عمل کے دوران سب سے اہم کردار تربیت کرنے والے یعنی مربی کا ہے جس کا خود تربیت یافتہ ہونا انتہائی ضروری ہے کیونکہ تربیت کے دوران سب سے زیادہ تیزی سے اثر کرنے والا اسلوب ذاتی مثال سے بات کو سمجھانا یا سکھانا ہے۔ نیز یہ کہ تربیت کے لیے تربیت کے بنیادی اصولوں جیسے محبت و شفقت، اعتدال، برداشت و استقامت اور بوقت ضرورت سختی اور سزا وغیرہ کو ملحوظ خاطر رکھنا تربیت کے مقاصد کے حصول میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کو بروئے کار لا کر قلیل عرصہ میں مربی اعظم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام عظیم انسانی انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہوئے جو آج کے پر آشوب حالات کو بدلنے کے لیے بھی یقیناکارگر ثابت ہو سکتا ہے۔

---

1) المستدرک علی الصحیحین،2/670(حکم الالبانی: صحیح،صحيح الأدب المفرد،1/118)

مبحث دوم

تعلیم و تربیت کے انسانی زندگی پر اثرات

عام مشاہدے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ جس کام کو بھی محنت اور توجہ کے ساتھ سرانجام دیتا ہے اس کے نتائج ضرور برآمد ہوتے ہیں۔ اسی طرح تعلیم و تربیت پر اگر خصوصی توجہ دی جائے تو یہ بھی اثرات مرتب کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ))[1]

"ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں"

یعنی ہر بچہ عقائد و اعمال کا ذہن لے کر دنیا میں آتا ہے، اگر اس کی اچھی تربیت اور ذہن سازی کی جائے تو بلند پایہ اوصاف پروان چڑھتے ہیں اور یہ انسان ایک بہترین انسان بن کر معاشرہ کا مفید فرد بن جاتا ہے لیکن اگر صورت حال اس کے برعکس ہو تو غلط تربیت اور ماحول کے برے اثرات سے اس کے فکر و عمل میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر انسان کی صحیح تربیت کی جائے اور اسے مناسب تعلیم اور اخلاق حسنہ سے آراستہ کیا جائے تو وہ معاشرہ کا ایک کارآمد حصہ بن جاتا ہے، یعنی ایک شفیق باپ یا ماں، باوفا شوہر یا بیوی' تابع فرمان اولاد اور مخلص دوست وغیرہ کی صورت میں اچھے اوصاف کا حامل بہترین انسان بن جاتا ہے لیکن اگر انسان اچھی تعلیم و تربیت سے محروم ہو جائے اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوب کر گمراہی کا شکار ہو جائے تو وہ نشان عبرت بن جاتا ہے۔ تعلیم اور تربیت لازم و ملزوم ہیں۔ صرف تعلیم حاصل کر کے باشعور اور باکردار نہیں بنا جا سکتا بلکہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی اتنی ہی اہم ہے۔ بغیر تربیت کے علم کی مثال ایسی ہے جیسے بغیر روح کے جسم یا ڈھانچہ۔ علم اور آگاہی کے ساتھ زندگی گزارنے کے اصول و آداب کی راہ نمائی بھی انتہائی ضروری ہے گویا کہ علم کا زندگی پر اطلاق کرنا ہی اصل تربیت ہے۔

اسلام اور تربیت:

اسلام نے تعلیم کو تربیت کا ذریعہ بنایا ہے اور انسان کو اپنے اخلاق و کردار کو سنوارنے اور معاشرے کو بہتر بنانے کی تاکید کی ہے۔ فرمایا باری تعالیٰ نے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ ﴾[2]

---

1) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی أولاد المشرکین، 1: 465، رقم:1319

2) سورۃ التحریم: 66/6

”ایمان والو، بچاؤ خود کو اور اپنے عیال کو اس آگ سے ایندھن جس کا ہے انسان اور پتھر“

اسی طرح اسلام انسان کو حساسیت سے ہمکنار کرتا ہے تاکہ وہ اس حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کا ادراک کرتے ہوئے ہر حال میں اس کی ادائیگی کے لیے فکر مند رہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان گرامی:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) [(1)]

”ہر شخص تم میں سے ہے ذمہ دار اس سے اسکے ماتحت لوگوں بارے بازپرس ہو گی“

والدین اور تربیت:

انسان کی تربیت میں والدین کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ضمن میں عبد الوہاب حجازی [(2)] فرماتے ہیں:

”انسان کی تربیت میں اہم ترین کردار والدین کا ہے۔ جن معاشروں میں بچے والدین کی توجہ سے محروم رہ جاتے ہیں ان میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ بڑے ہو کر نہ صرف اپنے والدین، پورے کنبے قبیلے اور معاشرے کی امیدوں کے برعکس انحراف اور گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔“ [(3)]

تربیت ایک مشقت طلب کام ہے لیکن یہ مشقت ضائع نہیں جاتی بلکہ اس کا صلہ انسان کو دنیا و آخرت دونوں میں دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے والدین کو اولاد کی تربیت کی طرف خصوصی طور پر متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ)) [(4)]

”جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین کاموں کے کہ ان کا سلسلہ جاری رہتا ہے صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، نیک اولاد جو اس کے حق میں دعائے خیر کرے“

الغرض یہ کہ انسان کو نیک یا بد بنانے میں والدین کی تربیت کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ اولاد کے بگڑنے کی ایک بڑی وجہ والدین کا اپنی اولاد کی تربیت سے غافل ہونا بھی ہے۔ فرد سے افراد اور افراد سے معاشرہ بنتا ہے لہذا جب فرد کی تربیت درست خطوط پر استوار نہیں ہو گی تو اس سے تشکیل پانے والا معاشرہ زبوں حالی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

---

1) صحیح مسلم، کتاب امارة، باب: فَضِيلَةِ الامام الْعَادِلِ، حدیث:20

2) عبد الوہاب حجازی، جامعہ سلفیہ، بنارس، بھارت سے وابستہ اہل علم میں سے ایک ہیں۔

3) حجازی، عبد الوہاب، اسلامی تربیت، ادارہ البحوث الاسلامیہ، بنارس، ہند، 2007ء، ص:25

4) صحیح مسلم، کتاب وصیت، باب: مَا يَلْحَقُ الْإِنْسَانَ مِنَ الثَّوَابِ بَعْدَ وَفَاتِهِ، حدیث:14

انفرادی زندگی پر تربیت کے اثرات:

تربیت کے ضمن میں انسانی زندگی کے انفرادی پہلو کے اعتبار سے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

- **بچپن کی تربیت:**

انسان کی تربیت کا آغاز بچپن ہی سے ہو جاتا ہے اس کی زندگی کے ابتدائی سال بقیہ زندگی کیلئے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شیر خوارگی کا عرصہ بچوں میں ان کی زندگی کے پہلے دو سالوں پر محیط ہوتا ہے۔ زندگی کا یہ پہلا مرحلہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ بچے کی جسمانی اور جذباتی نشوونما اس مرحلہ کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ اور صرف تین ماہ میں ہی وہ شکل اور رنگ میں تمیز کرنا شروع کر دیتا ہے۔

ڈاکٹر ام کلثوم [1] فرماتی ہیں:

"ابتدائی بچپن کا مرحلہ دو سے چھ سال کے عرصہ پر محیط ہے۔ اس عرصہ کے دوران بچے کی سوچ' یادداشت' اپنے اور دوسروں کے جذبات کو سمجھنے کی صلاحیت اور سماجی دنیا سے اس کے تعلقات میں ایک بہت بڑا انقلاب رونما ہوتا ہے۔ اور بچے کا ہر مشاہدہ دماغ پر نقش ہو جاتا ہے اور ہر دیکھی اور سنی ہوئی بات اس کے مزاج و کردار کا حصہ بنتی جاتی ہے۔" [2]

مولانا محمد یوسف اصلاحی فرماتے ہیں:

"بچوں کے سامنے ہمیشہ اچھا عملی نمونہ پیش کریں۔ آپ کی زندگی بچوں کے لیے ایک ہمہ وقتی خاموش معلم ہے جس سے بچے ہر وقت پڑھتے اور سیکھتے رہتے ہیں۔" [3]

- **نوجوانوں کی تربیت:**

تربیت کے اعتبار سے نوجوانی کا دور انسان کی زندگی میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ دور انسان کی جسمانی، نفسیاتی اور سماجی نشوونما کا دور ہے جب انسان کے اندر فیصلہ کرنے کی صلاحیت، وجوہات اور دلائل پیش کرنے کی صلاحیت، سماجی سوجھ بوجھ اور خود آگاہی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ بچپن اور نوجوانی میں سیکھی ہوئی ہر چیز پوری زندگی انسان کے ذہن میں راسخ رہتی ہے۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین فرماتے ہیں:

---

1) ڈاکٹر ام کلثوم، شعبہ تعلیم سے وابستہ پاکستانی شخصیت ہیں جن کی زیر نظر کتاب 1996ء کی صدارتی ایوارڈ یافتہ کتابوں میں سے ایک ہے۔

2) بچے کی تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، ام کلثوم، ڈاکٹر،، دعوۃ اکیڈمی، 2006ء، ص:17

3) آداب زندگی، اصلاحی، محمد یوسف، مولانا، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 2018ء، صفحہ 153

”ایسے نوجوان جو اپنے دین، اخلاق و کردار کی حفاظت کے ساتھ ساتھ کفر و الحاد، فسق و فجور، بیہودہ معاملات اور غلط حرکات سے اجتناب کرتے ہیں، باعث فخر ہوتے ہیں“[1]۔

اور یہ خصوصیات اچھی تربیت سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ ایک صالح نوجوان نہ صرف معاشرہ بلکہ اسلام کی نظر میں بھی پسندیدہ حیثیت رکھتا ہے[2]۔

- **اخلاق و کردار:**

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلاَقًا))[3]

”سب سے اچھا ہے تم میں وہ جس کا اچھا ہو اخلاق“

تربیت انسان کی اخلاق و کردار کو مزین کرتی ہے۔ تربیت صرف پڑھانے پر ہی موقوف نہیں ہوتی بلکہ مختلف رویوں، باتوں اور باہمی تعلقات کے ذریعے بھی تربیت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے بڑوں کا ادب، والدین کا احترام، بنیادی عقائد، کھانے پینے اور گفتگو کے آداب، پاکیزگی و حسن اخلاق، خوف خدا، صبر و شکر، خود اعتمادی، سچائی اور منفی عادات جیسے مذاق اڑانا، عیب جوئی، جھوٹ، تکبر، غیبت اور وعدہ خلافی وغیرہ عملی نمونہ دیکھ کر شخصیت پر جلد اثر انداز ہوتے ہیں۔

اجتماعی زندگی پر تربیت کے اثرات:

افراد کو ان کی عادات و اطوار کی بنیاد پر جانچا جاتا ہے جبکہ اجتماعیت کو اجتماعی نظاموں کی بنیاد پر جانچا جاتا ہے۔ جیسے معاشرتی نظام، معاشی نظام اور سیاسی نظام وغیرہ۔ اور افراد کی طرح اجتماعی نظام بھی تربیت کے ذریعے مؤثر بنائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرت، معیشت اور سیاست جیسے بنیادی اجتماعی نظام مزید کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔

---

1) نوجوان اور الجھنیں، العثیمین، محمد بن صالح، مترجم: وسیم عثمان، دار التقویٰ، ص19

2) **نبی کریم ﷺ نے فرمایا:** سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلاَّ ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ فِي خَلاَءٍ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَرَجُلاَنِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ إِلَى نَفْسِهَا قَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ. وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا، حَتَّى لاَ تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا صَنَعَتْ يَمِينُهُ- صحیح البخاری، 1423
”سات (طرح کے) آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے نیچے سایہ دے گا جبکہ عرش کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہو گا۔ عادل حاکم، ایسا نوجوان جس کی پرورش اللہ کی بندگی میں ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔“

3) صحیح بخاری، کتاب الآداب، بَابُ حُسْنِ الخُلُقِ وَالسَّخَاءِ، وَمَا يُكْرَهُ مِنَ البُخْلِ، حدیث: 6035

- **معاشرتی اثرات:**

معاشرتی تربیت کا مقصد ایک صالح معاشرے کا قیام و تحفظ ہے۔ افراد مل کر معاشرہ بناتے ہیں۔ اچھے اخلاق و تربیت سے مزین افراد ایک عمدہ معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔ تربیت یافتہ افراد پر مشتمل معاشرہ کے ماحول میں معاشرتی خوبیوں یعنی سچ، خیر خواہی اور بلند اخلاق و کردار کا عکس نظر آتا ہے جس کے نتیجے میں ایک پاکیزہ اور پر امن معاشرہ وجود میں آتا ہے جو ہر طرح کے رذائل سے پاک ہوتا ہے۔ ایسے معاشرے میں انسان کی صلاحیتوں کو پھلنے پھولنے کا موقع ملتا ہے اور معاشرتی گمراہیوں جیسے جھوٹ، فریب، دھوکہ اور وعدہ خلافی جیسے معاشرتی عیوب کو پنپنے کا موقع نہیں ملتا۔

ڈاکٹر خالد علوی[1] فرماتے ہیں:

"اسلام ایک دین ہے اور وہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر اپنی گرفت رکھتا ہے وہ انسان کی انفرادی زندگی اور اس کی حیات اجتماعیہ دونوں کی اصلاح کا دعویدار اور بامقصد زندگی کا داعی ہے"[2]

- **معاشی اثرات:**

معاشی نظام کی اصلاح و تربیت کے ذریعے افراد معاشرہ کے معاشی مسائل حل کرنے کے نئے نئے طریقے دریافت کیے جاتے ہیں جن کے ذریعے معیشت کی مضبوطی کی ساتھ ساتھ اجتماعی ترقی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے وسائل مہیا کرنے کا بندوبست کیا جاتا ہے اور کاروبار اور روزگار کی فراہمی ممکن ہوتی ہے۔ بے روزگاری کے بارے میں مولانا مودودی فرماتے ہیں:

"بے روزگاری کسی ایک مسئلے کا نام نہیں ہے بلکہ وہ انسان کی مادی، روحانی، اخلاقی اور تمدنی زندگی کے بے شمار پیچیدہ مسائل کا مورث اعلیٰ ہے"[3]

- **سیاسی اثرات:**

ایک منظم اور تربیت یافتہ سیاسی نظام کسی بھی اجتماعیت کو منظم رکھنے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جو کہ ایسے افراد تیار کرنے کا باعث بنتا ہے جو معاشرہ کی فلاح اور حفاظت کے لیے بہتر اقدامات کرنے کی صلاحیتوں سے آراستہ ہوتے ہیں اور حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے قابل ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ فرماتے ہیں:

---

1) ڈاکٹر خالد علوی، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی سے وابستہ اساتذہ میں سے ایک ہیں۔

2) اسلام کا معاشرتی نظام، خالد علوی، ڈاکٹر، الفیصل ناشران، لاہور، 2009ء، ص:395

3) اسلام اور جدید معاشی نظریات، مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1969ء، ص:31

"اگر نبی کریم ﷺ کو سیاسی حیثیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپؐ نے انتہائی قلیل عرصہ میں جزیرہ نما عرب کے خانہ بدوش اور قبائلی ماحول میں ایک مستحکم حکومت قائم کر کے دکھائی اور آنحضرتؐ کی تعلیم و تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ عرب جیسی گمنام قوم نے بین الممالک تعلقات میں قدم رکھا"[1]

الغرض تعلیم و تربیت انسان کو انسانیت سکھاتی ہے، اور انسان پر مثبت اثرات مرتب کرتے ہوئے اس میں موجود صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرتی ہے اور اس کے اندر یہ استعداد پیدا کرتی ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ودیعت شدہ صلاحیتوں کو پہچان کی ان کو صحیح طور پر استعمال کرنے کے قابل ہو سکے۔ مزید یہ کہ جس طرح افراد اپنے عمل کے ذریعے مؤثر دعوت دے سکتے ہیں اسی طرح ایک تربیت یافتہ اور منظم اجتماعیت بھی دوسری اجتماعیات کے لیے عملی دعوت کا باعث بنتی ہے اور دیگر معاشرے بھی ان سے سبق سیکھتے ہوئے اپنے احوال کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک متاثر کن اجتماعیت جو دوسروں کے لیے مشعل راہ ہو اور دیگر معاشرے اس کی تقلید کو قابل فخر سمجھیں دراصل غالب اجتماعیت ہوتی ہے اور ایسی اجتماعیت جہاں گیری و غلبہ کی مستحق و حقدار قرار پاتی ہے۔ تعلیم و تربیت کے بڑے دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں جن کا ایک بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ معاشرے میں نظم و ضبط پیدا ہوتا ہے جس کے لیے آج دنیا میں مختلف وسائل استعمال کیے جاتے ہیں اور کثیر سرمایہ لگانے کے باوجود ٹیم ورک کی تلقین اور ورکشاپس وغیرہ کے انعقاد کے باوجود خاطر خواہ نتائج بر آمد نہیں ہوتے۔ جس پر اقبال نے ماتم کرتے ہوئے فرمایا ہے:

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی
اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے ہر چیز کو خام
مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر
چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام[2]

---

1) رسولؐ اللہ کی سیاسی زندگی، محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، نگارشات پبلشرز، لاہور، 2013ء، ص:14

2) حکمت بالغہ، نومبر 2010

مبحث سوم

نبوی طرز تربیت سے گمراہی کا تدارک

نبی کریم ﷺ ایسے مربی و معلم تھے جنھوں نے اپنی مبارک زندگی انسان سازی اور گمراہ انسانوں کی ہدایت اور تربیت کرتے ہوئے گزاری۔ اسلام کی ترقی میں رسول اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ کو زیادہ دخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسلام کی وسعت وبلندی کی نسبت اخلاق پیغمبر ﷺ کی طرف فرماتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ ﴾[1]

”اے نبیؐ اگر آپؐ سخت مزاج وسخت دل ہوتے تو یہ آپؐ کے آس پاس سے ہٹ کر منتشر ہو جاتے“

تعلیم وتربیت سے قومیں مزین ہوتی ہیں، اسی پر معاشرے قائم ہوتے ہیں، اخلاق سنورتے ہیں اور لوگوں کا تزکیہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے انسان جہالت کی تاریکیوں کے اندر زندگی بسر کر رہا تھا اور انسانیت اس جہالت میں غائب اور ختم ہو رہی تھی کیونکہ تعصب اسے ہلاک کر رہا تھا، تکبر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا تھا اور فرضی کہانیاں اور بت پرستی اس کی نظریاتی پرورش کر رہی تھی۔ الغرض انسان کی زندگی میں کوئی مقصد، تاثیر اور رونق نہیں تھی۔ انسانیت کی اس زبوں حال جاہلانہ روش کی وجہ سے خالق کائنات سخت ناراض تھا[2]۔ پھر اللہ نے اپنے فضل اور رحمت سے آپؐ کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنی کی طرف لے آئیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴾[3]

”درحقیقت ایمان والوں پر اللہ نے کیا احسان بہت بڑا کہ بھیجا انہی میں سے ایک نبیؐ جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے،

---

1) سورۃ ال عمران:3/159

2) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((وإن الله نظر إلى أهل الأرض، فمَقَتهم عربهم وعَجَمهم، إلّا بقايا من أهل الكتاب۔)) صحیح مسلم، ح:63

”اور بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف نظر فرمائی تو اہل کتاب کے (کچھ) بچے کھچے لوگوں کے سوا باقی عرب اور عجم سب پر سخت ناراض ہوا“

3) سورۃ ال عمران:3/164

تزکیہ کرتا ہے ان کا اور تعلیم دیتا ہے انھیں دانائی اور کتاب کی، حالاں کہ اس سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہیوں میں تھے“

رسول اللہ ﷺ تزکیہ کرنے والے، تربیت کرنے والے، تعلیم دینے والے اور اصلاح کرنے والے بن کر تشریف لائے۔ رسول کریم ﷺ نے اس مقصد کے حصول کے لئے خوب محنت کی اور بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے۔ آپؐ کی تربیت کے نتیجے میں صحابہ کرام کی صورت میں ایک ایسی مثالی قوم وجود میں آئی جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾[1]

”تم ہو وہ امت بہترین ہو جو وجود میں لائی گئی ہے لوگوں کے فائدے کے لیے۔ تم تلقین کرتے ہو نیکی کی اور روکتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر“

اور پھر وہ نبوی تربیت سے مزین جماعت انسانیت کی ایسی راہ نما بن گئی کہ بڑی بڑی مملکتیں مختصر وقت میں ان کے تابع فرمان ہو گئیں، قیصر و کسریٰ کی بادشاہتیں ختم ہو گئیں اور لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہ بڑی تبدیلی اور عظیم کامیابی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے فراہم کی گئی پختہ تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھی۔ لہٰذا تربیت کے لیے لازم ہے کہ آپؐ کے طریقہ تربیت پر غور کیا جائے اور اسی طریقہ کو موجودہ معاشروں کی گمراہیوں کے تدارک کے لیے موضوع تحقیق اور درس و تدریس بناتے ہوئے اصلاح کا لائحہ عمل مرتب کیا جائے، کیونکہ اس امت کے آخری لوگوں کی اصلاح اسی طریقہ سے ہو گی جس سے اس امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی۔

تعلیم و تربیت کے نبوی منہج کی خصوصیات:

نبی کریم ﷺ کا طریقہ تربیت ہر طرح کے محاسن سے آراستہ اور خامیوں سے پاک ہے۔ اس مبارک نظام تربیت کی ان گنت خصوصیات میں سے چند کا تذکرہ درج ذیل ہے:

- **عبادت رب:**

تعلیم و تربیت کے نبوی طریقہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ کیا جائے اور ہر اس چیز سے آزادی حاصل کرنے کی ترغیب دی جائے جو عبادت رب کو

---

1) سورۃ ال عمران:3/110

مجروح کرے۔ یہ تمام رسولوںؑ کے تربیتی منہج کی مشترکہ خصوصیت ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾[1]

”اور ہم نے بھیجا ہر امت میں کوئی نہ کوئی نبیؑ اس ہدایت کے ساتھ کہ کرو تم عبادت اللہ کی اور کرو اجتناب طاغوت سے“

تمام رسولوںؑ کی دعوت کا خلاصہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تیار کرنا ہے۔اس خصوصیت نے مخلوق کے مقصد کو واضح کیا اور تربیت کا صحیح رخ متعین کیا جس نے انسانیت کو گمراہیوں سے نکال کر ہدایت کے نور سے آراستہ کیا۔ اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾[2]

”اور میں نے پیدا نہیں کیا جنات کو اور انسانوں کو سوائے اس کام کے لیے کہ وہ کریں عبادت میری“

یہ عبادت، اطاعت و بندگی کے وسیع تر مفہوم میں اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے جس کی تعلیم و تربیت اسوہ رسول ﷺ میں دیکھی جاسکتی ہے اور آیت مبارکہ ﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾[3] سے بالکل واضح ہے۔ اللہ کی عبادت انسان کی فطرت میں ہے۔ تعلیم اور تربیتی طریقے میں اس خصوصیت کا نہ ہونا توازن میں بگاڑ، سوچ میں فساد، انسانی فطرت سے تصادم، اقدار کے خاتمے اور گمراہیوں کی تاریکیوں کی طرف لے جانے کا باعث بنتا ہے۔ لیکن اس تربیتی طریقہ کو صحیح مفہوم کے ساتھ سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے ان تمام خرابیوں پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

- **مقاصد کا تعین:**

اس نبوی طریقہ کی خصوصیات میں سے ایک لوگوں کے مقاصد کو صحیح اور درست سمت کی فراہمی بھی ہے۔ تاکہ انسان کا مال، وقت اور صلاحیتیں ضائع نہ ہوں بلکہ مزید کارآمد بن سکیں۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حصول علم کی مقاصد کے بارے فرمایا:

((مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ ، أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ ، أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ

---

1) سورۃ النحل: 16/36

2) سورۃ الذاریات: 51/56

3) سورۃ الانعام: 6/162

، أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ)) (1)

"جو بھی شخص جاہلوں سے مقابلہ کرنے، علماء سے جھگڑنے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی نیت سے علم حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کریں گے۔"

- **نیت کی اصلاح:**

اخلاص نیت اسلامی تعلیمات میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ تعلیم اور تربیت کے دوران اچھی نیت اور بہتر ارادے کو ذہن میں تازہ رکھنا بھی نبوی منہج تربیت کا ایک اہم نکتہ ہے۔ جیسا کہ اللہ کی رضامندی، اخروی اجر، امت کی ضروریات کو پورا کرنا یا کسی بھی قسم کی خیر خواہی کا ارادہ وغیرہ ایسے اسباب ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب، مدد اور توفیق ملتی ہے اور نیت کی بنیاد پر ہی آخرت میں بلند درجات ملتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقْوَىٰ مِنكُمْ ﴾ (2)

"اللہ تعالیٰ کے حضور (قربانی) کے گوشت اور انکے خون نہیں پہنچتے البتہ اسکے حضور تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچ جاتا ہے۔"

اخلاص نیت رکھنے والا تعلیم وتربیت سے آراستہ انسان کسی ایسے انسان کے برابر نہیں ہو سکتا جس نے تربیت اور تعلیم کو تنخواہ ووظائف یا دنیاوی جاہ وحشم میں ترقی حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیا ہو۔ یا اسے ذاتی عزت اور اپنی کمائی کے لیے ادارے بنانے کا راستہ بنا لیا ہو۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ معیار سے گری ہوئی نیتیں تربیتی اور تعلیمی عمل پر انتہائی مضر اثرات مرتب کرتی ہیں۔

- **علم وعمل کا باہم ہم آہنگ ہونا:**

تربیت کے نبوی اسلوب کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ علم کا عمل کے ساتھ تعلق قائم کیا جائے، گویا کہ علم درخت اور عمل اس کا پھل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو علم اور عمل دونوں سے آراستہ فرمایا تھا۔ علم بغیر عمل کے اپنے ساتھی کے خلاف حجت ہے۔ وہ بنیادی مسئلہ جو علم کی عمل سے جدائی کا باعث بنتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان جو کچھ سیکھ رہا ہوتا ہے وہ اس سے بہت زیادہ مختلف اور بعض صورتوں میں بالکل متضاد ہوتا ہے جس کا وہ اپنی زندگی اور تجربہ میں مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے

---

1) سنن ترمذی، ابواب العلم، بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَطْلُبُ بِعِلْمِهِ الدُّنْيَا، حدیث:2654

2) سورۃ الحج: 22/37

کہ قرآن مجید میں اس تضاد پر گرفت فرمائی گئی۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴾[1]

"کیوں کہتے ہو وہ، جو کرتے نہیں"

مثال کے طور پر تعلیم سکھاتی ہے کہ جھوٹ ایک بری عادت اور گناہ ہے پھر نشر و اشاعت کے کئی ذرائع اور بعض معاشرتی رویے اس بات کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں کہ جھوٹ کی کئی قسمیں اور صورتیں ہیں، ان کا حکم ان کی قسم اور صورت کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتا ہے، جس سے انسان شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہم یہ بات بھی جانتے ہیں کہ مرد اور عورت کے ملنے کی شرعی صورت نکاح ہی ہے۔ پھر ہم مختلف ذرائع سے سنتے اور دیکھتے ہیں کہ مرد اور عورت کے درمیان تعلق کو دوستی اور رفاقت کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان کچھ تعلقات کو نیک، شریف اور بے داغ محبت کہا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر نام بھی انہیں دیے گئے۔ جو رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد دلاتے ہیں کہ:

((ليشربن ناس من أمتي الخمر يسمونها بغير اسمها))[2]

"میری امت میں بعض لوگ پئیں گے شراب کو اور نام رکھیں گے اس کا شراب کی بجائے کچھ اور"

عصر حاضر میں جدید معاشروں کی عملی روش کتابوں اور تعلیمی نصاب میں بیان کردہ مثالوں اور نمونوں سے مماثلت نہیں رکھتی۔ نتیجہ کے طور معاشرے پر بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان اثرات میں سب سے ہلکے درجے کا برا اثر علم اور عمل کے درمیان جدائی، فکری تقسیم، اور انسانی نفسیاتی پریشانیاں ہیں۔

- **تسلسل:**

مسلسل تعلیمی عمل اور تعلیم اور تربیت کے کسی بھی مرحلے پر اس سے لاپرواہ نہ ہونا ایک اہم خصوصیت ہے۔ جیسے رسول پاک ﷺ نے کلام اللہ میں بار بار غور و فکر کرنے کی ترغیب دی ہے جو دینی و شرعی احکامات کا سرچشمہ اور تمام علوم کی بنیاد ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا:

((إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا

1) سورۃ الصف: 61/2

2) سنن ابن ماجہ، كتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث: 4020

ذَهَبَتْ)) [1]

”قرآن مجید پڑھے ہوئے آدمی کی مثال اونٹوں کے مالک جیسی ہے جو بندھے ہوئے ہوں۔ اگر ان کی نگرانی کرے گا تو ٹھہرے رہیں گے اور اگر انہیں کھول دے گا تو چلے جائیں گے“

اصل میں تو علم مہد سے لحد تک ہوتا ہے، گویا کہ تسلسل کے ساتھ پوری انسانی زندگی میں جاری رہنے والا عمل ہے کیونکہ انسان زندگی کے کسی بھی مرحلہ پر بھی ہدایت و راہنمائی سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس سوچ کے ختم ہو جانے سے تعلیم و تربیت، مطالعے اور تحقیق کا مقصد گمراہیوں میں مبتلا ہونے سے بچنے اور کردار و عمل کی اصلاح کی بجائے محض اسناد حاصل کرنا ہی رہ جاتا ہے۔

- **دعوت و ترویج:**

نبوی اسلوب تربیت کی خصوصیات میں سے ایک اور اہم خاصیت علم کو زندہ کرنا، پھیلانا، عام کرنا اور علم سے فائدہ حاصل کرنے والوں کا دائرہ کشادہ کرنا بھی ہے۔ اور اسے صدقہ جاریہ بھی کہا گیا ہے [2]۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

((نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شيئا، فَبَلَّغَهُ كما سَمِعَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أوْعَى مِن سَامِعٍ)) [3]

”اللہ اسے سرسبز و شاداب فرمائے جو کوئی بات ہم سے سنے پھر اسے ویسے ہی آگے پہنچا دے جیسے اس نے سنی کیونکہ بعض وہ لوگ جنہیں پہنچائی جائے بات کوئی وہ رکھتے ہیں یاد اسے زیادہ سننے والے سے“

آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

((إِنَّ اللهَ وَمَلائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرَضِينَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الخَيْرَ)) [4]

---

1) **صحیح مسلم**، كِتَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا، بَابُ الْأَمْرِ بِتَعَهُّدِ الْقُرْآنِ، وَكَرَاهَةِ قَوْلِ نَسِيتُ آيَةَ كَذَا، وَجَوَازِقَوْلِ أُنْسِيتُهَا، **حدیث:**226

2) ((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ)) (**صحیح مسلم**، **حدیث:**14)

”جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین کاموں کے کہ ان کا سلسلہ جاری رہتا ہے صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، نیک اولاد جو اس کے حق میں دعائے خیر کرے“

3) **سنن الترمذی**، ابواب علم، باب: مَا جَاءَ فِي الحَثِّ عَلَى تَبْلِيغِ السَّمَاعِ، **حدیث:**2657

4) **سنن الترمذی**، ابواب علم، باب: مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الفِقْهِ عَلَى العِبَادَةِ، **حدیث:**2685

"اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، آسمان وزمین کی تمام مخلوق یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی پانی میں لوگوں کو بھلائی سکھانے والے کے لئے رحمت بھیجتے ہیں"

علم کو عام کرنے اوراسے پھیلانے سے گمراہی کے اندھیرے چھٹتے چلے جاتے ہیں ، معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

- **جوش اور جذبہ:**

تربیت اور تعلیم میں نبوی طریقہ کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ نوجوانوں کو تمام تر توانائیاں بروئے کار لاتے ہوئے مل جل کر کام کرنے، دوسروں کے کام آنے، اپنی ذمہ داری کو محسوس کرنے اور اپنے فرائض کو انجام دینے کی طرف مائل کیا جائے۔ سیرت النبیؐ میں غور وفکر سے یہ اہم خصوصیت واضح ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ جنہوں نے اس امت کے فرعون یعنی ابو جہل کو قتل کیا تھا وہ نوعمر لڑکے یعنی حضرت عفراء بنت عبداللہ کے بیٹے معاذ اور معوذ ہی تھے۔ اسی طرح آپؐ نے جب حضرت اسامہ ابن زید کو رومیوں سے جہاد کے لئے جھنڈا تھمایا تھا اس وقت وہ بیس سال کے بھی نہیں ہوئے تھے۔ اسی ضمن میں صحابیات کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں تشریف لے جا کر مریضوں کو دوا دینا اور زخمیوں کو پانی پلانا بھی شامل ہے۔ انسان کے اندر اس جوش اور جذبہ کو پیدا کرنے سے انسانی ہمدردی اور بھائی چارہ کا عظیم کام لیا جانا ممکن ہوتا ہے۔ تبھی تو آپؐ نے معاشرے کے افراد کے حوالے سے بڑے مسائل پر بہت کم مدت میں قابو پالیا اور مواخات کے ذریعے معاشی، تنظیمی اور رہائشی امور کو کنٹرول کیا۔ اس اسلوب تربیت سے یہ راہ نمائی ملتی ہے کہ تعلیم و تربیت اس انداز سے ہو کہ تربیت یافتہ لوگوں کی صلاحیتیں گمراہی کے تدارک اور خدمت خلق کے لیے ہمہ وقت دستیاب ہو سکیں۔

خلاصہ بحث:

الغرض تاریخ گواہ ہے کہ اصلاح معاشرہ اور گمراہی کے تدارک وسدباب کے لئے تعلیم و تربیت کے نبوی اسلوب کے یہ سنہری اصول اور خصوصیات اپنے اثرات ظاہر کر چکی ہیں۔ ان کے ذریعے نبی کریم ﷺ ایک ایسی بہترین امت کی تشکیل میں کامیاب ہوئے جو لوگوں کے فائدہ کے لئے وجود میں لائی گئی۔ وہ امت عالم دنیا پر ایک طویل عرصہ تک چھائی رہی۔ لیکن جب امت نے ان اصولوں سے صرف نظر کیا گیا تو یہ روش امت کی تعلیم اور تربیت کے عمل میں بہت بڑے شگاف اور ملاوٹ کا باعث بنی جس کے نتیجے میں امت کئی قسم کی رسوائیوں اور گمراہیوں کا شکار ہو گئی۔ اس مصیبت سے نکلنے اور ان دشواریوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کا دعوت، تعلیم، تربیت اور ذہن سازی کے ضمن میں نبوی اسلوب کو لازم پکڑنے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ لہذا ہر باپ کی یہ ذمہ داری

ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت ٹھیک طریقہ سے کرے اور تربیت کے معاملے میں جو کمی ہو اسے پورا کرے۔ تعلیمی اداروں پر یہ لازم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے تربیت کے اسلوب اور تدریس کے طریقوں کو بروئے کار لائیں۔ اور تمام توانائیاں اور وسائل مطلوبہ مقصد کے حصول کے لئے بروئے کار لائیں۔ اور ایسا نہ سمجھا جائے کہ تربیت اور تعلیم کسی خاص شعبے کی ذمہ داری ہے، بلکہ معاشرے کا ہر فرد اس معاملے میں اپنے حصے کا ذمہ دار ہے۔ یوں اس نبوی منہج سے ہم ایک ایسا حساس اور ذمہ دار معاشرہ تخلیق کر سکتے ہیں جہاں لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد کو محسوس کرتے ہوئے اسے دور کرنے کے اقدامات میں عملاً شریک ہوں۔

فصل سوم

ریاست کی ذمہ داریاں

مبحث اول: اسلام کا تصور ریاست و حکومت

مبحث دوم: گمراہی کے تدریجی مراحل اور ریاست

مبحث سوم: گمراہی کے تدارک کے لیے ریاستی اقدامات

مبحث اول

اسلام کا تصور ریاست و حکومت

معاشرے کے استحکام میں ریاست امین کا کردار ادا کرتی ہے، یعنی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ تمام وسائل ریاست میں بسنے والے شہریوں کی بنیادی ضروریات کی تکمیل اور ان کی فلاح کے لیے اس طرح استعمال ہوں کہ ایک بہترین اور فلاحی ریاست کا تصور قائم ہو سکے۔

فلاحی ریاست کا تصور:

فلاحی مملکت کے بنیادی اصولوں میں ہر شہری کو بلا امتیاز مذہب، عقیدہ، زبان، لسانیت، قومیت اور رنگ و نسل مساوی شہری حقوق اور انصاف کی فراہمی، دولت کی مساوی تقسیم، وسائل میں منصفانہ شراکت، سماجی ذمہ داریوں کی منصفانہ تقسیم اور طبقاتی فرق کا خاتمہ وغیرہ شامل ہیں۔

مشہور سوشیالوجسٹ ٹی ایچ مارشل [1] کے مطابق:

"The infrastructure of modern welfare state is based upon three basic pillars; democracy, free economy and public welfare programes" [2]

"جدید فلاحی ریاست کا بنیادی ڈھانچہ تین ستونوں جمہوریت، آزاد معیشت اور عوامی فلاح و بہبود کے پروگراموں پر قائم ہوتا ہے"

اسلامی فلاحی ریاست کا تصور:

نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک بندہ مومن کی عقیدت کا تقاضا ہے کہ وہ زندگی کے سارے شعبوں کو آپؐ کے لائے ہوئے نظام کے مطابق ڈھال دے۔ اور اس کی سب سے زیادہ ذمہ داری صاحب اقتدار طبقات پر عائد ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلۡنَٰكَ خَلِيفَةً فِي ٱلۡأَرۡضِ فَٱحۡكُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ بِٱلۡحَقِّ ﴾ [3]

"اے داؤدؑ کوئی شک نہیں کہ بنایا آپؑ کو ہم نے نائب اپنا۔ تو آپؑ فیصلے (حکومت) کرو لوگوں کے بیچ انصاف کے

---

1) ٹی ایچ مارشل ایک مشہور برطانوی ماہر عمرانیات ہیں۔

2) https://doi.org/10.1177%2F13684310022224660 (3 Nov 2020, 8:15 pm)
Research Article: Three Pillars of Welfare State Theory by T.H Marshal

3) سورۃ ص: 38/26

ساتھ"

الغرض اسلام کے نظام سیاست میں حکومت کا بنیادی مقصد احکامات الٰہیہ کا نفاذ، عدل کا قیام، ظلم کا خاتمہ، بھلائیوں کی ترویج اور برائیوں کا تدارک ہے۔ اسلام نے نہ صرف ریاستی تنظیم کا تصور دیتا ہے بلکہ منظم و مربوط ریاستی عمل کو عبادت کا درجہ دیتے ہوئے پسندیدگی کا اظہار کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّٰهُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ أَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُاْ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُواْ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَنَهَوۡاْ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ﴾[1]

"یہ ہیں لوگ ایسے کہ اگر دیں ہم انھیں اقتدار زمین میں تو کریں قائم نماز، ادا کریں زکوٰۃ اور دی حکم بھلائی کا اور روکیں برائی سے"

یعنی نظام عبادت کی پابندی اور نفاذ کے ساتھ اسلامی ریاست کا سب سے اہم کام معاشرے میں نیکی کا فروغ اور برائی کا خاتمہ ہے۔ گویا کہ اسلامی حکومت ایک ایسا ماحول فراہم کرتی ہے جس میں ہر شخص کے لیے حلال طریقوں کے مطابق زندگی گزارنا آسان اور حرام طریقوں کو اختیار کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح کوئی بھی شہری برائی کو قوت اور ہتھیاروں کے ساتھ ختم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لہذا یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون کی قوت سے منکرات کا تدارک کرے۔ اگر حکومت یہ کام چھوڑ دے تو پھر پوری قوم کی ذمہ داری ہے کہ وہ نیکی کے فروغ اور برائی کے خاتمے کے لیے اجتماعی جدوجہد کرے۔ امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے خیر امت قرار دیا ہے۔ اس کا فریضہ منکرات سے روکنا اور بھلائی کی دعوت دینا ہے، جو کہ اصل میں امت مسلمہ کی شناخت اور امتیاز ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ وَتُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ﴾[2]

"تم ہو وہ بہترین گروہ جسے لایا گیا لوگوں کی اصلاح کے لیے۔ تم دیتے ہو حکم نیکی کا اور روکتے ہو بدی سے اور رکھتے ہو ایمان اللہ پر"

یعنی اس آیت مبارکہ کے ذریعے تخلیق امت کو تمام تر فلاح انسانیت سے جوڑ دیا گیا ہے۔

ریاست مدینہ کی ایک جھلک:

مدینہ کی ریاست سے آپؐ اور صحابہ کی منشا رضائے الٰہی کے حصول کے ساتھ ساتھ عوامی بہبود بھی تھا اور اس ریاست کی اساس نسلی و خاندانی تعصب کی بجائے اسلامی وحدت پر مبنی تھی۔ اسی طرح اس منفرد نوعیت کی

---

1) سورۃ الحج: 22/41

2) سورۃ آل عمران: 3/110

ریاست کے منتظم یعنی رسول اللہ ﷺ کا انداز بھی عام حکمرانوں سے بالکل مختلف تھا۔ مدینہ کی اسلامی مملکت نے وجود میں آنے کے بعد نظام صلوٰۃ وزکوٰۃ کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی اہتمام کیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس معاشرے میں ہر طرف ظلم وزیادتی، فحاشی وعریانی، شراب نوشی، قمار بازی، سود خوری اور لوٹ مار کا دور دورہ تھا وہ معاشرہ یکسر تبدیل ہو گیا۔ اور ہر طرف عفت وعصمت، پاکیزگی، خیر خواہی اور نیکی کا دور دورہ نظر آنے لگا۔ اس مثالی ریاست کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

عدل وانصاف:

مدینہ کی ریاست ایک ایسی مثالی ریاست تھی جہاں عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق ایک مسلمان جج کا فیصلہ مسلمان کے لیے گردن زنی اور یہودی کے لیے برات کا تھا۔ اور جب ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے مجرم کے لیے قانون میں رعایت مانگی گئی تو فرمایا آپؐ نے:

((لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا))[1]

"میری بیٹی (فاطمہ بنت محمدؐ) بھی اگر چوری کرے گی تو اس کا میں ہاتھ کاٹ دوں گا"

یہاں تک کہ آپؐ نے بذات خود عمر کے آخری ایام فرمایا کہ اگر میں نے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہو تو بدلہ لے لے۔

نظام تعلیم:

اسلامی ریاست میں نظام تعلیم کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ لہذا آپؐ نے ہجرت سے قبل ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر مدینہ بھیج دیا تھا اور ہجرت کے بعد تو مسجد نبوی کو باقاعدہ درس گاہ کا درجہ حاصل ہو گیا تھا جہاں درس وتدریس کے لیے صفہ کا چبوترہ بنایا گیا تھا۔ عرب میں چوں کہ لکھنے کا رواج نہیں تھا اس لیے مسجد نبوی میں ہی حضرت عبد اللہ بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو لکھنا سکھانے پر مامور کیا گیا۔ خواتین گھریلو صنعتوں کے ساتھ علاج معالجے کا انتظام بھی کیا کرتی تھیں، یہاں تک کہ ایک صحابیہ نے مسجد نبوی ہی میں خیمہ لگا دیا تھا جہاں زخمیوں کی مرہم پٹی کی جاتی تھی۔ دنیاوی علوم سیکھنے کے لیے قیدیوں کی ذمہ داری لگائی گئی کہ انھیں اپنی رہائی کے بدلے مسلمانوں کو پڑھانا ہو گا۔

احتساب:

اگرچہ رسول کریم ﷺ کے عہد میں احتساب کا کوئی مستقل محکمہ قائم نہیں تھا لیکن حضور اکرم ﷺ یہ

---

1) صحیح مسلم، کتاب حدود، باب: قَطْعِ السَّارِقِ الشَّرِيفِ وَغَيْرِهِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُودِ، حدیث:9

ذمہ داری خود انجام دیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((أَنَّهُمْ كَانُوا يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَمْنَعُهُمْ أَنْ يَبِيعُوهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ، حَتَّى يَنْقُلُوهُ حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ))(1)

"ہم لوگ نبیؐ کے زمانہ میں سواروں سے غلہ خریدتے تھے، آپؐ ان لوگوں کے پاس کسی کو بھیجتے جو انہیں غلہ اس جگہ بیچنے سے منع کرے جہاں پر خریدا ہے، جب تک کہ وہ غلہ وہاں منتقل نہ ہو جائے جہاں غلہ بکتا ہے"

اسی طرح آپ ﷺ عمال پر کڑی نگاہ رکھا کرتے تھے اور اگر کسی عامل کی شکایت پہنچتی تو فوراً اس کی تحقیقات کروایا کرتے تھے۔

اقلیتوں کے حقوق:

نبی کریم ﷺ نے اقلیتوں کے جان و مال، عزت و آبرو اور مذہبی حقوق کے تحفظ کو بھی یقینی بنایا۔ جیسا کہ اس روایت سے واضح ہے:

((لاهل الذمه ما اسلمو عليه من ذرايهم و اموالهم و اراضيهم وعبيدهم و مواشيهم، وليس عليهم الا الصدقه))(2)

"ذمی کے لئے وہ کچھ ہے جس کے لئے اس نے اطاعت کی۔ ذمی کی اولاد، اموال، اراضی، غلام اور ان کے مواشی کا خیال رکھو۔ ان پر صدقہ کے سوا کچھ نہیں"

قانون کی عملداری:

مدینہ کی اسلامی ریاست میں بلا امتیاز ہر ایک پر قانون نافذ تھا۔ امیر اور غریب، بڑے اور چھوٹے، سب کے لیے منصفانہ قانون نے اس معاشرے اور ریاست میں انسانیت کا احترام بحال کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ جیسا کہ غزوہ بدر کے موقع پر پیش آنے والے اس واقعہ سے واضح ہے:

" جنگ بدر میں آنحضور ﷺ نے صحابہ کرام کی صف بندی فرمائی صف بندی کے بعد ﷺ نے صفوں کا معائنہ کیا آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی آپ نے دیکھا کہ سواد بن غزیہ صف سے باہر نکلے ہوئے ہیں، آپؐ نے انھیں صف میں سیدھے کھڑے ہونے کا بھی حکم دیا اور لکڑی سے ان کے پیٹ پر ٹھونکا بھی لگایا۔ سواد نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق وعدل کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، آپؐ نے مجھے تکلیف دی ہے مجھے آپؐ بدلہ (قصاص) دیں آنحضور ﷺ نے وہ لکڑی سواد کی طرف بڑھادی اور فرمایا: لو بدلہ لو۔ انھوں نے عرض کیا میرا

---

1) صحیح بخاری، كتاب البيوع، بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الأَسْوَاقِ، حدیث: 2123

2) کنزالعمال: 1/ 96 (حکم الالبانی: حسن، إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، 6/157)

پیٹ تو ننگا تھا اور آپ کے پیٹ مبارک پر آپ کا کرتہ ہے تو حضور ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک اپنے بطن سے اٹھا دیا۔ سواد اگے بڑھے لکڑی ایک جانب پھینکی اور حضور ﷺ کے بطن مبارک کو بوسہ دیا اور پھر آپؐ سے لپٹ گئے۔ تو آپؐ نے پوچھا سواد یہ تم نے کیا کیا؟ انھوں نے جواب میں کہا، جیسا کہ آپؐ دیکھ رہے ہیں کہ کوچ کا وقت آیا چاہتا ہے۔ میں نے چاہا کہ جانے سے پہلے آخری عمل آپؐ کو بوسہ دینا اور آخری لمس جسد مطہر سے چھونا نصیب ہو جائے، سو میں نے یہ تمنا پوری کر لی ہے حضور ﷺ نے ان کے اس جذبہ صادق اور خلوص عمل کو دیکھ کر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی" [1]

معاشی پالیسی:

اسلام نے ہر شعبہ زندگی کی طرح معیشت کی پالیسی بھی بہت واضح انداز میں بیان کی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ ٱلْأَغْنِيَآءِ مِنكُمْ ﴾[2]

"مال صرف تمہارے مالداروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے"

دولت کی گردش اور اس کے ثمرات کا عوام تک پہنچنا معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ضمن میں غیر سودی حلال کاروباری سرگرمیاں اور امراء سے فقراء کی طرف دولت کا بہاؤ وغیرہ اہم معاشی امور ہیں[3] ۔ اسی طرح اس مثالی ریاست میں سود، جوا، رشوت، ذخیرہ اندوزی اور دیگر غیر اخلاقی ذرائع آمدن کو مکمل طور پر ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ مالی بدعنوانی اور کرپشن پر اس حد تک نظر رکھی جاتی تھی کہ حکومتی عہدیداروں کو ملنے والے تحفے بھی بیت المال میں جمع ہوتے تھے۔

پاکیزہ معاشرت:

مدینہ کی اسلامی ریاست بے حیائی، عریانی اور رقص و سرور سے مکمل پاک تھی۔ مردوزن کی مخلوط محفلیں اور راگ رنگ، شراب نوشی اور نشے کی ہر صورت قابل تعزیر جرم تھی۔ شراب پینا ہی جرم نہیں تھا بلکہ شراب بنانا، اس کا فروخت کرنا، اسے لاد کر لے جانا وغیرہ سبھی حرام تھا۔ زنا اور بدکاری کے جرم پر قرآن و سنت کے مطابق غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کو سو کوڑے مارے جاتے اور شادی شدہ بدکاری کے مرتکب مرد و عورت کو سنگسار کرنے کی

---

1) سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، ناصر الدین البانی، حدیث 2091

2) سورۃ الحشر: 59/7

3) جیسے فرمایا نبی ﷺ نے: أَنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، حدیث:1458

حدود جاری کی جاتی تھیں۔ خواتین کو پردے کا حکم دیا گیا اور مرد و عورت دونوں کو نظریں جھکانے کا پابند کیا گیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ يُدۡنِينَ عَلَيۡهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ﴾(1)

"اے نبی ﷺ، فرما دیں اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی خواتین سے کہا اوڑھ لیا کریں اوپر اپنے چادریں اپنی"

جانوروں کے حقوق:

انسان تو انسان نبی کریم ﷺ نے تو جانوروں کے بھی حقوق بیان فرمائے۔ انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

" اگر دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر گیا تو مجھ سے اس کا حساب لیا جائے گا"

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی معروف ہے:

" اگر کسی راستے کے غیر ہموار ہونے کی وجہ سے باربرداری کا کوئی خچر ٹھوکر کھا کر گرا اور زخمی ہو گیا تو عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا بھی حساب لیا جائے گا"

یہ ایک احساس ذمہ داری تھا جس نے مدینہ کی ریاست کو اسلامی اور فلاحی ہونے کے ساتھ جدید ترین ریاست ہونے کا شرف بھی بخشا۔ جہاں راستے بنانے اور ان کو ٹھیک رکھنے کا باقاعدہ شعبہ قائم کر دیا گیا تھا۔

الغرض یہ کہ اسلام کی نظر میں حکومت سے اصل مقصود احکامات الٰہیہ کا عملی نفاذ ہے، ورنہ حکومت تو فرعون اور شداد کو بھی حاصل تھی لیکن ان کی حکومت اللہ کے ہاں سخت ناپسندیدہ تھی جبکہ حکومت و ریاست کا نظم و نسق حضرت داوودؑ، حضرت سلیمانؑ اور خود نبی کریم ﷺ نے بھی چلا کر دکھایا جو کہ بابرکت اور اللہ کے ہاں پسندیدہ حکومتوں کے طور پر جانے جاتے ہیں۔

---

1) سورۃ الاحزاب: 33/59

مبحث دوم

گمراہی کے تدریجی مراحل اور ریاست

گمراہی ایسی خباثت ہے جس کے کئی مراحل ہیں اور ہر مرحلہ دوسرے مرحلے کو تقویت دیتا ہے جیسے فکر و نظر کا بگاڑ قول و فعل کے بگاڑ کی بنیاد ہے کیونکہ انسان کا کردار نظریات کی بنیاد پر پروان چڑھتا ہے۔ پھر ماحول اور حالات اس میں پختگی پیدا کر دیتے ہیں اور انسان کی اپنی کوشش اسے مزید پائیدار بنا دیتی ہے۔ لہذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ گمراہی کو اس کی اگلی مزید خطرناک تدریجی شکل اختیار کرنے سے پہلے ہی روک دینا اور تلف کر دینا ایک بہترین لائحہ عمل ہے جس کے ذریعے گمراہی کی مختلف صورتوں کا تدارک ممکن ہے۔ بصورت دیگر گمراہی افراد سے معاشرے اور معاشرے سے پوری ریاست کو اپنی لپیٹ میں لینے کی صلاحیت رکھتی ہے اور جتنا اسکا پھیلاؤ بڑھتا چلا جاتا ہے اتنا ہی اس کا تدارک مشکل ہوتا چلا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں فرمان ربانی ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَيَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِ وَٱلۡبَغۡيِۚ يَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ ﴾[1]

"بیشک اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور قریبیوں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور فحشاء، منکر اور بغی سے روکتا ہے، اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے، تاکہ تم نصیحت مانو"

مفتی محمد شفیع اس آیت کی حوالے سے فرماتے ہیں:

"یہ آیت قرآن کریم کی جامع ترین آیت ہے جس میں پوری اسلامی تعلیمات کو چند الفاظ میں سمو دیا گیا ہے اسی لیے سلف صالحین کے عہد مبارک سے آج تک دستور چلا آرہا ہے کہ جمعہ و عیدین کے خطبوں کے آخر میں یہ آیت تلاوت کی جاتی ہے"[2]

اس آیت مبارکہ میں تین قسم کی برائیاں بیان کی گئی ہیں الفحشاء، المنکر اور البغی۔ اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ تینوں اپنی اپنی جگہ برائیوں اور گمراہیوں میں ہی شمار کی جاتی ہیں لیکن دوسری طرف یہ تینوں گمراہی میں تدریجا اضافہ سے بننے والی صورت حال کی عکاس بھی ہیں۔ اس معاملہ کی وضاحت درج ذیل ہے:

---

1) سورۃ النحل: 16/90

2) تفسیر معارف القرآن: 5/387

الفحشاء:

یہ لفظ فحش سے نکلا ہے جس کی جمع فواحش ہے۔ اس کے معنی حدود سے تجاوز کرنے کے ہیں۔ دوران گفتگو ادب و احترام کی حدود کو پھلانگ جانا بھی فحشاء ہی کے ضمن میں آتا ہے۔ اور قرآن مجید میں فحشاء کے مقابلے میں عدل کا لفظ آیا ہے۔ لہٰذا فحش کے معنی اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے کے ہیں۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقۡرَبُواْ ٱلزِّنَىٰٓۖ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةٗ وَسَآءَ سَبِيلٗا ﴾[1]

"اور بدکاری کے قریب نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی اور بری راہ ہے"

نیز فرمایا:

﴿ وَلَا تَقۡرَبُواْ ٱلۡفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَۖ ﴾[2]

"تم فواحش کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ کھلے ہوں یا ڈھکے چھپے"

الغرض قرآن مجید میں فحش کا لفظ مختلف جگہوں پر مختلف معانی میں آیا ہے۔ نیز لفظ فواحش اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فاحشہ صرف زنا ہی نہیں بلکہ دوسرے بے حیائی کے کام بھی فاحشہ میں داخل ہیں۔ اور اس کا اطلاق فحش گوئی اور فحش کاری پر بھی ہوتا ہے جس کی ہر نوع سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو باز رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

المنکر:

فحشاء کے بعد جس چیز سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے وہ منکر ہے۔ اس کے لغوی معنی اجنبی یا انجان کے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں معروف یعنی شناسا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی جو کام ناپسند کیا جاتا ہے اور جس کا مرتکب نگاہوں سے گر جاتا ہے اس کو منکر کہتے ہیں۔ رزائل کے لئے قرآن پاک میں سب سے عام لفظ منکر ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَانُواْ لَا يَتَنَاهَوۡنَ عَن مُّنكَرٖ ﴾[3]

"وہ ایک دوسرے کو برائی سے منع نہ کرتے تے"

---

1) سورۃ الاسراء: 17/32

2) سورۃ الانعام: 6/151

3) سورۃ المائدۃ: 5/79

اسی طرح شیطان کی پیروی کو بھی فحشاء اور منکر سے تعبیر کیا گیا ہے:

﴿ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ﴾[1]

"اور جو کوئی شیطان کے نقش قدم کی پیروی کرے گا تو شیطان تو اسے بے حیائی اور برائی ہی کا حکم دے گا"

الغرض منکر ایک ایسا وسیع لفظ ہے جو ہر قسم کی برائیوں، بے حیائیوں، ناپسندیدہ اور غیر مانوس افعال کا احاطہ کرتا ہے۔

البغی:

قرآن مجید میں بغی کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ ﴾[2]

"ہم دو جھگڑنے والوں نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے"

قرآن مجید میں بغیا کا لفظ بدکاری کے معنوں میں بھی آیا ہے:

﴿ قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴾[3]

"بولیں کہ میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں"

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ بَغْيًا ﴾[4]

"یعنی جو کچھ اللہ نے اتارا ہے اس سے انکار کرتے ہیں، ضد کی وجہ سے"

بغی کے بارے میں ابن کثیر فرماتے ہیں:

(فأما البغي فهو عدوان على الناس)[5]

"یعنی لوگوں پر ظلم و زیادتی بغی ہے"

گویا کہ البغی کے معنی ہیں، لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنا، میانہ روی کی حد سے بڑھنے کی کوشش کرنا، کسی چیز کی

---

1) سورۃ النور: 24/21

2) سورۃ ص: 38/22

3) سورۃ مریم: 19/20

4) سورۃ البقرۃ: 2/90

5) تفسیر ابن کثیر، الدمشقی، اسمٰعیل بن عمر بن کثیر، ترجمہ: مولانا محمد جوناگڑھی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2/82

طلب کے لئے انتہائی کوشش کرنا، حدود شکنی، بغاوت اور ناجائز ضد کرنا وغیرہ۔

الفحشاء والمنکر والبغی کا باہمی تعلق:

درج بالا تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ الفحشاء والمنکر والبغی دراصل بگاڑ اور گمراہی کی تدریجی شکلیں ہیں۔ یعنی فحشاء میں جس برائی کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ صرف ایک فرد کی ذات تک محدود ہے۔ مثلاً زنا، برہنگی، جھوٹی تہمت، شراب نوشی، چوری وغیرہ۔ اور منکر میں پوری جماعت کی معاشرتی زندگی شامل ہوتی ہے۔ ایسی زندگی جو ناپسندیدہ افعال، ظلم وستم، سنگدلی، برائیوں اور بے حیائیوں پر مبنی ہو۔ جبکہ بغی میں ایسی گمراہیاں شامل ہیں جو جماعت سے بھی آگے بڑھ کر پورے ملک وریاست کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ مثلاً رہزنی، قتل وغارت، ڈاکہ، بدعنوانی، دہشت گردی اور اس نوع کے دوسرے افعال جن سے اجتماعی ریاستی زندگی متاثر ہوتی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد الفحشاء والمنکر والبغی کے باری میں فرماتے ہیں:

"جن چیزوں سے منع فرمایا گیا ہے ان میں سب سے پہلے بے حیائی ہے۔ حیا گویا انسان اور ہر برے کام کے درمیان پردہ ہے۔ جب تک یہ پردہ قائم رہتا ہے انسان عملی طور پر برائی سے بچا رہتا ہے' اور جب یہ پردہ اٹھ جاتا ہے تو پھر انسان بے شرم ہو کر آزاد ہو جاتا ہے۔ پھر وہ " بے حیا باش وہر چہ خواہی کن!" کا مصداق بن کر جو چاہے کرتا پھرتا ہے۔ بے حیائی کے بعد منکر سے منع کیا گیا ہے۔ منکر ہر وہ کام ہے جس کے برے ہونے پر انسان کی فطرت گواہی دے۔ تیسرا ناپسندیدہ عمل یا جذبہ البغی یعنی سرکشی ہے۔ یہ سرکشی اگر اللہ کے خلاف ہو تو بغاوت ہے اور یوں کفر ہے' اور اگر یہ انسانوں کے خلاف ہو تو اسے " عدوان " کہا جاتا ہے یعنی ظلم اور زیادتی۔ بہر حال ان دونوں سطحوں پر یہ انتہائی ناپسندیدہ اور مذموم جذبہ ہے۔"(1)

مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا خرابیاں ایسی ہیں جن کی بدولت فرد اور اجتماعیت دونوں کو ہر لمحہ مادی اور روحانی نقصان پہنچنے کا احتمال رہتا ہے۔ اگر اس نوعیت کے اعمال وافکار کسی قوم میں جڑ پکڑ لیں اور ان پر گرفت کرنے والا کوئی نہ ہو تو پوری قوم اس کی لپیٹ میں آجاتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا معاشرہ اور ریاست تباہی اور بربادی کا شکار ہو جاتی ہے۔ قوم کی دینی اور دنیوی ترقی کی راہیں گم ہو جاتی ہیں اور خیر وسعادت کا دروازہ اس پر بند ہو جاتا ہے۔

---

1) تفسیر بیان القرآن، جلد 4

مبحث سوم

گمراہی کے تدارک کے لیے ریاستی اقدامات

فرد اور معاشرہ دونوں کو خود احتسابی اور اصلاح کے عمل سے گزرتے رہنا چاہیے۔ دنیا میں کامیاب فرد اور اجتماعیت صرف وہی ہو سکتی ہے جو اپنے اندر اصلاح کرنے کی طاقت اور صلاحیت رکھتے ہوں۔ جو لوگ خود کو اصلاح سے بالاتر نہیں سمجھتے اور خود احتسابی اور سیکھنے کا عمل جاری رکھتے ہیں وہ تیزی کے ساتھ ترقی کی منازل طے کرتے ہیں۔ گمراہی کی روک تھام کے لیے اگر مربوط اور مؤثر انتظام نہ کیا جائے تو یہ ایک کے بعد دوسری شکل اختیار کرتے ہوئے اور ایک مرحلہ طے کرنے کے بعد دوسرے مرحلے میں داخل ہوتے ہوئے فرد، معاشرہ اور بالآخر پورے ملک و ریاست کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور اس کا ہر نیا مرحلہ سابقہ مرحلے سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ لہذا "ریاست کی ذمہ داری صرف لوگوں کی مادی ضروریات پوری کرنا ہی نہیں ہے۔ بلکہ ان کی اخلاقی تربیت، کردار سازی اور گمراہی کی مختلف صورتوں سے انھیں بچانے کے لیے ضروری اقدامات کرنا بھی ریاست کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ ان اقدامات سے نہ صرف یہ کہ ریاست میں امن و امان اور خیر خواہی پروان چڑھتی ہے بلکہ عوام الناس کی اخروی نجات کی راہ بھی ہموار ہوتی ہے"[1]۔ ریاست کے پاس چونکہ تمام وسائل و ذرائع کے ساتھ ساتھ قوت نافذہ بھی ہوتی ہے لہذا اگر ریاست شعوری طور پر لوگوں کی فکری و عملی تربیت، اصلاح معاشرہ اور گمراہیوں کے تدارک کے لیے اقدامات کرے تو یہ انتہائی تیزی سے اثر انداز ہونے والا طریقہ ہے۔ تمام تر وسائل و ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے گمراہی کے تدارک کے لیے ریاست و حکومت کی چند اہم و بنیادی نوعیت کی ذمہ داریاں درج ذیل ہیں۔

مقصد حیات کی ترویج و تشویق:

اگر انسان کے سامنے کوئی واضح نصب العین نہ ہو تو اس کی زندگی محض کھانے پینے اور خواہشات کی تکمیل سے عبارت ہو کر رہ جاتی ہے۔ یا پھر انسان دوسری انتہا کا شکار ہو جاتا ہے یعنی خواہشات و لذات سے بالکل ہی کنارہ کش ہو کر رہبانیت اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن اسلام ان دونوں انتہاؤں سے یکسر مختلف ایک متوازن تصور حیات فراہم کرتا ہے۔ اور انسان کو اطاعت رب کی صورت میں ایک درست مقصد حیات کو اختیار کرنے اور اس راستے میں آنے والی ہر مشکل کو آزمائش سمجھ کر اس کا مقابلہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

1) اسلامی ریاست، مودودی، سید ابو الاعلیٰ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1967ء، صفحہ 403

﴿ قُلۡ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحۡيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴾(1)

"یعنی میری نماز قربانی اور حیات وممات سب اللہ ہی کے لئے ہیں"

اسی طرح فرمایا:

﴿ وَمَا خَلَقۡتُ ٱلۡجِنَّ وَٱلۡإِنسَ إِلَّا لِيَعۡبُدُونِ ﴾(2)

"میں نے پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت اپنی کے لیے"

ایک دوسرے مقام پر یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَعۡبُدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ حَرۡفٖۖ فَإِنۡ أَصَابَهُۥ خَيۡرٌ ٱطۡمَأَنَّ بِهِۦۖ وَإِنۡ أَصَابَتۡهُ فِتۡنَةٌ ٱنقَلَبَ عَلَىٰ وَجۡهِهِۦ خَسِرَ ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةَۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلۡخُسۡرَانُ ٱلۡمُبِينُ ﴾(3)

"اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی عبادت کنارے پر (کھڑا ہو کر) کرتا ہے۔ اگر اسے کوئی فائدہ پہنچ گیا تو مطمئن ہو گیا اور اگر کوئی آزمائش آ گئی تو منہ پھیر کر (کفر کی طرف) چل دیا۔ اس نے دنیا (بھی) کھوئی اور آخرت (بھی)۔ یہی ہے صریح خسارہ"

یہ آیات انسان کے مقصد حیات کو واضح کرتی ہیں کہ انسان کا اصل مقصد حیات زندگی کے ہر معاملے اور ہر گوشے میں اللہ کی مکمل اطاعت کرنا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو انسان کو جینے کے لیے ایک ایسا بڑا اور عظیم الشان مقصد دے دیا گیا ہے جس کی تکمیل کے لیے اسے خوب محنت کرنا پڑتی ہے، سیکھنے اور عمل کرنے کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور اس دوران آسان و مشکل نظر آنے والے ہر طرح کے اعمال کو صبر و استقامت کے ساتھ انجام دینا پڑتا ہے۔ گویا کہ اسلام کا مقصد حیات انسان کو ذہنی و جسمانی اعتبار سے انتہائی درجہ تک متحرک رکھتا ہے۔

خیر وشر کی تمیز:

خیر کے معنی بھلائی کے ہیں اور شر اس کی ضد ہے، خیر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو انسان کے لئے انفرادی یا اجتماعی اعتبار سے افادیت کی حامل ہو۔ یہ افادیت مادی بھی ہو سکتی ہے اور روحانی بھی، دنیوی بھی اور اخروی بھی۔ اور شر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو انسان کے لئے انفرادی یا اجتماعی لحاظ سے نقصان دہ ہو۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی خیر و شر کے حوالے سے فرماتے ہیں:

---

1) سورۃ الانعام: 6/162

2) سورۃ الذاریات: 51/56

3) سورۃ الحج: 22/11

"حق و باطل، خیر و شر اور اخلاق و غیر اخلاقی کی تمیز اور پہچان انسان کے اندر ایک فطری قوت کے طور پر موجود ہوتی ہے اور یہ قوت خالق کی طرف سے اسی طرح عطا کی گئی ہے جیسے آنکھیں، کان، وغیرہ دیے گئے ہیں۔ اسی قوت کے ذریعے انسان کسی بھی شے کے قبیح یا مستحسن ہونے کا فیصلہ کرتا ہے"۔[1]

جس معاشرہ میں خیر و شر کی تمیز مٹ جائے، افراد کی نظر میں نیکی نیکی اور بدی بدی نہ رہے اور لوگ صرف ظاہری منفعت کے زیر اثر کام کرتے ہوئے نظر آئیں تو ایسے معاشرے ضلالت و گمراہی اور زوال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ صورت حال اس وقت مزید خراب ہو جاتی ہے جب معاشرے کا وہ طبقہ جو خیر و شر کی تمیز رکھنے کے باوجود شر کے غلبے اور اخلاقی اقدار کو مٹتے دیکھ کر ہمت ہار جائے اور کنارہ کشی اختیار کر لے۔ ایسے حالات میں اصلاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی اور بالآخر معاشرہ تباہی اور بربادی کا شکار ہو جاتا ہے۔

عقائد و ایمانیات کی اصلاح:

اصلاح و تربیت کے ضمن میں عقائد و ایمانیات بنیادی اہمیت کے حامل امور ہیں۔ یعنی افراد کے ذہنوں میں خالق و مالک کا صحیح تصور اور رسالت و آخرت جیسے بنیادی عقائد کی اہمیت اجاگر کی جائے۔ نیز شرک و الحاد اور بے عملی کے رجحانات سے اجتناب کی ہر ممکن ترغیب دی جائے۔

شیخ صالح العثیمین عقیدہ کی اہمیت و مقصد کچھ اس انداز سے بیان فرماتے ہیں:

"جس کا دل اسلامی عقیدے سے خالی ہو وہ یا تو ہر عقیدے سے محروم اور صرف حسی چیزوں کی پرستش کرنے والا ہوتا ہے یا پھر عقائد کی گمراہیوں اور خرافات کے آسیب کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اسلامی عقیدے کا حامل کسی نفسی اور فکری بے چینی کا شکار نہیں ہوتا، کیونکہ یہ عقیدہ اُس کے اور اس کے خالق حقیقی کے درمیان ایک مضبوط تعلق اور رابطہ ہے، چنانچہ وہ اپنے خالق کے رب، مدبر اور حاکم ہونے پر راضی ہو جاتا ہے، لہٰذا اس کا دل اپنے رب کی قضا و قدر یعنی اس کے فیصلے اور تقدیر سے مطمئن ہو جاتا ہے"۔[2]

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا باقاعدہ اہتمام:

معاشرے میں ایک ایسا ادارہ کی تشکیل دیا جائے جو اصلاح اور فساد کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ایسے اقدامات تجویز کرے جن سے بگاڑ کی روک تھام ہو سکے۔ جیسا کہ فرمایا:

---

1) اخلاق و فلسفہ اخلاق، ص:112

2) اسلام کے بنیادی عقائد، العثیمین، محمد بن صالح، دارالسلام، ریاض۔ لاہور، 2006ء

﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ﴾ (1)

"تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے جو بھلائی کی طرف بلائے، اچھے کاموں کا حکم دے اور برائی سے روکے یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"

اس طرح اگر معاشرے کا صالح عنصر جمع ہو جائے اور اس کا اپنا ذاتی اور اجتماعی رویہ راستبازی، حق پسندی، انصاف، خلوص اور دیانتداری پر مضبوطی سے قائم ہو جائے تو منظم نیکی کے سامنے منظم بدی اپنی کثرت کے باوجود شکست کھا جائے گی۔ اس کے برعکس اگر خیر کے علمبردار میدان میں ہی نہ آئیں تو لازم ہے کہ میدان شر کے علمبرداروں کے ہاتھ میں ہی رہے گا۔

حکمرانوں کا ذاتی کردار:

اصلاح کا نفاذ کرنے والے کا خود بھی صالح ہونا انتہائی ضروری ہے۔ لہٰذا حکومت ایسے لوگوں کی ہونی چاہیے جو خیر کا قیام کریں اور شر کو روکیں۔ اور حکمرانوں کی اچھے اثرات عوام وریاست پر پڑ سکیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے النَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ یعنی لوگ اپنے حکمرانوں کے دین پر ہوا کرتے ہیں۔ جیسے فرمایا نبی کریم ﷺ نے:

((الْإِسْلَامُ وَالسُّلْطَانُ أَخَوَانِ تَوْأَمَانِ لَا يَصْلُحُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا إِلَّا بِصَاحِبِه فَالإِسْلَامُ أُسٌّ وَالسُّلْطَانُ حَارِسٌ وَّمَا لَا أُسَّ لَهُ هَادِمٌ وَّمَا لَا حَارِسَ لهُ ضَائِعٌ)) (2)

"ریاست و حکومت اور اسلام ہیں جڑواں بھائی، دوسرے کے بغیر نہیں زندہ رہ سکتا کوئی ایک، پس مثال اسلام کی ہے مانند ایک عمارت کے، نگہبان جس کی حکومت ہے۔ نہ ہو بنیاد جس عمارت کی گر جاتی ہے وہ اور لوٹ لیا جاتا ہے وہ جس کا نہ ہو نگہبان"

قوم کے بننے اور بگڑنے کی ذمہ داری اس کے علماء اور امراء پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ زمام کار انہی لوگوں کے ہاتھ ہوتی ہے۔ اگر حکمران صالح ہوں تو وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا باقاعدہ اہتمام کریں گے اور اس ضمن میں آنے والی سفارشات پر عمل درآمد کو یقینی بنا کر خیر پر مبنی معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

---

1) سورۃ ال عمران:3/104

2) الفردوس بماثور الخطاب، أبو شجاع الدیلمی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1986ء، 1/117 (امام حسن بن محمد الصغانی نے الْمُلْكُ وَالدِّينُ تَوْأَمَانِ کے الفاظ نقل کرتے ہوئے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے، الموضوعات للصغانی، ص36)

ذرائع ابلاغ کا استعمال:

دور حاضر میں نشر واشاعت کے ذرائع عوامی رجحانات کو بدلنے اور نیا رخ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ معاشرے کے اندر مختلف انواع واقسام کے رجحانات کی ترویج میں ان اداروں کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ ان ذرائع ابلاغ کو استعمال کرتے ہوئے معاشرے کا اجتماعی شعور اس انداز سے بیدار کیا جائے کہ کوئی شخص بھی بگاڑ کی طرف مائل نہ ہو۔ اور پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کو منکرات کی تشہیر و ترویج سے پاک کرتے ہوئے ان کے ذریعہ دینی اقدار اور اسلامی طرز حیات کی تفہیم کو فروغ دیا جائے۔ جس کا حکم اللہ نے نبی ﷺ کو یوں دیا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ ﴾[1]

"اے نبی ﷺ، نازل کیا گیا جو بھی کچھ آپؐ پر رب کی طرف سے آپؐ کے، پہنچا دیں وہ لوگوں تک"

لہذا خیر وفلاح کی ترویج کے لیے جدید ذرائع ابلاغ کو بروئے کار لانا اہم حکومتی ذمہ داری ہے۔

مساجد کی مرکزی اصلاحی حیثیت:

معاشرے میں مسجد کی دینی اور سماجی حیثیت کو اجاگر کیا جائے اور اصلاح معاشرہ کے لئے مسجد کو مرکزی حیثیت دی جائے تاکہ مسجد سے تعلق مضبوط ہو اور مساجد پورے معاشرے پر اثر انداز ہونے کی صلاحیتوں کی حامل ہو کر اپنا بھرپور اصلاحی کردار ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔ اور یہی نبوی منہج اور آسان طریقہ تعلیم بھی ہے۔

مولانا ظفیر الدین نوڈیہاوی[2] فرماتے ہیں:

"ایک گھر میں ایک خدا کی عبادت کے لیے جمع ہونا دنیاوی اختلافات کے خاتمے، ایک امام کی اتباع مساوات اور نظم جماعت کی پابندی آپس میں محبت والفت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اسی طرح محلہ کی سطح پر روزانہ میل ملاقات، جامع مسجد، عیدین اور حج وعمرہ کے مواقع پر باہمی رابطہ کی تدریجی صورتیں انفرادی واجتماعی مسائل کے حل اور تربیت کا فطری اور قابل عمل ذریعہ ہیں۔"[3]

تعلیمی ادارے:

تعلیمی ادارے اصلاح معاشرہ میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ معاشرے کے اجتماعی شعور اور انفرادی تشخص کے ارتقاء کا دارومدار تعلیمی اداروں پر ہے جہاں اساتذہ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ لہذا ایسے اساتذہ کا انتظام کیا

---

1) سورۃ المائدۃ: 5/67

2) مولانا ظفیر الدین نوڈیہاوی، صدر دار لعلوم معینیہ، بہار، بھارت

3) اسلام کا نظام مساجد، نوڈیہاوی، ظفیر الدین، مولانا، دار الاشاعت، کراچی، 1975ء، ص ص: 69، 70

جائے جو طلباء میں اسلامی اقدار کو راسخ کر سکیں۔ اس کے علاوہ تعلیمی اداروں میں نصابات کی بھی جانچ پڑتال کی جائے اور ایسی تمام چیزیں جو دین کی روح کے منافی ہوں، ان کو پڑھاتے وقت تنقیدی طریقہ اختیار کیا جائے تاکہ طالب علم ان کی حقیقت سے واقف ہو جائیں، نیز ان داروں میں بنیادی دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے تاکہ طلباء اسلام کی اصلیت اور اس کی روح سے مکمل واقفیت حاصل کر سکیں۔ یہی ادارے حکمرانوں کے لیے اصلاح کے اہم ذرائع ہیں۔ جیسا کہ ایک موقع پر فرمایا آپؐ نے:

((مَا مِنْ عَبْدٍ اسْتَرْعَاهُ اللَّهُ رَعِيَّةً، فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ، إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ))[1]

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی رعایا کا حکمران بنائے مگر اس نے رعایا کو نیکی کی تلقین نہ کی تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا"

معاشی انصاف:

دولت اور وسائل دولت پر تصرف اس طرح ہو کہ معاشرے میں معاشی ناانصافی، اسراف و تبذیر، بخل و ظلم اور ارتکاز دولت کی روک تھام ہو سکے۔ حکومت ان تمام ذرائع پر پابندی عائد کر دے جو عوامی بہبود کے لئے ضرر رساں ہیں جیسے معاشی نظام میں سود، احتکار و اکتناز، رشوت اور لوٹ کھسوٹ وغیرہ کی تمام صورتیں قانونی طور پر بند کر دی جائیں تاکہ معاشرہ طبقاتی تقسیم کا شکار نہ ہو۔

حدود و تعزیرات:

معاشرے کی اصلاح کے لیے حدود و تعزیرات کا نظام بھی قائم کیا جائے۔ جن کے ذریعے معاشرہ کو ان افراد سے محفوظ کیا جائے جو تعلیمی ترغیبات اور اخلاقی ذرائع سے اصلاح قبول نہ کریں اور معاشرے کے قانون کی خلاف ورزی کریں۔ حدود و تعزیرات کے نفاذ سے سماجی جرائم کا خاتمہ ہو گا اور معاشرہ غیر صالح عناصر کی شر انگیزیوں سے محفوظ رہ سکے گا۔

ٱدۡخُلُواْ فِي ٱلسِّلۡمِ كَآفَّةً[2]:

سب سے آخری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ملک کا پورا نظام اسلامی ہو جس میں افراد اور معاشرہ روح دین سے سرشار ہوں اور غیر اسلامی نظریات سر اٹھانے کی جرات نہ کر سکیں۔ اور نظام کی تشکیل اس طرح سے ہو کہ غیر اسلامی نظریات کی بجائے اسلامی تعلیمات کی گرفت مضبوط ہو سکے۔

---

1) صحیح بخاری، کتاب الاحکام، بَابُ مَنِ اسْتُرْعِيَ رَعِيَّةً فَلَمْ يَنْصَحْ، حدیث:7150

2) سورۃ البقرۃ: 2/208

خلاصہ بحث:

الغرض اسلامی نظام حیات میں عبادت کے ساتھ ساتھ معاملات ومعاشرت اور اخلاقیات کو بھی بنیادی اہمیت کا درجہ حاصل ہے۔ جس طرح اسلام کا اپنا نظام معیشت اور اپنے اقتصادی اصول ہیں، اسی طرح اسلام کا اپنا نظام سیاست وحکومت بھی ہے۔اسلامی نظام حکومت کے تصور میں مملکت اور مذہب ودین دونوں ساتھ ہی چلتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکمیل اور مدد کرتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔یعنی دین کے کمزور ہونے سے حکومت اور دین کی حمایتی حکومت کی کمزوری سے دین کمزور ہو جاتا ہے۔ نیز اسلام کا نظام سیاست وحکمرانی ہر طرح کے نقائص ومفاسد سے پاک ہے۔اوراللہ کے ہاں پسندیدہ لوگ وہ ہیں کہ اگر انہیں حکومت ملے تو وہ عیش وعشرت میں مبتلا ہونے، تعمیرات میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے، سرمایہ جمع کرنے اور اعلیٰ سواریوں کے شوق پورے کرنے کی بجائے اللہ کے احکامات کی ترویج، عمل درآمد اور نفاذ کو یقینی بنائیں۔ تاکہ لوگ گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکنے کی بجائے ہدایت کے نور اور ثمرات سے فیضیاب ہو سکیں۔

نتائج وسفارشات

نتائج

گمراہی کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد سامنے آنے والے نتائج درج ذیل ہیں:

1۔ گمراہی کے لیے عربی زبان میں ضلال کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کے مختلف مفاہیم اور جہات ہیں۔ مقالہ ہذا میں ضلال کی جس خاص جہت کو موضوع بحث بنایا گیا ہے اس کے مطابق ہدایت کے راستے سے ہٹ جانا گمراہی ہے۔

2۔ گمراہی کے مختلف درجات ہیں جیسے دل کی سختی (نیکی کی طرف رغبت نہ ہونا)، دل کی تنگی (نیکی کرنا انتہائی مشکل معلوم ہونا) اور بالآخر دل کا مقفل وزنگ آلود ہو جانا (ہدایت کے امکان کا مسدود ہونا) وغیرہ۔

3۔ گمراہ وہی ہوتا ہے، جو اپنے لیے گمراہی پسند کرتا ہے، جس کا اظہار وہ گمراہی کی طرف رغبت سے ظاہر کرتا ہے اور یکے بعد دیگرے ہدایت کے تمام دروازے اپنے لیے بند کرتا چلا جاتا ہے اور بالآخر گمراہی کے گہرے دلدل میں پھنس جاتا ہے۔

4۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کو ترک کر دینا معاشرتی گمراہیوں کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔ اس کا باقاعدہ نظام رائج نہ ہونا گمراہیوں کے فروغ کا باعث بنتا ہے۔

5۔ سود کی بیشتر نئی صورتیں جیسے کریڈٹ کارڈ اور تجارتی رسیدوں کی خرید و فروخت کا عام ہو جانا وغیرہ معاشی گمراہی کی جدید شکلیں ہیں۔

6۔ سرکاری عہدوں اور ریاستی اداروں کو ذاتی مفاد کے لیے استعمال کرنا سیاسی گمراہی کی معاصر شکل ہے۔

7۔ الیکٹرانک و سوشل میڈیا کے ذریعے مخلوط محافل، فحاشی اور بے پردگی کی تشہیر بے حیائی اور برائی کے پھیلاؤ کے بنیادی اسباب اور گمراہی کی معاصر صورتیں ہیں۔

8۔ گمراہی جب اجتماعی صورت اختیار کر لیتی ہے، تو اجتماعی آفات و بلیات کے نزول کا باعث بنتی ہے۔

9۔ والدین اور اساتذہ کا قرآن و سنت کی تعلیمات سے آراستہ و تربیت یافتہ نہ ہونا گمراہی کے روک تھام کے لیے ناکافی ہے۔

10۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کا عملی نفاذ نہ ہونا گمراہی کے پھیلاؤ کا بنیادی سبب ہے۔

سفارشات

مقالہ تحقیق سے حاصل شدہ نتائج کی روشنی میں چند تجاویز و سفارشات درج ذیل ہیں:

1۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کو بتدریج قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کے لیے تھنک ٹینک قائم کیے جائیں۔

2۔ مذہبی امور کی وزارت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے باقاعدہ ادارہ قائم کرے اور اسے فعال و متحرک بنایا جائے۔

3۔ جو والدین اور اساتذہ کو قرآن و سنت کی تعلیمات سے آراستہ کرنے کے لیے خصوصی تربیتی پروگرامات ترتیب دیں۔

4۔ انسداد گمراہی کے تناظر میں والدین اور اساتذہ کی تربیت کے لیے مختلف پہلوؤں کو زیر بحث لایا جائے۔

5۔ پرنٹ / الیکٹرانک اور سوشل میڈیا سے غیر اخلاقی مواد کی تشہیر اور نشر و اشاعت پر پابندی عائد کی جائے۔

6۔ فحاشی و بے حیائی کو فیشن بننے سے روکنے کے لیے سرکاری و نجی دفاتر اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں ضابطہ لباس (Dress Code) رائج کیا جائے۔

7۔ سود کے برے اثرات کی تدارک کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے پیش کی گئی سفارشات پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔

8۔ جنسی جرائم، کرپشن اور دہشت گردی جیسی گمراہیوں میں ملوث افراد کو سزائیں نہ ملنا ان گمراہیوں میں اضافہ کا باعث ہے۔ لہذا ان سزاؤں کے فوری نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔

9۔ تعلیمی اداروں میں ترجمہ قرآن مجید، احادیث اور سیرت النبی ﷺ کے ساتھ عربی زبان وادب کی تعلیم کو خصوصی اور لازمی توجہ دی جائے، جو گمراہی کا بہترین علاج ہے۔

10۔ نیز نصاب تعلیم میں بتدریج ان مضامین کی شمولیت کے ساتھ مختلف مراحل میں ان موضوعات پر تحقیقی مضامین لکھنے کے مقابلے کروائے جائیں۔

11۔ سزاؤں پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجوہات اور معاشرے پر اس کے منفی اثرات کے ضمن میں بھی سیر حاصل تحقیقی کام کو موضوع بحث بنایا جائے۔

12۔ اس حوالے سے "تعلیمی اداروں میں یونیفارم کی پابندی، شخصی آزادی پر قدغن یا اصلاحی اقدام" کے عناوین کے تحت تحقیقی کام اور مقالات لکھنے کے مقابلے منعقد کروائے جائیں۔

13۔ والدین اور اساتذہ کے لیے ضروری ہے کہ دوران تربیت بچوں اور نوجوانوں کے دل و دماغ میں فکر آخرت کو راسخ کرنے کی طرف خصوصی توجہ دیں۔

14۔ انسداد گمراہی کے تناظر میں والدین اور اساتذہ کی تربیت کے لیے مختلف پہلوؤں کو تحقیق کا موضوع بنایا جائے۔

فہارس

فہرست آیات

فہرت احادیث

فہرست اعلام

فہرست مصادر ومراجع

فہرست آیاتِ قرآنیہ

نمبر شمار	فہرست آیات	سورۃ: آیت نمبر	صفحہ
1	ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ	الفاتحۃ:۶	20
2	صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ	الفاتحہ: ۷	14
3	خَتَمَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ	البقرۃ:۷	129
4	بِئْسَمَا ٱشْتَرَوْا۟ بِهِۦٓ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا۟ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ	البقرۃ:۹۰	214
5	كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱلْكِتَٰبَ	البقرۃ:۱۵۱	183
6	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَعِينُوا۟ بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ	البقرۃ:۱۵۳	189
7	إِنَّ فِى خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ وَٱلْفُلْكِ ٱلَّتِى تَجْرِى فِى ٱلْبَحْرِ	البقرۃ:۱۶۴	180
8	وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُوا۟ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُوا۟ بَلْ نَتَّبِعُ مَآ أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ ۗ	البقرۃ:۱۷۰	39
9	لَّيْسَ ٱلْبِرَّ أَن تُوَلُّوا۟ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ	البقرۃ:۱۷۷	88
10	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ	البقرۃ:۲۰۸	221
11	وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ ٱللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ	البقرۃ:۲۴۷	103
12	لَآ إِكْرَاهَ فِى ٱلدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشْدُ مِنَ ٱلْغَىِّ ۚ فَمَن يَكْفُرْ بِٱلطَّٰغُوتِ وَيُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ	البقرۃ:۲۵۶	8, 15, 27،45
13	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُبْطِلُوا۟ صَدَقَٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ كَٱلَّذِى يُنفِقُ مَالَهُۥ	البقرۃ:۲۶۴	41
14	لَّيْسَ عَلَيْكَ هُدَىٰهُمْ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِى مَن يَشَآءُ ۗ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ	البقرۃ:۲۷۲	24،6
15	ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ ٱلرِّبَوٰا۟ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِى يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَٰنُ	البقرۃ:۲۷۵	94،93
16	يَمْحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰا۟ وَيُرْبِى ٱلصَّدَقَٰتِ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ	البقرۃ:۲۷۶	93
17	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَذَرُوا۟ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓا۟ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ	البقرۃ:۲۷۸ – ۲۷۹	93
18	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَٱكْتُبُوهُ ۚ	سورۃالبقرۃ:۲۸۲	14
19	لِّلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۗ وَإِن تُبْدُوا۟ مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ	البقرۃ:۲۸۴	87
20	وَلَا تُؤْمِنُوٓا۟ إِلَّا لِمَن تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ ٱلْهُدَىٰ هُدَى ٱللَّهِ أَن يُؤْتَىٰٓ أَحَدٌ مِّثْلَ	آل عمران:۷۳	6
21	كَيْفَ يَهْدِى ٱللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا۟ بَعْدَ إِيمَٰنِهِمْ وَشَهِدُوٓا۟ أَنَّ ٱلرَّسُولَ حَقٌّ	آل عمران:۸۶	40
22	وَٱعْتَصِمُوا۟ بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۟ ۚ وَٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَآءً	آل عمران:۱۰۳	133
23	وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ٱلْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۚ	آل عمران:۱۰۴	219،79
24	كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ	آل عمران:۱۱۰	،80،34 207،198

25	ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ ٱلذِّلَّةُ أَيۡنَ مَا ثُقِفُوٓاْ إِلَّا بِحَبۡلٖ مِّنَ ٱللَّهِ وَحَبۡلٖ مِّنَ ٱلنَّاسِ وَبَآءُو بِغَضَبٖ مِّنَ	آل عمران:۱۱۲	139
26	سَنُلۡقِي فِي قُلُوبِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ٱلرُّعۡبَ بِمَآ أَشۡرَكُواْ بِٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ	آل عمران:۱۵۱	171
27	فَبِمَا رَحۡمَةٖ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمۡۖ وَلَوۡ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلۡقَلۡبِ لَٱنفَضُّواْ مِنۡ حَوۡلِكَۖ	آل عمران:۱۵۹	197،88
28	لَقَدۡ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ بَعَثَ فِيهِمۡ رَسُولٗا مِّنۡ أَنفُسِهِمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ	آل عمران:۱۶۴	177، 197
29	ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدۡ جَمَعُواْ لَكُمۡ فَٱخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ إِيمَٰنٗا	آل عمران:۱۷۳	178
30	وَلَا يَحۡسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبۡخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦ هُوَ خَيۡرٗا لَّهُم	آل عمران:۱۸۰	86
31	كُلُّ نَفۡسٖ ذَآئِقَةُ ٱلۡمَوۡتِۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوۡنَ أُجُورَكُمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِۖ فَمَن زُحۡزِحَ	آل عمران:۱۸۵	148
32	وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۖ كِتَٰبَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡۚ	النساء:۲۴	59
33	مِّنَ ٱلَّذِينَ هَادُواْ يُحَرِّفُونَ ٱلۡكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ وَيَقُولُونَ سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا	النساء:۴۶	16
34	إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا وَإِذَا حَكَمۡتُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحۡكُمُواْ	النساء:۵۸	69
35	وَيُرِيدُ ٱلشَّيۡطَٰنُ أَن يُضِلَّهُمۡ ضَلَٰلَۢا بَعِيدٗا	النساء:۶۰	47
36	أَيۡنَمَا تَكُونُواْ يُدۡرِككُّمُ ٱلۡمَوۡتُ وَلَوۡ كُنتُمۡ فِي بُرُوجٖ مُّشَيَّدَةٖۗ وَإِن تُصِبۡهُمۡ حَسَنَةٞ يَقُولُواْ هَٰذِهِۦ	النساء:۷۸	149
37	وَلَوۡلَا فَضۡلُ ٱللَّهِ عَلَيۡكَ وَرَحۡمَتُهُۥ لَهَمَّت طَّآئِفَةٞ مِّنۡهُمۡ أَن يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ	النساء:۱۱۳	173
38	إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُۚ وَمَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ	النساء:۱۱۶	168
39	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ بِٱلۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوۡ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمۡ	النساء:۱۳۵	16
40	مُّذَبۡذَبِينَ بَيۡنَ ذَٰلِكَ لَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِۚ وَمَن يُضۡلِلِ ٱللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُۥ سَبِيلٗا	النساء:۱۴۳	52
41	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَوۡفُواْ بِٱلۡعُقُودِۚ أُحِلَّتۡ لَكُم بَهِيمَةُ ٱلۡأَنۡعَٰمِ إِلَّا مَا يُتۡلَىٰ عَلَيۡكُمۡ	المائدة:۱	163
42	حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَيۡتَةُ وَٱلدَّمُ وَلَحۡمُ ٱلۡخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ بِهِۦ وَٱلۡمُنۡخَنِقَةُ وَٱلۡمَوۡقُوذَةُ	المائدة:۳	171
43	وَٱتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَأَ ٱبۡنَيۡ ءَادَمَ بِٱلۡحَقِّ إِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانٗا فَتُقُبِّلَ مِنۡ أَحَدِهِمَا وَلَمۡ يُتَقَبَّلۡ	المائدة:۲۷	124
44	إِنَّآ أَنزَلۡنَا ٱلتَّوۡرَىٰةَ فِيهَا هُدٗى وَنُورٞۚ يَحۡكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسۡلَمُواْ لِلَّذِينَ	المائدة:۴۴	30
45	وَقَفَّيۡنَا عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِم بِعِيسَى ٱبۡنِ مَرۡيَمَ مُصَدِّقٗا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ ٱلتَّوۡرَىٰةِۖ وَءَاتَيۡنَٰهُ	المائدة:۴۶	30
46	يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ	المائدة:۶۷	220
47	لَقَدۡ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَۖ وَقَالَ ٱلۡمَسِيحُ يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ	المائدة:۷۲	170
48	كَانُواْ لَا يَتَنَاهَوۡنَ عَن مُّنكَرٖ فَعَلُوهُۚ لَبِئۡسَ مَا كَانُواْ يَفۡعَلُونَ	المائدة:۷۹	213
49	وَإِذَا سَمِعُواْ مَآ أُنزِلَ إِلَى ٱلرَّسُولِ تَرَىٰٓ أَعۡيُنَهُمۡ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمۡعِ	المائدة:۸۳	10
50	لَا يُؤَاخِذُكُمُ ٱللَّهُ بِٱللَّغۡوِ فِيٓ أَيۡمَٰنِكُمۡ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ ٱلۡأَيۡمَٰنَۖ	المائدة:۸۹	163
51	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلۡخَمۡرُ وَٱلۡمَيۡسِرُ وَٱلۡأَنصَابُ وَٱلۡأَزۡلَٰمُ رِجۡسٞ مِّنۡ عَمَلِ ٱلشَّيۡطَٰنِ	المائدة:۹۰	87

52	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَيَبۡلُوَنَّكُمُ ٱللَّهُ بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلصَّيۡدِ تَنَالُهُۥٓ أَيۡدِيكُمۡ وَرِمَاحُكُمۡ لِيَعۡلَمَ	المائدة:٩٤	76
53	وَإِذَا قِيلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ قَالُواْ حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَآۚ	المائدة:١٠٤	38
54	ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَن يَأۡتُواْ بِٱلشَّهَٰدَةِ عَلَىٰ وَجۡهِهَآ أَوۡ يَخَافُوٓاْ أَن تُرَدَّ أَيۡمَٰنُۢ بَعۡدَ أَيۡمَٰنِهِمۡۗ وَٱتَّقُواْ	المائدة:١٠٨	38
55	فَلَوۡلَآ إِذۡ جَآءَهُم بَأۡسُنَا تَضَرَّعُواْ وَلَٰكِن قَسَتۡ قُلُوبُهُمۡ وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ مَا كَانُواْ	الأنعام:٤٣	126
56	قُلۡ أَنَدۡعُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰٓ أَعۡقَابِنَا بَعۡدَ إِذۡ هَدَىٰنَا	الأنعام:٧١	25
57	وَوَهَبۡنَا لَهُۥٓ إِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَۚ كُلًّا هَدَيۡنَاۚ وَنُوحًا هَدَيۡنَا مِن قَبۡلُۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِۦ دَاوُۥدَ	الأنعام:٨٤	27
58	ذَٰلِكَ هُدَى ٱللَّهِ يَهۡدِي بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنۡ عِبَادِهِۦۚ وَلَوۡ أَشۡرَكُواْ لَحَبِطَ عَنۡهُم مَّا كَانُواْ	الأنعام:٨٨	169،24
59	أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُۖ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقۡتَدِهۡۗ قُل لَّآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ أَجۡرًاۖ إِنۡ هُوَ إِلَّا	سورة الأنعام:٩٠	6
60	إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِۦۖ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ	الأنعام:١١٧	49
61	فَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ أَن يَهۡدِيَهُۥ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهُۥ لِلۡإِسۡلَٰمِۖ وَمَن يُرِدۡ أَن يُضِلَّهُۥ يَجۡعَلۡ	الأنعام:١٢٥	126
62	قُلۡ تَعَالَوۡاْ أَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمۡ عَلَيۡكُمۡۖ أَلَّا تُشۡرِكُواْ بِهِۦ شَيۡـٔٗاۖ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ	الأنعام:١٥١	213،60
63	وَهُوَ ٱلَّذِي جَعَلَكُمۡ خَلَٰٓئِفَ ٱلۡأَرۡضِ وَرَفَعَ بَعۡضَكُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٖ دَرَجَٰتٖ لِّيَبۡلُوَكُمۡ فِي مَآ	الأنعام:١٦٥	114
64	قُلۡ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحۡيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ	الأنعام:١٦٢	199، 217
65	قَالَ فَبِمَآ أَغۡوَيۡتَنِي لَأَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ صِرَٰطَكَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ	الأعراف:١٦	47
66	وَلَا تُفۡسِدُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ بَعۡدَ إِصۡلَٰحِهَا وَٱدۡعُوهُ خَوۡفٗا وَطَمَعًاۚ إِنَّ رَحۡمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٞ مِّنَ	الأعراف:٥٦	72
67	أَوَلَمۡ يَهۡدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ ٱلۡأَرۡضَ مِنۢ بَعۡدِ أَهۡلِهَآ أَن لَّوۡ نَشَآءُ أَصَبۡنَٰهُم	الأعراف:١٠٠	33
68	قَالَ فِرۡعَوۡنُ ءَامَنتُم بِهِۦ قَبۡلَ أَنۡ ءَاذَنَ لَكُمۡۖ إِنَّ هَٰذَا لَمَكۡرٞ مَّكَرۡتُمُوهُ	الأعراف:١٢٣	105
69	وَإِن يَرَوۡاْ سَبِيلَ ٱلۡغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلٗاۚ	الأعراف:١٤٦	16
70	وَقَالَ ٱلۡمَلَأُ مِن قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوۡمَهُۥ لِيُفۡسِدُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَيَذَرَكَ وَءَالِهَتَكَۚ	الأعراف:١٢٧	107
71	وَٱتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَأَ ٱلَّذِيٓ ءَاتَيۡنَٰهُ ءَايَٰتِنَا فَٱنسَلَخَ مِنۡهَا فَأَتۡبَعَهُ ٱلشَّيۡطَٰنُ	الأعراف:١٧٥ – ١٧٦	52
72	وَلَقَدۡ ذَرَأۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِۖ لَهُمۡ قُلُوبٞ لَّا يَفۡقَهُونَ بِهَا وَلَهُمۡ أَعۡيُنٞ لَّا يُبۡصِرُونَ	الأعراف:١٧٩	117
73	وَمِمَّنۡ خَلَقۡنَآ أُمَّةٞ يَهۡدُونَ بِٱلۡحَقِّ وَبِهِۦ يَعۡدِلُونَ	الأعراف:١٨١	34
74	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱسۡتَجِيبُواْ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيكُمۡۖ	الأنفال:٢٤	183
75	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَخُونُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ وَتَخُونُوٓاْ أَمَٰنَٰتِكُمۡ وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ	الأنفال:٢٧	78
76	قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِن يَنتَهُواْ يُغۡفَرۡ لَهُم مَّا قَدۡ سَلَفَ وَإِن يَعُودُواْ	الأنفال:٣٨	160
77	فَإِذَا ٱنسَلَخَ ٱلۡأَشۡهُرُ ٱلۡحُرُمُ فَٱقۡتُلُواْ ٱلۡمُشۡرِكِينَ حَيۡثُ وَجَدتُّمُوهُمۡ وَخُذُوهُمۡ وَٱحۡصُرُوهُمۡ	التوبة:٥	88
78	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلۡأَحۡبَارِ وَٱلرُّهۡبَانِ لَيَأۡكُلُونَ أَمۡوَٰلَ ٱلنَّاسِ	التوبة:٣٤ – ٣٥	122

79	إِنَّمَا ٱلنَّسِيٓءُ زِيَادَةٞ فِي ٱلۡكُفۡرِۖ يُضَلُّ بِهِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ يُحِلُّونَهُۥ	التوبہ:۳۷	42
80	وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ وَٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ	التوبۃ:۷۲	115
81	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَكُونُواْ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ	التوبۃ:۱۱۹	131
82	إِنَّ ٱلَّذِينَ لَا يَرۡجُونَ لِقَآءَنَا وَرَضُواْ بِٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَٱطۡمَأَنُّواْ بِهَا وَٱلَّذِينَ هُمۡ عَنۡ	یونس:۷	79
83	وَإِذَا مَسَّ ٱلۡإِنسَٰنَ ٱلضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۢبِهِۦٓ أَوۡ قَاعِدًا أَوۡ قَآئِمٗا فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُ	یونس:۱۲	116، 187
84	فَذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمُ ٱلۡحَقُّۖ فَمَاذَا بَعۡدَ ٱلۡحَقِّ إِلَّا ٱلضَّلَٰلُۖ فَأَنَّىٰ تُصۡرَفُونَ	یونس:۳۲	45
85	قُلۡ هَلۡ مِن شُرَكَآئِكُم مَّن يَهۡدِيٓ إِلَى ٱلۡحَقِّۚ قُلِ ٱللَّهُ يَهۡدِي لِلۡحَقِّۗ أَفَمَن يَهۡدِيٓ إِلَى ٱلۡحَقِّ أَحَقُّ	یونس:۳۵	23
86	قُلۡ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمُ ٱلۡحَقُّ مِن رَّبِّكُمۡۖ فَمَنِ ٱهۡتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهۡتَدِي لِنَفۡسِهِۦۖ	یونس:۱۰۸	49
87	مَا تَعۡبُدُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ أَسۡمَآءٗ سَمَّيۡتُمُوهَآ أَنتُمۡ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ	یوسف:۴۰	102
88	وَمَآ أُبَرِّئُ نَفۡسِيٓۚ إِنَّ ٱلنَّفۡسَ لَأَمَّارَةُۢ بِٱلسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٞ رَّحِيمٞ	یوسف:۵۳	124
89	قَالُواْ تَٱللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَٰلِكَ ٱلۡقَدِيمِ	سورۃ یوسف:۹۵	16،15
90	وَهُوَ ٱلَّذِي مَدَّ ٱلۡأَرۡضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَٰسِيَ وَأَنۡهَٰرٗاۖ وَمِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِ جَعَلَ فِيهَا زَوۡجَيۡنِ ٱثۡنَيۡنِۖ	الرعد:۳	164
91	لِلَّذِينَ ٱسۡتَجَابُواْ لِرَبِّهِمُ ٱلۡحُسۡنَىٰۚ وَٱلَّذِينَ لَمۡ يَسۡتَجِيبُواْ لَهُۥ لَوۡ أَنَّ لَهُم مَّا فِي ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعٗا	الرعد:۱۸	156
92	وَإِذۡ تَأَذَّنَ رَبُّكُمۡ لَئِن شَكَرۡتُمۡ لَأَزِيدَنَّكُمۡۖ وَلَئِن كَفَرۡتُمۡ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٞ	ابراھیم:۷	90
93	وَجَعَلۡنَا لَكُمۡ فِيهَا مَعَٰيِشَ وَمَن لَّسۡتُمۡ لَهُۥ بِرَٰزِقِينَ	الحجر:۲۰	84
94	وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِي كُلِّ أُمَّةٖ رَّسُولًا أَنِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَٱجۡتَنِبُواْ ٱلطَّٰغُوتَۖ	النحل:۳۶	199
95	إِن تَحۡرِصۡ عَلَىٰ هُدَىٰهُمۡ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي مَن يُضِلُّۖ وَمَا لَهُم مِّن نَّٰصِرِينَ	النحل:۳۷	36
96	بِٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلزُّبُرِۗ وَأَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُونَ	النحل:۴۴	174
97	إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَيَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ	النحل:۹۰	134، 212
98	وَلَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ لَجَعَلَكُمۡ أُمَّةٗ وَٰحِدَةٗ وَلَٰكِن يُضِلُّ مَن يَشَآءُ وَيَهۡدِي مَن يَشَآءُۚ	النحل:۹۳	25
99	مَنۡ عَمِلَ صَٰلِحٗا مِّن ذَكَرٍ أَوۡ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤۡمِنٞ فَلَنُحۡيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةٗ طَيِّبَةٗۖ	النحل:۹۷	189
100	ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ ٱسۡتَحَبُّواْ ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا عَلَى ٱلۡأٓخِرَةِ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا	النحل:۱۰۷	43
101	وَضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلٗا قَرۡيَةٗ كَانَتۡ ءَامِنَةٗ مُّطۡمَئِنَّةٗ يَأۡتِيهَا رِزۡقُهَا رَغَدٗا	النحل:۱۱۲	140
102	إِنَّ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ يَهۡدِي لِلَّتِي هِيَ أَقۡوَمُ وَيُبَشِّرُ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱلَّذِينَ يَعۡمَلُونَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ	الاسراء:۹	31
103	وَيَدۡعُ ٱلۡإِنسَٰنُ بِٱلشَّرِّ دُعَآءَهُۥ بِٱلۡخَيۡرِۖ وَكَانَ ٱلۡإِنسَٰنُ عَجُولٗا	الاسراء:۱۱	115
104	وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ ٱلۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُومٗا مَّحۡسُورًا	الاسراء:۲۹	62

105	إِنَّ رَبَّكَ يَبۡسُطُ ٱلرِّزۡقَ لِمَن يَشَآءُ وَيَقۡدِرُۚ إِنَّهُۥ كَانَ بِعِبَادِهِۦ خَبِيرَۢا بَصِيرٗا	الإسراء:٢٩-٣٠	61
106	وَلَا تَقۡرَبُواْ ٱلزِّنَىٰٓۖ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةٗ وَسَآءَ سَبِيلٗا	الإسراء:٣٢	59، 74، 213
107	وَأَوۡفُواْ ٱلۡكَيۡلَ إِذَا كِلۡتُمۡ وَزِنُواْ بِٱلۡقِسۡطَاسِ ٱلۡمُسۡتَقِيمِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلٗا	الإسراء:٣٥	62
108	وَلَا تَمۡشِ فِي ٱلۡأَرۡضِ مَرَحًاۖ إِنَّكَ لَن تَخۡرِقَ ٱلۡأَرۡضَ وَلَن تَبۡلُغَ ٱلۡجِبَالَ طُولٗا	الإسراء:٣٧-٣٨	61
109	وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيٓ ءَادَمَ وَحَمَلۡنَٰهُمۡ فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَفَضَّلۡنَٰهُمۡ	الإسراء:٧٠	114
110	وَقُل رَّبِّ أَدۡخِلۡنِي مُدۡخَلَ صِدۡقٖ وَأَخۡرِجۡنِي مُخۡرَجَ صِدۡقٖ وَٱجۡعَل لِّي مِن لَّدُنكَ	الإسراء:٨٠	101
111	وَمَن يَهۡدِ ٱللَّهُ فَهُوَ ٱلۡمُهۡتَدِۖ وَمَن يُضۡلِلۡ فَلَن تَجِدَ لَهُمۡ أَوۡلِيَآءَ مِن دُونِهِۦۖ	الإسراء:٩٧	24
112	قُل لَّوۡ أَنتُمۡ تَمۡلِكُونَ خَزَآئِنَ رَحۡمَةِ رَبِّيٓ إِذٗا لَّأَمۡسَكۡتُمۡ خَشۡيَةَ ٱلۡإِنفَاقِۚ وَكَانَ ٱلۡإِنسَٰنُ	الإسراء:١٠٠	116
113	إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُۚ وَٱذۡكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلۡ عَسَىٰٓ أَن يَهۡدِيَنِ رَبِّي لِأَقۡرَبَ مِنۡ	الكهف:٢٤	8
114	وَوُضِعَ ٱلۡكِتَٰبُ فَتَرَى ٱلۡمُجۡرِمِينَ مُشۡفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هَٰذَا	الكهف:٤٩	157
115	ٱلَّذِينَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا	سورة الكهف:١٠٤	14، 117
116	قَالَتۡ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَٰمٞ وَلَمۡ يَمۡسَسۡنِي بَشَرٞ وَلَمۡ أَكُ بَغِيّٗا	مريم:٢٠	214
117	يَٰٓأَبَتِ إِنِّي قَدۡ جَآءَنِي مِنَ ٱلۡعِلۡمِ مَا لَمۡ يَأۡتِكَ فَٱتَّبِعۡنِيٓ أَهۡدِكَ صِرَٰطٗا سَوِيّٗا	مريم:٤٣	28
118	وَنَرِثُهُۥ مَا يَقُولُ وَيَأۡتِينَا فَرۡدٗا	مريم:٨٠	114
119	وَكُلُّهُمۡ ءَاتِيهِ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ فَرۡدًا	مريم:٩٥	113
120	إِذۡ رَءَا نَارٗا فَقَالَ لِأَهۡلِهِ ٱمۡكُثُوٓاْ إِنِّيٓ ءَانَسۡتُ نَارٗا لَّعَلِّيٓ ءَاتِيكُم مِّنۡهَا بِقَبَسٍ أَوۡ أَجِدُ	سورة طه:١٠	6
121	إِنِّيٓ أَنَا۠ رَبُّكَ فَٱخۡلَعۡ نَعۡلَيۡكَ إِنَّكَ بِٱلۡوَادِ ٱلۡمُقَدَّسِ طُوٗى	طه:١٢	9
122	قَالَ رَبُّنَا ٱلَّذِيٓ أَعۡطَىٰ كُلَّ شَيۡءٍ خَلۡقَهُۥ ثُمَّ هَدَىٰ	طه:٥٠	21
123	وَأَضَلَّ فِرۡعَوۡنُ قَوۡمَهُۥ وَمَا هَدَىٰ	طه:٧٩	108
124	وَإِنِّي لَغَفَّارٞ لِّمَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا ثُمَّ ٱهۡتَدَىٰ	طه٨٢	20
125	قَالَ ٱهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيعَۢاۖ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوّٞۖ فَإِمَّا يَأۡتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدٗى فَمَنِ ٱتَّبَعَ	طه:١٢٣	19
126	وَمَنۡ أَعۡرَضَ عَن ذِكۡرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةٗ ضَنكٗا وَنَحۡشُرُهُۥ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ أَعۡمَىٰ	طه:١٢٤	84
127	أَفَلَمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ أَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُم مِّنَ ٱلۡقُرُونِ يَمۡشُونَ فِي مَسَٰكِنِهِمۡۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٖ	طه:١٢٨	33
128	وَجَعَلۡنَٰهُمۡ أَئِمَّةٗ يَهۡدُونَ بِأَمۡرِنَا وَأَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡهِمۡ فِعۡلَ ٱلۡخَيۡرَٰتِ وَإِقَامَ ٱلصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءَ	الأنبياء:٧٣	22، 28
129	فَفَهَّمۡنَٰهَا سُلَيۡمَٰنَۚ وَكُلًّا ءَاتَيۡنَا حُكۡمٗا وَعِلۡمٗاۚ وَسَخَّرۡنَا مَعَ دَاوُۥدَ ٱلۡجِبَالَ يُسَبِّحۡنَ	الأنبياء79	9
130	وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُجَٰدِلُ فِي ٱللَّهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٖ وَلَا هُدٗى وَلَا كِتَٰبٖ مُّنِيرٖ	سورة الحج:٨	6
131	وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَعۡبُدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ حَرۡفٖۖ فَإِنۡ أَصَابَهُۥ خَيۡرٌ ٱطۡمَأَنَّ بِهِۦۖ وَإِنۡ أَصَابَتۡهُ فِتۡنَةٌ	الحج:١١	217

132	حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِۦ وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ ٱلطَّيْرُ أَوْ	الحج:٣١	170
133	لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقْوَىٰ مِنكُمْ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ	الحج:٣٧	200
134	ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّٰهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ أَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُوا۟ بِٱلْمَعْرُوفِ	الحج:٤١	207،102
135	وَهُوَ ٱلَّذِىٓ أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَكَفُورٌ	الحج:٦٦	116
136	لِّكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَٰزِعُنَّكَ فِى ٱلْأَمْرِ وَٱدْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ	سورة الحج:٦٧	6
137	وَٱلَّذِينَ ٱهْتَدَوْا۟ زَادَهُمْ هُدًى وَءَاتَىٰهُمْ تَقْوَىٰهُمْ	سورة محمد:١٧	5،22
138	إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱرْتَدُّوا۟ عَلَىٰٓ أَدْبَٰرِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ ٱلْهُدَى ٱلشَّيْطَٰنُ سَوَّلَ	سورة محمد:٢٥	125
139	ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ ٱتَّبَعُوا۟ مَآ أَسْخَطَ ٱللَّهَ وَكَرِهُوا۟ رِضْوَٰنَهُۥ فَأَحْبَطَ أَعْمَٰلَهُمْ	سورة محمد:٩٠	125
140	فَقَالُوا۟ رَبَّنَا بَٰعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنَٰهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ	سبأ:١٩	91
141	وَقَالُوٓا۟ أَءِذَا ضَلَلْنَا فِى ٱلْأَرْضِ أَءِنَّا لَفِى خَلْقٍ جَدِيدٍۭ بَلْ هُم بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كَٰفِرُونَ	سورة السجدة:١٠	14
142	وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ ٱلْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰٓ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُۥ	القصص:١٢	8
143	فَأَصْبَحَ فِى ٱلْمَدِينَةِ خَآئِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا ٱلَّذِى ٱسْتَنصَرَهُۥ بِٱلْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُۥ قَالَ لَهُۥ مُوسَىٰٓ	القصص:١٨	15
144	فَجَآءَتْهُ إِحْدَىٰهُمَا تَمْشِى عَلَى ٱسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِى يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ	القصص:٢٥	63
145	وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِى فَأَوْقِدْ لِى	القصص:٣٨	106
146	فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا۟ لَكَ فَٱعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَآءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ ٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ	القصص:٥٠	41
147	إِنَّكَ لَا تَهْدِى مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِى مَن يَشَآءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ	القصص:٥٦	25
148	وَٱبْتَغِ فِيمَآ ءَاتَىٰكَ ٱللَّهُ ٱلدَّارَ ٱلْءَاخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ ٱلدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَآ أَحْسَنَ	القصص:٧٧	87
149	وَٱلَّذِينَ جَٰهَدُوا۟ فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلْمُحْسِنِينَ	العنكبوت:٦٩	22
150	وَهَدَيْنَٰهُ ٱلنَّجْدَيْنِ	البلد:١٠	26
151	فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَىٰهَا	الشمس:٨	26
152	هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ	الفتح:٢٨	29
153	قُلْ أُوحِىَ إِلَىَّ أَنَّهُ ٱسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَقَالُوٓا۟ إِنَّا سَمِعْنَا قُرْءَانًا عَجَبًا	الجن:١ – ٢	32
154	﴿ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴾	الصف:٢	201
155	وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦ يَٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِى وَقَد تَّعْلَمُونَ أَنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ	الصف:٥	37
156	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَٰرَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ	الصف:١٠	8
157	إِذْ دَخَلُوا۟ عَلَىٰ دَاوُۥدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا۟ لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَٱحْكُم	ص:٢٢	214
158	يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلْنَٰكَ خَلِيفَةً فِى ٱلْأَرْضِ فَٱحْكُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِٱلْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ	ص:٢٦	154،46، 206

159	قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ	ص:٨٢	47،11
160	قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ ٱلْمُخْلَصِينَ	ص:٨٢ – ٨٣	124
161	وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُوا۟ تَعْقِلُونَ	یٰس:٦٢	50
162	لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْءَاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ	الاحزاب:٢١	189
163	وَقَرْنَ فِى بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ ٱلْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتِينَ	الاحزاب:٣٣	75
164	يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن	الاحزاب:٥٩	211
165	إِنَّا عَرَضْنَا ٱلْأَمَانَةَ عَلَى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱلْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا	الاحزاب:٧٢	116
166	قَدْ أَفْلَحَ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ ٱلَّذِينَ هُمْ فِى صَلَاتِهِمْ خَٰشِعُونَ	سورة المومنون،1-11	119
167	وَٱلَّذِينَ هُمْ لِأَمَٰنَٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَٰعُونَ	المومنون:٨	68
168	إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا	النور:١٩	75
169	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ	النور:٢١	214،74
170	يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ	النور:٢٤	147
171	وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ	النور:٣١	77،75
172	أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ	الزخرف:٣٢	84
173	فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا۟ ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنكُمْ	الطلاق: ٢ – ٣	85
174	وَٱلَّٰٓـِٔى يَئِسْنَ مِنَ ٱلْمَحِيضِ مِن نِّسَآئِكُمْ إِنِ ٱرْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَٰثَةُ أَشْهُرٍ وَٱلَّٰٓـِٔى	الطلاق:٤	85
175	وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِۦ فَحَاسَبْنَٰهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا	الطلاق:٨ – ١٠	139
176	إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَٰدُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَٱللَّهُ عِندَهُۥٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ	التغابن:١٥	95
177	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَٰلُكُمْ وَلَآ أَوْلَٰدُكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ ۚ وَمَن	المنافقون:٩	96
178	مَّآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنْ أَهْلِ ٱلْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ	الحشر:٧	210
179	وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ نَسُوا۟ ٱللَّهَ فَأَنسَىٰهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ	الحشر:١٩	113
180	إِنَّا خَلَقْنَا ٱلْإِنسَٰنَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَٰهُ سَمِيعًۢا بَصِيرًا	الدھر: ٢ – ٣	115،25
181	يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً	الفجر:٢٧ – ٢٨	115
182	كَلَّآ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَيَطْغَىٰٓ ﴿٦﴾ أَن رَّءَاهُ ٱسْتَغْنَىٰٓ	العلق:٦ – ٧	116
183	وَعِبَادُ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى ٱلْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ ٱلْجَٰهِلُونَ قَالُوا۟ سَلَٰمًا	الفرقان:٦٣	121
184	لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَٰغِيَةً	الغاشیۃ:١١	121
185	كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ	المطففین:١٤	128
186	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۟ أَن تُصِيبُوا۟ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَا	الحجرات:٦	135

187	وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱقۡتَتَلُواْ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَهُمَاۖ فَإِنۢ بَغَتۡ إِحۡدَىٰهُمَا عَلَى ٱلۡأُخۡرَىٰ	الحجرات:٩	135
188	إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ إِخۡوَةٞ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَ أَخَوَيۡكُمۡۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُونَ	الحجرات:١٠	65
189	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٞ مِّن قَوۡمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُواْ خَيۡرٗا مِّنۡهُمۡ وَلَا نِسَآءٞ مِّن نِّسَآءٍ	الحجرات:١١	136
190	يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱجۡتَنِبُواْ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعۡضَ ٱلظَّنِّ إِثۡمٞۖ وَلَا تَجَسَّسُواْ	الحجرات:١٢	137
191	فَإِذَا جَآءَتِ ٱلطَّآمَّةُ ٱلۡكُبۡرَىٰ ﴿٣٤﴾ يَوۡمَ يَتَذَكَّرُ ٱلۡإِنسَٰنُ مَا سَعَىٰ ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ ٱلۡجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ	النازعات:٣٤ – ٣٦	143
192	فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرٗا يَرَهُۥ ﴿٧﴾ وَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ شَرّٗا يَرَهُۥ	الزلزلة:٧ – ٨	143
193	إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَٰقِعٞ	المرسلات:٧	144
194	بَلۡ يُرِيدُ ٱلۡإِنسَٰنُ لِيَفۡجُرَ أَمَامَهُۥ	القيامة:٥	145
195	كَلَّا بَلۡ تُحِبُّونَ ٱلۡعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُونَ ٱلۡأٓخِرَةَ	القيامة:٢٠ – ٢١	145
196	فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿٣١﴾ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰٓ أَهۡلِهِۦ يَتَمَطَّىٰٓ	القيامة:٣١ – ٣٣	146
197	ٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّمَا ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَا لَعِبٞ وَلَهۡوٞ وَزِينَةٞ وَتَفَاخُرُۢ بَيۡنَكُمۡ وَتَكَاثُرٞ فِي ٱلۡأَمۡوَٰلِ	الحديد:٢٠	148
198	فَأَمَّآ إِن كَانَ مِنَ ٱلۡمُقَرَّبِينَ ﴿٨٨﴾ فَرَوۡحٞ وَرَيۡحَانٞ وَجَنَّتُ نَعِيمٖ	الواقعة٨٨_٨٩	150
199	إِنَّ لِلۡمُتَّقِينَ مَفَازًا	النبأ:٣١	151
200	جَزَآءٗ مِّن رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابٗا	النبأ:٣٦	151
201	لَّقَدۡ كُنتَ فِي غَفۡلَةٖ مِّنۡ هَٰذَا فَكَشَفۡنَا عَنكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ ٱلۡيَوۡمَ حَدِيدٞ	ق:٢٢	154
202	﴿ وَلَا تَكُونُواْ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ﴿٣١﴾ مِنَ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ وَكَانُواْ شِيَعٗا﴾	الزمر:31،32	170
203	قُلۡ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسۡرَفُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُواْ مِن رَّحۡمَةِ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغۡفِرُ	الزمر:٥٣	160، 161
204	﴿لَئِنۡ أَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ﴾	سورة الزمر:65	169
205	وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيۡنَٰهُمۡ فَٱسۡتَحَبُّواْ ٱلۡعَمَىٰ عَلَى ٱلۡهُدَىٰ فَأَخَذَتۡهُمۡ صَٰعِقَةُ ٱلۡعَذَابِ ٱلۡهُونِ بِمَا	فصلت:١٧	36
206	وَقَالُواْ لِجُلُودِهِمۡ لِمَ شَهِدتُّمۡ عَلَيۡنَاۖ قَالُوٓاْ أَنطَقَنَا ٱللَّهُ ٱلَّذِيٓ أَنطَقَ كُلَّ شَيۡءٖ وَهُوَ خَلَقَكُمۡ	فصلت:٢١	147
207	وَمَا كُنتُمۡ تَسۡتَتِرُونَ أَن يَشۡهَدَ عَلَيۡكُمۡ سَمۡعُكُمۡ وَلَآ أَبۡصَٰرُكُمۡ وَلَا جُلُودُكُمۡ وَلَٰكِن ظَنَنتُمۡ أَنَّ	فصلت:٢٢	155
208	وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ رَبَّنَآ أَرِنَا ٱلَّذَيۡنِ أَضَلَّانَا مِنَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِ نَجۡعَلۡهُمَا تَحۡتَ أَقۡدَامِنَا	فصلت:٢٩	51
209	سَنُرِيهِمۡ ءَايَٰتِنَا فِي ٱلۡأٓفَاقِ وَفِيٓ أَنفُسِهِمۡ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ أَنَّهُ ٱلۡحَقُّۗ أَوَلَمۡ	فصلت:٥٣	179
210	يُبَصَّرُونَهُمۡۚ يَوَدُّ ٱلۡمُجۡرِمُ لَوۡ يَفۡتَدِي مِنۡ عَذَابِ يَوۡمِئِذِۭ بِبَنِيهِ	المعارج:١١ – ١٤	156
211	إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ ٱلشَّرُّ جَزُوعٗا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ ٱلۡخَيۡرُ مَنُوعًا	المعارج١٩_٢١	117
212	وَإِذۡ قَالَ لُقۡمَٰنُ لِٱبۡنِهِۦ وَهُوَ يَعِظُهُۥ يَٰبُنَيَّ لَا تُشۡرِكۡ بِٱللَّهِۖ إِنَّ ٱلشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيمٞ	لقمان:١٣	168
213	أَوَلَمۡ يَتَفَكَّرُواْ فِيٓ أَنفُسِهِمۗ مَّا خَلَقَ ٱللَّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَآ إِلَّا بِٱلۡحَقِّ وَأَجَلٖ	الروم:٨	164

214	ظَهَرَ ٱلْفَسَادُ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِى ٱلنَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ ٱلَّذِى عَمِلُوا۟	الروم:٤١	138
215	فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ ٱلذِّكْرَىٰ ﴿٩﴾ سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ ﴿١٠﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا ٱلْأَشْقَى ﴿١١﴾ ٱلَّذِى يَصْلَى ٱلنَّارَ	الأعلى:٩ – ١٢	176
216	قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ	الأعلى:١٤	176
217	هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ	الجمعة:٢	177
218	وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَآءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوٓا۟ إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِىٓ أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ	الطور:٢٥_٢٦	180
219	يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ عَلَيْهَا	التحريم:٦	183، 191
220	وَإِنَّهُۥ لِحُبِّ ٱلْخَيْرِ لَشَدِيدٌ	العاديات:٨	184
221	إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ وَإِنَّ ٱلْفُجَّارَ لَفِى جَحِيمٍ	الانفطار:١٣ – ١٤	186
222	وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ	القلم:٤	189
223	إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ ﴿٥﴾ وَإِنَّ ٱلدِّينَ لَوَٰقِعٌ	الذاريات:٥ – ٦	144
224	وَذَكِّرْ فَإِنَّ ٱلذِّكْرَىٰ تَنفَعُ ٱلْمُؤْمِنِينَ	الذاريات:٥٥	187
225	وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ	الذاريات:٥٦	11،199، 217
226	وَٱلْعَصْرِ ﴿١﴾ إِنَّ ٱلْإِنسَـٰنَ لَفِى خُسْرٍ ﴿٢﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ وَتَوَاصَوْا۟	العصر:١ – ٣	117
227	إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلْحَقِّ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلصَّبْرِ	العصر:٣	179

فہرست احادیث مبارکہ

نمبر شمار	طرفِ حدیث	کتاب کا نام	صفحہ نمبر
1	اجْتَنِبُوا السَّبْعَ المُوبِقَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ	صحیح بخاری	94
2	إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ	صحیح مسلم	192
3	اذا وسد الامرالی غیر اهله فانتظر الساعة	صحیح بخاری	70
4	أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ	صحیح بخاری	68
6	أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الأَنْبِيَاءِ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِي الأَرْضُ	صحیح بخاری	29
7	الْإِسْلَامُ وَالسُّلْطَانُ أَخَوَانِ تَوْأَمَانِ لَا يَصْلُحُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا إِلَّا بِصَاحِبِهِ فَالإِسْلَامُ أُسٌّ وَالسُّلْطَانُ	الفردوس بماثور الخطاب	219
8	اَلتَّدْبِيْرُ نِصْفُ الْعِيْش	کنزالعمال	89
9	اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِى اِلَّا بِخَيْرٍ	صحیح مسلم	63
10	الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ	صحیح بخاری	64
11	اَللهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِهُدَاكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَم	سنن ابی داود	21
12	اللهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَرَفَقَ	مسند احمد	134
13	اَلْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ	سنن ابی داوٗد	74
14	اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ	سنن ابن ماجہ	71
15	الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ۔۔۔۔۔۔كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ،	صحیح مسلم	65
16	إِنَّ اللَّهَ لاَ يَجْمَعُ أُمَّتِي، أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى ضَلَالَةٍ	سنن ترمذی	35
17	إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ	صحیح بخاری	188
18	إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا	صحیح بخاری	194
19	إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالأَرَضِينَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ	سنن ترمذی	202
20	إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ	صحیح مسلم	201
21	أَنَّهُمْ كَانُوا يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ	صحیح بخاری	209

22	أَنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ	صحیح بخاری	210
23	إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ	سنن ابن ماجہ	63
24	إِنَّ الشَّيْطَانَ قَعَدَ لِابْنِ آدَمَ بِأَطْرُقِهِ، فَقَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ: تُسْلِمُ وَتَذَرُ دِينَكَ وَدِينَ آبَائِكَ	سنن نسائی	48
25	إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذَلِكَ لاَ مَحَالَةَ، فَزِنَا العَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ	صحیح بخاری	74
26	اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا	صحیح مسلم	91
27	الشكر نصف الايمان والصبر نصف الايمان و اليقين الايمان كله	شعب الایمان	91
28	أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَسْمَعَ وَأُطِيعَ، وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا مُجَدَّعَ الْأَطْرَافِ	سنن ابن ماجہ	133
29	أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَادِمِ اللَّذَّاتِ، يَعْنِي الْمَوْتَ	سنن ابن ماجہ	149
30	ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللَّهُ، وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ	سنن ابن ماجہ	150
31	إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي	صحیح مسلم	151
32	الأَنْبِيَاءُ أَوْلَادُ عَلَّاتٍ	صحیح بخاری	164
33	إن الدين يسر، ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه، فسددوا، وقاربوا، وابشروا، واستعينوا بالغدوة	صحیح بخاری	185
34	إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ سُمِعَ عِنْدَ وَجْهِهِ كَدَوِيِّ النَّحْلِ، فَأُنْزِلَ عَلَيْهِ يَوْمًا فَمَكَثْنَا سَاعَةً، فَسُرِّيَ عَنْهُ	جامع ترمذی	120
35	أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ المَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ	صحیح بخاری	120
36	اَلْمُؤْمِنُ اَخُوا لْمُؤْمِنِ كَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ اِنِ اشْتَكٰى شَيْأً مِّنْهُ وَجَدَ اَلَمَ ذٰلِكَ فِىْ سَائِرِجَسَدِه	مسند احمد	66
37	إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ	صحیح مسلم	78
38	إِنَّهُ لاَ يَرْبُو لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ إِلاَّ كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ	سنن ترمذی	95
40	بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ	المستدرک علی الصحیحین	190
41	تَعرّف اِلیَ اللهِ فِی الرَّخاء یَعرِفک فِی الشّدّةِ	المستدرک علی الصحیحین	85
42	ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ--------:	سنن ابی داوٗد	42
43	رَبِّ أَعِنِّي وَلاَ تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي وَلاَ تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي وَلاَ تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي وَيَسِّرِ الهُدَى	سنن ترمذی	21
44	سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلاَّ ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ،	صحیح بخاری	194

45	طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَة	کنز العمال	86
46	عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:''سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِيْ ظِلِّه يَوْمَ	صحیح مسلم	104
47	عن عبد الله عن النبي ﷺ قال: علمنا خطبة الحاجة، الحمد لله نستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من	سنن نسائی	24
48	عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ قَالَ: «بِسْمِ اللَّهِ، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ	سنن نسائی	46
49	عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْن	سنن ترمذی	171
50	عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ	سنن ترمذی	133
51	عَنِ ابْنِ أَخِي الحَارِثِ الأَعْوَرِ، عَنِ الحَارِثِ، قَالَ: مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ يَخُوضُونَ	سنن ترمذی	31
52	فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ	صحیح مسلم	149
53	وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ	سنن ترمذی	149
55	كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِه، أَوْ يُنَصِّرَانِه، أَوْ يُمَجِّسَانِه	صحیح بخاری	191
56	كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ	متفق علیہ	132،192
57	لاهل الذمه ما اسلمو عليه من ذرايهم و اموالهم و اراضيهم وعبيدهم و مواشيهم، وليس عليهم الا	کنز العمال	209
58	أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ	صحیح مسلم	160
59	لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا	صحیح مسلم	208
60	ليشربن ناس من أمتي الخمر يسمونها بغير اسمها	سنن ابن ماجہ	201
61	لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ	سنن ترمذی	150
62	لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ، لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، أَلَا تَرَوْنَ أَنَّهَا تَغْدُو خِمَاصًا	مسند احمد	88
63	لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذَلِكَ	صحیح مسلم	35
64	لاَ يَدْخُلُ الجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ، وَلاَ يَدْخُلُ النَّارَ، يَعْنِي، مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ	سنن ترمذی	37
66	لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبُّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِه	سنن ترمذی	65
67	لا ايمان لمن لا امانة له، ولا دين لمن لا عهد له	مسند احمد	68
68	لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُوكِلَهُ، وَشَاهِدَيْهِ، وَكَاتِبَهُ	سنن ترمذی	94
69	لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى ثَالِثًا، وَلاَ يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَاب	صحیح بخاری	148

71	لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ	صحیح مسلم	77
72	من دعا إلی هدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه،	صحیح مسلم	76
73	مَنْ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ	صحیح مسلم	95
74	مَنْ كَانَ فِی حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِیْ حَاجَتِه وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً	سنن ابی داوود	65
75	من طلب الدُّنيا أضرَّ بالآخرة، ومن طلَب الآخرةَ أضرَّ بالدُّنيا! فأضِرّوا بالفاني للباقي	سلسلہ احادیث صحیحہ	44
76	مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ، كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ	صحیح مسلم	96
77	مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً	صحیح مسلم	133
78	مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَايَعْنِيْه	جامع ترمذی	122
79	مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ	صحیح مسلم	134
80	مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ ، أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ ، أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ ،	سنن ترمذی	199
81	مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِ هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ	صحیح مسلم	171
82	مَا مِنْ عَبْدٍ اسْتَرْعَاهُ اللَّهُ رَعِيَّةً، فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ، إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ	صحیح بخاری	221
83	من اتبع كتاب الله هداه الله من الضلالة، ووقاه سوء الحساب يوم القيامة،	کنز العمال	19
85	مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلاَ فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ	مسند احمد	109
86	نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِع مِنَّا شيئا، فَبَلَّغَهُ كما سَمِعَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِن سَامِعٍ	سنن ترمذی	202
87	وإن الله نظر إلى أهل الأرض، فمَقَتَهم عربهم وعَجَمهم، إلّا بقايا من أهل الكتاب	صحیح مسلم	197
88	والذی نفسی بیده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقابا منه، ثم تدعونه فلا يستجاب لكم	سنن ترمذی	80
89	يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ: الحِرْصُ عَلَى العُمُرِ وَالحِرْصُ عَلَى الْمَالِ	سنن ترمذی	79
90	يَقُولُ الْعَبْدُ: مَالِي، مَالِي، إِنَّمَا لَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلَاثٌ: مَا أَكَلَ فَأَفْنَى، أَوْ لَبِسَ فَأَبْلَى، أَوْ أَعْطَى فَاقْتَنَى،	صحیح مسلم	148
91	يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ-	سلسلة الأحاديث الصحيحة	20
92	يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَتَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ: الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ، وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ	صحیح مسلم	96

فہرست اعلام

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
1	انجینیئر نوید احمد	143
2	ٹی ایچ مارشل	206
3	جارج سمل	67
4	جان لوک	76
5	ڈاکٹر ام کلثوم	193
6	ڈاکٹر حافظ محمد زبیر	167
7	ڈاکٹر خالد علوی	195
8	ڈاکٹر محمد رفعت	59
9	ڈاکٹر محمود احمد غازی	185
10	سٹیورٹ گلمین	107
11	سیسیلا بوک	67
12	شیخ محمد بن صالح العثیمین	172
13	عبد الوہاب حجازی	192
14	کینتھ نیوٹن	67
15	مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری	174
16	مولانا ظفیر الدین پورہ نوڈیہاوی	220
17	مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی	3

فہرست مصادر و مراجع

عربی مصادر:

- الاعتصام، الشاطبی، ابراہیم بن موسی بن محمد، دارابن الجوزی، المملکۃ السعودیہ العربیہ
- التعریفات، الجرجانی، علی بن محمد، دارالکتاب العربی، بیروت، 1405ھ
- المنجد فی اللغۃ، معلوف لوئیس، دارالمشرق، بیروت، 1423ھ
- المستدرک علی الصحیحین، الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد، کتاب الرقاق، دارالکتب العلمیۃ-بیروت ، 1990ء
- النکت والعیون تفسیر الماوردی، الماوردی، علی بن محمد بن حبیب، دارالکتب العلمیہ، بیروت
- تاج العروس من جواہر القاموس، الزبیدی الحسینی، محمد مرتضی، الطبعۃ الاولی، کویت
- تفسیر الجلالین، جلال الدین المحلی وجلال الدین السیوطی، مکتبۃ لبنان، بیروت
- تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، السعدی، عبد الرحمن، الشیخ، دارالسلام
- روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین ، الجوزیہ، ابن القیم، محمد بن ابی بکر، مجمع الفقہ الاسلامی، جدہ
- سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، البانی، محمد ناصر الدین، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض، 1422ھ
- سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ، أبو عبد اللہ محمد بن یزید، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقي، کتاب الزھد، دار إحیاء الکتب
- سنن أبي داود، أبو داود، سلیمان بن الأشعث بن إسحاق، المکتبۃ العصریۃ، بیروت
- سنن الترمذي، الترمذي، محمد بن عیسی، دار الغرب الإسلامي، بیروت، 1998ء
- سنن نسائی، النسائی، أحمد بن شعیب بن علي، کتاب الجمعۃ، بَابُ كَيْفِيَّةِ الْخُطْبَةِ، مکتب المطبوعات الإسلامیۃ، حلب، الطبعۃ الثانیۃ، 1406 – 1986
- شعب الایمان، البیھقي، أحمد بن الحسین، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض، الطبعۃ الأولی، 1423 2003 م،
- صحیح البخاري، البخاري، محمد بن إسماعیل، دار طوق النجاۃ (ترقیم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعۃ الأولی، 1422ھ
- صحیح المسلم، النیسابوري، مسلم بن الحجاج، دار إحیاء التراث العربي، بیروت
- فی ظلال القرآن، سید قطب شہید، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور
- کنز العمال، علاء الدین، علي بن حسام الدین، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ، 1401ھ-/1981م
- لسان العرب، ابن منظور، المجلد الخامس عشر، دار صادر، بیروت
- مختار الصحاح، الرازی، محمد بن ابو بکر، امام، ترجمہ: پروفیسر عبد الرزاق، دارالاشاعت، کراچی، پاکستان
- مفردات القرآن، الاصفہانی، حسین بن محمد، ترجمہ: مولانا محمد عبدہ، اسلامی اکادمی، لاہور، پاکستان
- موسوعہ کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، تھانوی، محمد علی، بیروت
- مسند الإمام أحمد بن حنبل، الشیباني، أحمد بن محمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الأولی، 1421ھ
- مدارک التنزیل وحقائق التاویل، النسفی، ابوالبرکات، عبد اللہ بن احمد بن محمود، دارالکلم الطیب، بیروت

اردو مصادر:

- احسن البیان، یوسف، صلاح الدین، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس
- احیاء العلوم، الغزالی، محمد بن محمد، مکتبہ رحمانیہ، لاہور
- اخلاق و فلسفہ اخلاق، سیوہاروی، حفظ الرحمٰن، مولانا، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 1976ء
- ارسطو-حیات و تعلیمات اور فکر و فلسفہ، شاہد مختار، شاہد پبلشرز، لاہور
- ارمغان حجاز، محمد اقبال، علامہ، طباعت اول
- اسلام اور جدید معاشی تصورات، صدیقی، محمد نعیم، ڈاکٹر، مکتبہ دانیال، لاہور
- اسلام اور جدید معاشی نظریات، مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1969ء
- اسلام کا معاشرتی نظام، خالد علوی، ڈاکٹر، الفیصل ناشران، لاہور، 2009ء
- اسلام کا نظام مساجد، نوڈیہاوی، ظفیر الدین، مولانا، دارالاشاعت، کراچی
- اسلام کے بنیادی عقائد، القادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، تدوین: غلام مرتضیٰ علوی، منہاج القرآن، لاہور
- اسلامی تربیت، حجازی، عبد الوہاب، ادارہ البحوث الاسلامیہ، بنارس، ہند، 2007ء
- اسلامی ریاست، مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور
- الجامع الاحکام القرآن، قرطبی، محمد بن احمد، ترجمہ: پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز
- الجہاد فی الاسلام، مودودی، سید ابوالاعلیٰ، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور
- الرحیق المختوم، مبارکپوری، صفی الرحمٰن، المکتبہ السلفیہ، لاہور
- الفاروق، شبلی نعمانی، علامہ، دارالاشاعت، کراچی، طبع اول، 1991ء
- القاموس الوحید، قاسمی، وحید الزمان، ادارہ اسلامیات، لاہور، پاکستان، اشاعت اول، 1422ھ
- انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ندوی، سید علی
- انسداد بدعنوانی، ایک عالمی جدوجہد، سٹیورٹ گلمین، ترجمہ: امریکی محکمہ خارجہ
- انکار حدیث حق یا باطل، مبارکپوری، صفی الرحمٰن، مولانا، تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ، راولپنڈی
- آداب زندگی، اصلاحی، محمد یوسف، مولانا، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور
- بچے کی تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، ام کلثوم، ڈاکٹر، دعوۃ اکیڈمی، 2006ء
- بدعت کیا ہے، العثیمین، محمد بن صالح، مترجم: عمر فاروق سعیدی، دار الابلاغ، لاہور، 2013ء
- بصیرت قرآن، قاسمی، محمد آصف، مولانا، مکتبہ بصیرت قرآن، کراچی، پاکستان
- بیان القرآن، ڈاکٹر اسرار احمد، انجمن خدام القران
- تبیان القرآن، سعیدی، غلام رسول، مولانا، فرید بک سٹال، لاہور
- تدریسی نکات برائے مطالعہ قرآن مجید کا منتخب نصاب، نوید احمد، انجینیئر، انجمن خدام القران
- تدبر قرآن، اصلاحی، امین احسن، مولانا، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان

- تعلیمات، مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور
- تفسیر ابن کثیر، الدمشقی، اسمٰعیل بن عمر بن کثیر، ترجمہ: مولانا محمد جوناگڑھی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور
- تفسیر در منثور، سیوطی، جلال الدین، امام، مترجم: پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلیکیشنز
- تفسیر عثمانی، عثمانی، شبیر احمد، مولانا، دارالاشاعت، کراچی
- تفسیر ماجدی، دریا آبادی، عبد الماجد، مولانا، پاک کمپنی، لاہور
- تفسیر مظہری، پانی پتی، محمد ثناء اللہ، قاضی، دارالاشاعت، کراچی، پاکستان
- تفہیم القرآن، مودودی، ابوالاعلی، سید، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، پاکستان
- تیسیر القرآن، کیلانی، عبد الرحمٰن، مولانا، مکتبۃ السلام، لاہور
- دوائے شافی، ابن قیم، محمد بن ابو بکر، الجوزیہ، مترجم: محمد اسمٰعیل گودھروی، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
- رسولؐ اللہ کی سیاسی زندگی، محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، نگارشات پبلشرز، لاہور، 2013ء
- سیرت النبی ﷺ، ندوی، سید سلیمان، علامہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
- ضیاء القرآن، الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
- علمی اردو لغت، سرہندی، وارث، فصل (ہ-د)، علمی کتاب خانہ، لاہور، پاکستان
- فتح المنان، حقانی، عبد الحق، مولانا، مرکز علم وادب، کراچی
- فرہنگ آصفیہ، دہلوی، سید احمد، مولوی، اردو سائنس بورڈ، لاہور، پاکستان
- فیروز اللغات، فیروزالدین، مولوی، فیروز سنز، پاکستان
- قاموس الفاظ واصطلاحات قرآن، اصلاحی، امین احسن، مولانا، تحقیق: اورنگزیب اعظمی، دارالتذکیر، لاہور
- قاموس القرآن، میرٹھی، زید العابدین، قاضی، دارلاشاعت، کراچی، 2011ء
- قومی انگریزی اردو لغت، جالبی، جمیل، ڈاکٹر، طبع ششم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2006ء
- کلیات میر، تقی میر، میر، دیوان اول، حصہ اول
- ماہنامہ زندگی نو، نئی دہلی، بھارت، ایڈیشن: جولائی 2011ء
- محاضرات فقہ، غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، الفیصل ناشران، لاہور
- مطالعہ قرآن مجید کا منتخب نصاب، اسرار احمد، ڈاکٹر، انجمن خدام القرآن، لاہور، 2010ء
- معارف القرآن، محمد شفیع، مفتی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی
- منہاج العابدین، الغزالی، محمد بن محمد، مترجم: مولانا عطاء المصطفیٰ اعظمی، ضیاء الدین پبلیکیشنز، کراچی
- مقدمہ ابن خلدون، ابن خلدون، عبد الرحمن، علامہ، مترجم: مولانا راغب رحمانی، نفیس اکیڈمی، کراچی
- مصباح اللغات، بلیاوی، عبد الحفیظ، مولانا، المصباح، لاہور، پاکستان
- مصباح القرآن، طاہر، عبد الرحمان، پروفیسر، بیت القرآن، لاہور، پاکستان، 2011ء

- منتخب اشعار، منیر نیازی، ریختہ اردو ویب سائیٹ
- نوجوان اور الجھنیں، العثیمین، محمد بن صالح، مترجم: وسیم عثمان، دار التقوٰی
- نور العرفان، نعیمی، احمد یار خان، مفتی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز
- وجود باری تعالٰی، حافظ محمد زبیر، ڈاکٹر، دار الفکر الاسلامی، لاہور

انگریزی مصادر:

- Introducton to Sociology, Open Stax College, Texas, 2012
- Lying: Moral Choice in Public and Private Life, Sissela Bok
- Oxford Collections Dictionary for Students of English, Oxford University Press
- Research Article: Three Pillars of Welfare State Theory by T.H Marshal
- Second Treatise of Government, John Lock, 2011
- The Sociology of George Simmel, George Simmel
- Trust, Social Capital, Civil Society and Democracy, Kenneth Newton
- Turning in, Turning out: The Strange Disappearance of Social Capital in America, Robert Putnam, Vol. 28
- Trust in Signs, Michael Bacharach and Diego Gambetta

ویب سائٹس:

- http://corpus.quran.com/qurandictionary.jsp?q=hdy
- https://doi.org/10.1177%2F13684310022224660